بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیادگار: حضور حافظ ملت علامہ شاہ الحاج عبدالعزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی اور علمی ترجمان

ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور

صفر تا جمادی الآخرہ 1442

ستمبر تا دسمبر 2020

جلد:44۔ شمارہ:12-9

اس شمارے کی قیمت: 100 روپے

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ	THE ASHRAFIA MONTHLY	
دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ یو۔ پی۔ ۲۷۶۴۰۴	Mubarakpur. Azamgarh (U.P.) India. 276404	قیمت عام شمارہ: 30 روپے سالانہ (بذریعہ سادہ ڈاک) 300 روپے سالانہ (بذریعہ رجسٹری) 600 روپے
چیک اور ڈرافٹ بنام ASHRAFIA MONTHLY بنوائیں	کوڈ نمبر 05462 دفتر ماہنامہ اشرفیہ 250149 الجامعۃ الاشرفیہ 250092 دفتر اشرفیہ ممبئی فون/فیکس 23726122	سری لنکا، بنگلا دیش، پاکستان، سالانہ 750 روپے دیگر بیرونی ممالک 25 $ امریکی ڈالر 20 £ پونڈ

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

Email : ashrafiamonthly@gmail.com
mubarakmisbahi@gmail.com
info@aljamiatulashrafia.org

ASHRAFIA MONTHLY
A/c No. 3672174629
Central Bank Of India
Branch : Mubarakpur IFSC : CBIN0284532

اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنے کے بعد آفس کے نمبر پر فون کریں یا بذریعہ ڈاک مطلع کریں۔ (منیجر)

مولانا محمد ادریس مصباحی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھپور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

نگارشات

اداریہ	دنیا سے آہ! سیدی افضل میاں چلے	مبارک حسین مصباحی	4
	تاج الصوفیا حضرت مولانا شاہ راشد رضا آسوی مصباحی بھی نہیں رہے	مبارک حسین مصباحی	6
	تعزیات		
اظہارِ غم	حضرت سید شاہ افضل میاں قادری برکاتی	عزیز ملت حضرت علامہ عبد الحفیظ عزیزی	8
	شیخ طریقت حضرت مولانا شاہ راشد رضا آسی	عزیز ملت حضرت علامہ عبد الحفیظ عزیزی	8
	آہ! حضرت سید شاہ افضل میاں قادری برکاتی	مفتی محمد نظام الدین رضوی	9
	تحقیقات		
تدوینِ حدیث	تاریخ، تدوین اور حجیت حدیث پر علمائے اہلسنت کا تحریری سرمایہ	محمد رضوان طاہر فریدی	10
	فقہیات		
آپ کے مسائل	کیا فرماتے ہیں علمائے دین؟	مفتی محمد نظام الدین رضوی	17
	نظریات		
فکر امروز	مہرِ نبوت سے متعلق ایک سنجیدہ تحقیق	مفتی محمد ناصر حسین مصباحی	23
	اسلامیات		
شعاعیں	وضو جسمانی اور روحانی پاکیزگی کا ذریعہ	از: حافظ محمد شرف الدین عبد المؤمن دمیاطی۔ تلخیص از: مبارک حسین مصباحی	28
اسلامی معاشرت	نکاح میں دیر۔ معاشرتی برائیوں کی جڑ	حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی	32
	اعتقادیات		
نقطۂ نظر	عقیدہ اور تہذیب	غلام مصطفیٰ نوری	35
	سماجیات		
اصلاحِ معاشرہ	حضور ملک العلما اور اصلاحِ معاشرہ	محمد قمر الزماں مصباحی	37
	صوفیات		
بزمِ تصوف	خوشبوے عرفاں، عطر بداماں، مخدوم جہاں	الف برکاتی (اقبال حسینی)	39
معراجِ وصال	تذکرہ اک چمکتے سورج کا	مولانا محمد وارث جمال قادری	45
	شخصیات		
انوار حیات	علامہ سید کفایت علی کافی مراد آبادی	ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہر	47
نقوشِ زندگی	فیض ملت مفسر قرآن علامہ مفتی محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ	محمد رضوان طاہر فریدی	50
خاکہ	ایک تھے مولانا ابو الحقانی علیہ الرحمہ	احمد جاوید	53

عزیزیات

عنوان	مضمون	مصنف	صفحہ
فرزندانِ اشرفیہ	بیرونی ممالک میں فرزندانِ اشرفیہ کی خدمات	محمد ابوہریرہ رضوی مصباحی	59
ربطِ باھم	حضور تاج الشریعہ اور الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور	مبارک حسین مصباحی	64
خدمات	فقہ وفتاویٰ کے شعبہ میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی خدمات	محمد مظفر حسین	70

لبیک یا رسول اللہ

عنوان	مضمون	مصنف	صفحہ
یادیں	آہ! تحریک لبیک کا امیر المجاہدین بھی ہمیں روتا چھوڑ گیا	سید صابر حسین شاہ بخاری قادری	74
تذکرہ	محافظِ ناموسِ رسالت علامہ حافظ خادم حسین رضوی [بابا جی] قدس سرہ	مبارک حسین مصباحی	77
اوصاف	علامہ خادم حسین رضوی — ایک عظیم قائد	ابو حمزہ محمد عمران مدنی	108

بزم دانش

عنوان	مضمون	مصنف	صفحہ
فکر ونظر	مسلمانوں میں معاشی تنگی - اسباب اور علاج....		110
	مسلمانوں کی تجارت سے دوری اور بگڑتے معاشی حالات	مولانا محمد ساجد رضا مصباحی	110
	عصرِ حاضر میں روزگار کی عدم فراہمی کے اسباب	مولانا محمد ایوب مصباحی	115

ادبیات

عنوان	مضمون	مصنف	صفحہ
گوشۂ ادب	سلیمانی تنقید کے مختلف اسالیب وجہات	مولانا محمد طفیل احمد مصباحی	118
نقد ونظر	قادیانیت - ایک مطالعہ	تبصرہ نگار: مہتاب پیامی	129
	تذکرۂ مشائخ رشیدیہ معروف بہ سمات الاخیار	تبصرہ نگار: محمد شہروز مصباحی	133
خیابانِ حرم	مصطفیٰ کی اہانت گوارا نہیں / حمد	سلمان رضا فریدی صدیقی مصباحی / سید نور الحسن نور نوابی عزیزی	136
	جامِ سخن پلا کے وہ... / پاسبان اہل سنت......	سلمان رضا فریدی صدیقی مصباحی / مہتاب پیامی	137
رودادِ بزم	منتخبات بزمِ فروغِ نعت	مہتاب پیامی	138

مکتوبات

عنوان	مضمون	صفحہ
صدائے بازگشت	محمد عرفان قادری / مفتی محمد منظر حسن خان اشرفی مصباحی / رئیس احمد عزیزی مصباحی	139

سرگرمیاں

عنوان	مضمون	صفحہ
خیر وخبر	سہ ماہی پیام برکات علی گڑھ کے مسابقہ مقالہ نویسی 2020ء کے نتیجے کا اعلان	141
	عرس رضوی جامع مسجد بی پی جی بریلی شریف	142
	الجامعۃ الاشرفیہ یقیناً اہل سنت وجماعت کی شان ہے	143
	تحفظ ناموسِ رسول ﷺ کے ایک بلند قامت قائد تھے علامہ خادم حسین رضوی	143
	مالیگاؤں میں اعلیٰ حضرت ریسرچ سینٹر کا قیام اور ترجمہ قرآن کنزالایمان کی اشاعت	144
	سنی دعوت اسلامی کا دوروزہ انتیسواں آن لائن سالانہ اجتماع	144
	تعزیتی نشست	146

دنیا سے آہ! سیدی افضل میاں چلے
مدتوں رویا کریں گے جام وپیمانہ تجھے

مبارک حسین مصباحی

یہ افسوس ناک خبر تو آپ کو مل چکی ہوگی، حضرت سید محمد افضل میاں قادری برکاتی 30 ربیع الثانی 1442ھ/15 دسمبر 2020ء کو ورون ہاسپیٹل علی گڑھ میں 9/ بج کر 30/ منٹ پر داغ مفارقت دے گئے، وصال کے بعد اولین فرصت میں نوجوان صحافی محترم محمد اظہر نور نے علی گڑھ سے اس حادثہ فاجعہ کی خبر دی، یہ اندوہ ناک خبر سنتے ہی دل دھک سے ہو گیا، کلماتِ استرجاع پڑھے اور چند سورتیں تلاوت کر کے حضرت کی روحِ پر فتوح کو ایصالِ ثواب کیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے طفیل آپ کی خوب خوب مغفرت فرمائے۔ آمین۔

1423ھ/2002ء میں ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور نے سیدین نمبر 1332 صفحات پر جاری کیا۔ یہ مارہرہ مطہرہ کے دو ساداتِ کرام تھے، حضور سید العلما قدس سرہ، حضور احسن العلما قدس سرہ، حضور احسن العلما کے چار فرزندان ارجمند ہیں، پروفیسر حضرت امین ملت سید محمد امین میاں قادری برکاتی سجادہ نشیں خانقاہ قادریہ برکاتیہ، معروف افسانہ نگار و فکشن رائٹر سابق چیف انکم ٹیکس کمشنر کولکاتا، سید اشرف میاں قادری برکاتی، تیسرے حضرت سید محمد افضل میاں قادری برکاتی علیہ الرحمہ اور چوتھے شیخ طریقت حضرت سید نجیب حیدر میاں قادری برکاتی زیبِ سجادہ خانقاہ قادریہ برکاتیہ۔

خانوادۂ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کا فیضان جامعہ اشرفیہ مبارک پور پر ہمیشہ رہا ہے اور ان شاء اللہ آئندہ بھی رہے گا، صاحبِ سجادہ پروفیسر سید محمد امین میاں کے بڑے فرزند ارجمند ولی عہد حضرت مولانا سید شاہ محمد امان میاں قادری برکاتی دامت برکاتہم القدسیہ، نام ور فاضل اشرفیہ ہیں، ماشاء اللہ، سب کے سب پیکرِ اخلاق اور نور والے آقا ﷺ کی نورانی کرنیں ہیں۔ نورِ جاں، عطر مجموعہ آلِ رسول مارہروی قدس سرہ کے مرید و خلیفہ امام احمد رضا محدث بریلوی نے کیا خوب عرض کیا ہے؎

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا | تو ہی عینِ نور تیرا سب گھرانا نور کا

حضرت سید محمد افضل میاں قادری برکاتی دینی اور عصری علوم کی قدآور شخصیت تھی، پر نور چہرہ، بڑی بڑی جھیل سی آنکھیں، مسکراتے لب، بلند قد و قامت، انداز و ادا میں اپنائیت کی خوشبو، جو دیکھے دیکھتا رہ جائے۔ جود و سخا کے پیکر، شعر و ادب کی خوشبو آپ کی ایک ایک ادا سے پھوٹتی تھی۔

شارحِ بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کے خادم کی حیثیت سے 26/ 27 اکتوبر 1991ء میں مارہرہ مطہرہ ہم پہلی بار حاضر ہوئے، حضور احسن العلما کی نگاہ پڑی، فرطِ مسرت سے جھوم اٹھے، فرمایا: لو اب "برکاتی مفتی" آگئے، ہمارا عرس مکمل ہو گیا۔

حضرت سید افضل میاں علیہ الرحمہ بہت بلند اخلاق اور بزرگوں کے ادب شناس تھے، اپنے سلسلے کے بزرگوں سے حد درجہ عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کے خوب شیدائی تھے، عصری تعلیم میں کافی بلند تھے، شعر و ادب میں عمدہ ذوق رکھتے تھے، تقریر بھی باضابطہ کرتے تھے۔ ہوا یہ کہ ایک بار مارہرہ مطہرہ عرس قاسمی میں ادبی اور صحافتی پروگرام تھا، چند حضرات بطور خطیب منتخب تھے، ان میں ایک نام احقر مبارک حسین مصباحی عفی عنہ کا بھی تھا۔ آخر میں حضرت سید افضل میاں قادری تشریف لائے اور لگ بھگ دس پندرہ منٹ کا بڑا معلومات افزا خطاب فرمایا۔ ایک بار اور مارہرہ مطہرہ میں عرسِ قاسمی کے موقع پر اہلِ سنت کے مسائل پر ورکشاپ تھا۔ اس میں بھی منتخب حضرات نے اپنے دانش ورانہ بیانات دیے، جب احقر مبارک حسین مصباحی عفی عنہ کا نام پکارا گیا تو چاے وغیرہ آگئی، حاضرین فطری طور پر چاے کی جانب متوجہ ہوئے تو ہم نے عرض کیا کہ پہلے ہم لوگ چاے سے فارغ ہو جائیں، مگر حضرت سید افضل میاں قادری برکاتی نے فرمایا:

mubarakmisbahi@gmail.com

حضرت! آپ فرمائیے ہم سراپا سماعت ہیں۔ ہم نے بولنا شروع کر دیا، بفضلہ تعالیٰ تمام حضرات نے بڑی دلچسپی سے ہماری باتیں سماعت فرمائیں اور بعد میں ہمیں باتفاق رائے تحریک کے ایک ذمہ دار کی حیثیت سے منتخب فرمادیا۔

شعر و سخن اور ادب کی دوسری اصناف کا بہت پاکیزہ ذوق رکھتے تھے۔ بڑے ہی خوش گلو تھے۔ بہترین لب و لہجے میں جب کلامِ رضا پڑھتے تو محفل پر ایک کیف و سرور طاری ہوجاتا۔ آپ کا ویڈیو سننے کو ملا، بڑے والہانہ انداز سے پڑھ رہے ہیں۔

دل عبث خوف سے پتہ سا اڑا جاتا ہے ۔۔۔ پلہ ہلکا ہی بھاری ہے بھروسا تیرا
ایک میں کیا مرے عصیاں کی حقیقت کتنی ۔۔۔ مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارا تیرا
مفت پالا تھا کبھی کام کی عادت نہ پڑی ۔۔۔ اب عمل پوچھتے ہیں، ہائے نکما تیرا

آپ مارچ 1964ء میں مارہرہ مطہرہ میں پیدا ہوئے۔ قرآن عظیم گھر پر پڑھا، دینی تعلیم خاندانی بزرگوں سے حاصل فرمائی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے L.L.B اور L.L.M کیا اور 1990ء میں I.P.S میں منتخب ہو کر اگست 1990 میں نیشنل پولیس اکیڈمی حیدرآباد سے آپ نے ملازمت کا سلسلہ شروع کیا۔ مدھیہ پردیش کیڈر میں ضلع چھترپور میں بحیثیت سپرنٹنڈنٹ پولیس بھی تعینات ہوئے۔ طے شدہ مدت کے مطابق علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں رجسٹرار بھی رہے۔ آپ نے اپنے رجسٹرار ہونے کے دور میں اہل سنت کے مدارس کے الحاق میں نوازش خسروانہ سے لیا۔ اس کے بعد گوالیار کے ایس۔ ایس۔ پی کے منصب پر فائز ہوئے۔ ایک عرصے تک محکمۂ سی آئی ڈی کے ڈی آئی جی بھی رہے۔ فی الحال آپ بھوپال، مدھیہ پردیش میں اکونومک آفینس ونگ کے ایڈیشنل ڈائریکٹر جنرل کے منصب پر فائز رہے۔ گذشتہ برس آپ کی طبیعت ناساز ہوئی تب سے مسلسل زیر علاج رہے۔ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے عقیدت مندانِ خاندان برکات دعائیں کرتے رہے لیکن مرضیِ مولیٰ از ہمہ اولیٰ کے مصداق سید محمد افضل میاں اپنے مالکِ حقیقی سے جاملے۔ چند روز قبل آپ کی ایک ویڈیو کلپ دیکھی جس میں آپ اپنے مخصوص انداز میں یہ دو شعر پڑھ رہے تھے، یہ دراصل اپنے وصال کی قبل از وقت خبر دے رہے تھے۔

جان کر منجملۂ خاصان مے خانہ مجھے ۔۔۔ مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے
ننگِ مے خانہ تھا میں ساقی نے یہ کیا کر دیا ۔۔۔ پینے والے کہہ اٹھے یا پیر مے خانہ مجھے

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں سرسید ڈبیٹ میں تین مرتبہ خطاب جیتا۔ 2019ء میں یوم آزادی کے جشن کے موقع پر مدھیہ پردیش کے وزیر اعلیٰ کمل ناتھ کے ہاتھوں سید محمد افضل میاں علیہ الرحمہ کو ان کی خدمات کے اعتراف میں صدر جمہوریہ ایوارڈ پیش کیا گیا تھا۔ یہ ایوارڈ 25/ سالہ بے داغ اور امتیازی خدمات کے لیے دیا جاتا ہے جسے پریسیڈنٹ میڈل فار ڈسٹنگوزڈ سروسیز کہا جاتا ہے۔

سید محمد افضل میاں علیہ الرحمۃ کو شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ سے شرفِ بیعت حاصل تھا جب کہ خلافت و اجازت والد گرامی حضور احسن العلما علیہ الرحمۃ سے حاصل تھی۔ آپ کی زوجۂ محترمہ حضور امین ملت کی بیگم کی چھوٹی بہن ہیں جو بفضلہ تعالیٰ زیورِ تعلیم سے آراستہ ہیں۔ ماشاء اللہ ایک بیٹا جن کا نام سید برکات حیدر ہے جو اعلیٰ تعلیم سے بہرہ مند ہیں۔ ایک بیٹی سیدہ کائنات ہیں۔

مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی کو دور کرنے کے لیے ہمیشہ نہ صرف متفکر رہا کرتے تھے بلکہ اس کے لیے عملی طور پر البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی کے تحت آپ نے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ آپ اس کے فاؤنڈر اور ایکزکیٹو ممبر تھے۔ ماہ نامہ "آج کل" وغیرہ میں آپ کی گراں قدر تحریریں اور خاکے شائع ہوتے تھے، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ صرف زبان ہی کے دھنی نہیں تھے بلکہ اچھے ادیب اور قلم کار بھی تھے۔ آپ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی لٹریری کلب کے رکن رہے، آپ کو مختلف مواقع پر متعدد ایوارڈ ملے۔

فریدی صدیقی مصباحی نے بڑی حق لگتی بات کہی ہے۔

علم و عمل ہے پستیِ اقوام کا علاج ۔۔۔ دیتے ہوئے دلوں پہ وہ علمی اذاں چلے

بلا شبہہ آپ ایک اعلیٰ سادات خاندان کے چشم و چراغ تھے، آپ کی پرورش حضور احسن العلما کی زیرِ نگرانی ہوئی، پولیس جیسے محکمہ میں حسنِ کارکردگی کا مظاہرہ کوئی معمولی بات نہیں، ہندوستان بھر کے پولیس محکمہ میں آپ کی لیاقت اور دیانت کے چرچے تھے۔ تدفین سے قبل اسٹیٹ

پولیس نے گارڈ آف آنر پیش کیا۔ خاندانی مریدین اور متوسلین بھی آپ سے بھرپور عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ ملک اور بیرون ملک کی قدآور مذہبی شخصیات نے درد وغم کے ساتھ اظہارِتعزیت پیش کیا، اسی طرح متعدّد اہم سیاسی حضرات نے زبان وقلم سے اظہارِ غم کیا۔ علی گڑھ سے مارہرہ مطہرہ تک غم کی چادر بچھ گئی تھی، ملک اور بیرون ملک جہانِ اہلِ سنت میں غم واندوہ کا ماحول رہا۔ آپ کی نمازِ جنازہ میں بھی مختلف طبقات کے کثیر افراد تھے، آپ کے برادرِ کبیر امینِ ملت، حضرت سید محمد امین میاں قادری برکاتی دامت برکاتہم العالیہ نے نمازِ جنازہ ادا کرائی، انتہائی افسردگی کے ماحول میں مارہرہ مطہرہ میں آپ کو سپردِ خاک کیا گیا۔

جامعہ اشرفیہ مبارک پور، دیگر مدارس اور خانقاہوں میں تعزیتی نشستیں ہوئیں، قرآن خوانی اور دیگر اوراد و وظائف کا آپ کو ایصالِ ثواب کیا گیا۔ ہم دل و دماغ کی مکمل عقیدتوں کے ساتھ آپ کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خوب خوب مغفرت فرمائے۔ صغائر و کبائر معاف فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

دنیا میں صدا کوئی رہا ہے کہ رہے گا　　　جز ذاتِ خداوند کے ہے دائم و باقی

ہم خاص طور سے تعزیت پیش کرتے ہیں قابلِ صد احترام آپ کی اہلیہ محترمہ سیدہ دام ظلہا العالی، آپ کے فرزندِ ارجمند عالی جناب سید برکات حیدر سلمۂ ربہ اور آپ کی بیٹی محترمہ سیدہ کائنات سلمہا اللہ تعالیٰ کی بارگاہوں میں، اسی کے ساتھ ہم آپ کے پورے خاندان کو تعزیت پیش کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ سب کو صبرِ جمیل اور اجرِ جزیل عطا فرمائے۔ آمین۔ بجاہ حبیبک یارب العالمین، جل و علیٰ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

تاج الصوفیا حضرت مولانا شاہ راشد رضا آسوی مصباحی بھی نہیں رہے

شہزادۂ فیض العارفین، پیرِ طریقت تاج الصوفیا حضرت مولانا شاہ راشد رضا آسوی مصباحی بھی نہیں رہے۔ 22 ربیع الآخر 1442ھ، 8 دسمبر 2020ء بروز منگل حرکتِ قلب بند ہونے سے صبح چار بجے ممبئی میں وصال فرما گئے۔ افسوس ناک خبر ملتے ہی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْن پڑھا، چند سورتیں تلاوت کیں اور مغفرت کی دعا کرتے ہوئے انھیں ایصالِ ثواب کیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب شافعِ محشر ﷺ کے طفیل آپ کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت باوقار فاضلِ اشرفیہ مبارک پور تھے۔ آپ کے والدِ گرامی فیض العارفین حضرت علامہ شاہ غلام آسی پیا حسنی ابوالعلائی جہانگیری قدس سرہ باصلاحیت فاضلِ جلیل تھے۔ برسوں تک آپ کی تعلیم دار العلوم اشرفیہ مبارک پور میں ہوئی۔ حضور حافظِ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ اور دیگر جید اساتذہ کرام آپ کے اساتذہ تھے۔ حضرت فیض العارفین سے ہمارے عقیدت مندانہ رشتے تھے۔ ان سے جب ہم ملاقات کا شرف حاصل کرتے تو حسبِ عادت جھوم جاتے اور دونوں ہاتھ اٹھا اٹھا کر خوب دعائیں فرماتے، فراغت کے بعد آپ نے ناگ پور کے دار العلوم میں تدریسی خدمات انجام دیں، ایک سے ایک یکتائے روزگار آپ کے تلامذہ تھے اور بعض اب بھی بقیدِ حیات ہیں۔

آپ سلسلۂ عالیہ ابوالعلائیہ جہانگیریہ بھیسوڑی شریف، ضلع رام پور سے منسلک ہو گئے تھے اور پھر سب کچھ چھوڑ دیا اور خانقاہوں کی تعمیر و ترقی میں لگ گئے۔ رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری قدس سرہ آپ کے برادرِ خورد تھے۔ فیض العارفین فرماتے تھے کہ حضور حافظ ملت نے ہم دونوں بھائیوں کو تیار کیا، ہم ملک بھر میں ابوالعلائی، جہانگیری خانقاہیں تعمیر کرا رہے ہیں، اور ہمارے بھائی حضرت علامہ ارشد القادری ملک اور بیرون ملک مدارس قائم کر رہے ہیں۔

سرِدست ہمیں یہ عرض کرنا ہے کہ تاج الصوفیا حضرت مولانا شاہ راشد رضا علیہ الرحمہ ضلع رام پور کی تحصیل قصبہ ملک میں اپنے وسیع مکان میں رہتے تھے جو خانقاہ ابوالعلائیہ جہانگیریہ کے نام سے معروف ہے۔ ہم حضرت فیض العارفین کے زمانے سے اب تک کم از کم دس بارہ بار جا چکے ہیں۔ تاج الصوفیا حضرت خواجہ صوفی راشد رضا آسوی علیہ الرحمہ متعدّد بار ہمارے وطن قصبہ شاہ آباد ضلع رام پور تشریف لائے ہیں۔ حضرت نے غریب خانے پر قیام بھی فرمایا ہے۔ دونوں ہی بزرگ روحانی علاج و معالجہ بھی فرماتے تھے، چند اہلِ شاہ آباد نے بھی آپ کے علاج اور دعا سے

استفادہ کیا۔

آپ ایک زندہ دل، خوب رو، وجیہ، متوسط قد و قامت، گٹھیلا بدن، بلند نورانی پیشانی، بڑی بڑی آنکھیں، چہرے پر مسکراہٹ کے آثار، جبہ شریف دراز، صدری صوفیانہ، رومال لمبا زعفرانی، بلند صوفیانہ ٹوپی یا عمامہ شریف، آپ اپنے وجودِ ناز میں سلسلۂ ابو العلائیہ جہانگیریہ کی کرامت نظر آتے تھے۔ ملاقات پر صرف مصافحہ نہیں بلکہ دونوں ہاتھ پھیلا کر سینے سے لگا لیتے تھے۔

10 دسمبر 2020ء کو بروز جمعرات ظہر کی نماز کے بعد مدھوپور شریف اترولہ میں نمازِ جنازہ ادا کی گئی، وہیں خانقاہ ابو العلائیہ جہانگیریہ آسویہ ہے، جس کے آپ سجادہ نشیں تھے۔ اسی خانقاہ میں حضور فیض العارفین کا مزار اقدس ہے۔ حضرت کی نمازِ جنازہ میں ہزاروں ہزار افراد شریک ہوئے۔ ان میں علماء مشائخ اور صوفیاے کرام کی تعداد بھی کثیر تھی، آپ کو انتہائی حسرت و غم کے ساتھ سپردِ خاک کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خوب خوب مغفرت فرمائے۔ آمین۔ حضرت تاج الصوفیا نے اس خانقاہ میں دار التصوف بھی تعمیر کیا تھا اور وہیں سے دعوتی اور اصلاحی تبلیغی دورے فرماتے تھے۔ شہزادۂ علامہ ارشد القادری حضرت علامہ ڈاکٹر زرقانی دام ظلہ العالی نے فرمایا: کہ "آپ ہمارے گھر کے بزرگ صوفی عالمِ دین اور ہم سب کے سرپرست تھے، آپ کے وصال کی وجہ سے اب ہمارا خاندان اپنے بزرگ سرپرست سے محروم ہو گیا ہے۔"

آپ شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند بریلوی قدس سرہ سے مرید تھے اور انھیں سے آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی خلافت و اجازت بھی حاصل تھی۔ آپ اپنے مرشدِ کامل سے حد درجہ محبت اور وارفتگی رکھتے تھے۔ آپ کی مقبولیت میں ان کا بھی بہت بڑا فیضان تھا اور ان شاء اللہ تعالیٰ قبر و حشر میں بھی رہے گا۔

حضرت تاج الصوفیا کی علمی اور روحانی شخصیت باغ و بہار تھی، آپ ہر سال جلالۃ العلم حضور حافظ ملت قدس سرہ کے عرس مبارک میں تشریف لاتے، اگر وقت سے آجاتے تو حضرت حافظ ملت کی خانقاہ عزیزیہ پرانی بستی میں پہلی فاتحہ کے موقع پر تشریف لاتے تھے۔ دیکھ کر کھل اٹھتے، ہم مصافحہ اور معانقہ کرنے کا شرف حاصل کرتے۔ حضور فیض العارفین قدس سرہ کے دور سے ہی مبارک پور میں سلسلۂ عالیہ ابو العلائیہ جہانگیریہ آسویہ کے مریدین و متوسلین ہیں۔ مریدین و معتقدین کی خاصی تعداد آپ کے ساتھ ہوتی۔ آپ کے ساتھ آپ کے دیوانوں کو دیکھ کر سمجھ میں آتا کہ مریدین اور دیوانوں کا کیا انداز ہونا چاہیے۔ ہم نے متعدّد بار ان بزرگوں کے ساتھ بھیسوڑی شریف بھی حاضری کی سعادت حاصل کی۔ بڑے بڑے یکتائے روزگار بزرگوں کے مزارات ہیں جہاں ملک اور بیرون ملک سے دیوانے اور چاہنے والے آتے رہتے ہیں۔ ہم نے بھی فاتحہ پڑھنے اور ان کے طفیل دعائیں مانگنے کا شرف حاصل کیا۔

حضرت تاج الصوفیا مجھ سے فرمانے لگے: ایک بار ابا حضور اچھے موڈ میں تھے فرمانے لگے میں اپنی وراثت اپنی موجودگی میں اپنے دونوں بیٹوں میں تقسیم کرنا چاہتا ہوں چچا میاں (علامہ ارشد القادری) بھی تشریف فرما تھے۔ میں نے چچا میاں سے عرض کیا تقسیم وراثت سے قبل میری ایک گزارش مان لی جائے۔ علامہ صاحب نے فرمایا: کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔ "مولانا راشد میاں نے عرض کیا "صرف ابا حضور کو مجھے تن تنہا دے دیا جائے اور باقی تمام مال و جائداد میرے بھائی کو دے دی جائے۔ یہ سن کر علامہ صاحب نے اپنی مسرتوں کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: "بہت ہوشیار ہو اب بھی تم ہی فائدے میں ہو۔"

متعدّد بار آپ کی اہلیہ محترمہ مبارک پور ساتھ میں تشریف لائی ہیں، محترمہ اس وقت ممبئی میں بھی آپ کے ساتھ تھیں، کسی مرید کے گھر ممبئی میں قیام تھا، ہارٹ اٹیک ہوا اور یہ دنیا چھوڑ کر جنت نشیں ہو گئے۔ آپ کی چار بہنیں اور ایک برادرِ صغیر ہیں، سب نیک اور صالح ہیں۔ آپ کے دو فرزندار جمند ہیں، محبِ مکرم حضرت مولانا صوفی ضیاء الطیف قادری ابو العلائی اور جناب فیض اللطیف اور چند بیٹیاں ہیں۔

ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ وہ اپنے حبیب مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے طفیل آپ کی خوب خوب مغفرت فرمائے اور اپنے خصوصی فضل و کرم سے آپ کی تمام نیکیاں قبول فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ تمام پس ماندگان، خاص طور پر اہلیہ محترمہ دام ظلہا العالی، اولاد امجاد، دیگر اہلِ خانہ اور مریدین و متوسلین کو صبر و اجر سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔ بجاہ سید المرسلین ولیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

-☆-☆-☆-☆-☆-

تعزیت نامے

حضرت سید شاہ افضل میاں قادری برکاتی

از: عزیز ملت حضرت علامہ **عبد الحفیظ عزیزی**، سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ اور جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا بڑا گہرا اور دیرینہ تعلق ہے۔ حضرت سید العلما اور حضرت احسن العلما علیہما الرحمہ کی دعاؤں اور عنایات سے یہ ادارہ سرشار رہا ہے۔ آج اسی خانوادے کے ایک عظیم فرد احسن العلما حضرت سید شاہ حیدر حسن میاں قادری برکاتی علیہ الرحمہ کے شہزادے اور امین ملت حضرت سید شاہ امین میاں قادری برکاتی زیب سجادہ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے برادر گرامی آئی پی ایس آفیسر حضرت سید شاہ افضل میاں قادری برکاتی داعی اجل کو لبیک کہہ گئے، إنا لله وإنا إليه راجعون.

حضرت مرحوم کی رحلت کی خبر سن کر دل غمگین اور افسردہ ہو گیا، مگر مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ، لله ما أخذ واعطى وكل شي عنده إلى أجل مسمى.

آپ محکمہ پولس کے ایک عظیم افسر ہونے کے ساتھ ایک عظیم انسان تھے۔ غریب پرور، مہمان نواز، علما نواز اور صاف وشفاف طبیعت کے مالک تھے۔ آپ سے میری بہت سی ملاقاتیں اور یادیں وابستہ ہیں۔ ایک عظیم افسر ہونے کے باوجود آپ سے جب بھی ملاقات ہوتی بڑی تواضع اور انکساری کے ساتھ پیش آتے۔ جامعہ اشرفیہ اور اس کی خدمات کی ستائش کرتے اور دعاؤں سے نوازتے اور ہر طرح سے جامعہ اشرفیہ کی اعانت کے لیے تیار رہتے۔ آج ان کی وفات سے جامعہ اشرفیہ نے اپنے ایک ہمدرد اور مخلص کو کھو دیا۔ ان کا وصال جامعہ اشرفیہ کے لیے ایک عظیم سانحہ ہے۔ رب قدیر ہمیں ان کا نعم البدل عطا فرمائے اور آپ کے جملہ پس ماندگان، متعلقین اور مخدومان عالی جاہ کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین، بجاہ سید المرسلین صلى الله تعالى عليه وسلم.

شریک غم

[signature]

سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ

مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ، یوپی

30/ ربیع الآخر 1442ھ

16/ دسمبر 2020ء

چہار شنبہ

شیخ طریقت حضرت مولانا شاہ راشد رضا آسی

از: عزیز ملت حضرت علامہ **عبد الحفیظ عزیزی**، سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

شیخ طریقت حضرت مولانا شاہ راشد رضا آسی زیبِ سجادہ خانقاہ ابو العلائیہ جہانگیریہ آسویہ، اترولہ، بلرام پور کا آج صبح 4 بجے ممبئی میں وصال ہو گیا۔ إنا لله وإنا إليه راجعون.

آپ دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور کے عظیم فرزند، رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کے برادر گرامی، فیض العارفین حضرت مولانا شاہ غلام آسی پیا حسنی علیہ الرحمہ کے صاحبزادے اور جانشین تھے۔ آپ کا دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم سے کافی پرانا ربط و تعلق تھا۔ آپ کے خاندان کے کثیر بزرگ اس ادارہ سے وابستہ و مربوط تھے اور آپ نے اس روایت کو تاحیات برقرار رکھا۔ حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مبارک پوری علیہ الرحمہ کے عرس میں برابر حاضر ہوا کرتے تھے۔ اس کی تقریبات میں شریک ہوتے اور جامعہ اشرفیہ کی خدمات سے بہت مسرور ہوتے اور دعاؤں سے نوازتے تھے۔ آپ بڑے خوش اخلاق اور شریف النفس تھے۔ جامعہ اشرفیہ کے ہمدرد اور بہی خواہ تھے۔ اچھے اور

باشرع صوفی مزاج پیر طریقت تھے۔ آپ کا حلقۂ بیعت وارادت بھی کافی وسیع ہے۔ اپنے مریدین کی بہترین تربیت کرتے اور علما کے ادب واحترام کا درس دیتے تھے۔ آپ نے رشد وہدایت کے ذریعہ سنیت کی خدمت فرمائی آپ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے جامعہ اشرفیہ نے آپ کو عرس حافظ ملت علیہ الرحمہ میں اعزاز پیش کیا اور آپ کی خدمات کی ستائش کی۔

افسوس آج وہ ہم سے جدا ہو گئے۔ ہم اور ادارہ جامعہ اشرفیہ مبارکپور آپ کی رحلت کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ رب العزت آپ کو آپ کی خدمات کا بہترین صلہ عطا فرمائے، شمیم جنت کی راحتیں نصیب فرمائے اور آپ کے جملہ پسماندگان و مریدین کو صبرو شکر کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ و سلم.

شریک غم
[signature]
سربراہ اعلی الجامعۃ الاشرفیہ
مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ، یوپی

22/ربیع الآخر 1442ھ
8/دسمبر 2020ء
سہ شنبہ

آہ! حضرت سید شاہ افضل میاں قادری برکات

از: مفتی **محمد نظام الدین رضوی** صدر المدرسین و صدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ

رئیس القلم حضرت مولانا یٰسٓ اختر مصباحی حفظہ اللہ نے یہ روح فرسا خبر سنائی کہ خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کی ایک عظیم شخصیت، احسن العلما حضرت سید شاہ حیدر حسن میاں قادری برکاتی علیہ الرحمہ کے شہزادے حضرت سید افضل میاں قادری برکاتی کا وصال پر ملال ہو گیا، إنا للہ وإنا إلیہ راجعون.

آپ ایک عظیم دانش ور، بہترین مشیر و مربی، منصوبہ ساز، مفکر و منتظم، علم دوست، علما نواز اور بہت ساری خوبیوں کے مالک تھے۔ بڑے خلیق، ملنسار اور منکسر المزاج تھے۔ تحریر و قلم، تقریر و خطابت اور شعرو سخن کا بھی ملکہ حاصل تھا۔ اعلی حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کے بڑے عقیدت منداور مداح تھے۔ ان کے کثیر کلام آپ کو زبانی یاد تھے اور بڑے ہی اچھوتے انداز میں پڑھتے تھے۔ گزشتہ سال ہاسپٹل میں آپریشن تھیٹر میں جانے سے قبل جس والہانہ انداز میں اعلی حضرت علیہ الرحمہ کا کلام پڑھا اس نے نہ صرف مجھے بلکہ بہتوں کو مسحور کر دیا اور اس یہ شعر موقع و محل کے اعتبار سے خوب تھا ع

دل عبث خوف سے پتہ سا اڑا جاتا ہے　　　پلّا ہلکا سہی بھاری ہے بھروسہ تیرا

آپ ہندوستان کے اعلی ترین محکمہ پولس میں آئی پی ایس آفیسر تھے۔ اس محکمہ سے آپ پوری زندگی وابستہ رہے اور اپنی لیاقت ایمان داری، شرافت اور اخلاق و کردار کا عمدہ ثبوت پیش کیا۔ موصوف اپنی لیاقت اور صلاحیت کی بدولت بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے۔ ایس پی، ایس ایس پی، ڈی آئی جی، آئی جی اور اے ڈی جی جیسے مناصب کو زینت بخشی اور اپنی خدمات کی بدولت صدر جمہوریہ ایوارڈ سے نوازے گئے۔ علی گڑھ مسلم یونورسٹی اور جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں بحیثیت رجسٹرار بھی کام کیا۔ مدارس کا علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے الحاق آپ کی اہم خدمات سے ہے۔ البرکات ایجوکیشنل سوسائٹ کے بانی رکن بھی تھے۔ اس ادارہ کے ارتقا میں آپ کے کردار کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ مرحوم کافی دنوں سے علیل تھے۔ آپ کی شفایابی کے لیے جامعہ اشرفیہ میں کئی بار دعا خوانی کا اہتمام کیا گیا مگر افسوس صد افسوس موصوف آج ہمیں داغ مفارقت دے گئے اور مالک حقیقی سے جا ملے۔ آج تو آپ دنیا میں نہیں رہے لیکن اپنی خدمات اور کارناموں کی وجہ سے ہمیشہ یاد کیے جاتے رہیں گے۔ آپ کی رحلت کے غم میں جامعہ اشرفیہ کے ارکان، اساتذہ، طلبہ سوگوار و شریک غم ہیں اور حضرت کے اولاد امجاد، برادران حضرت امین ملت سید شاہ پروفیسر محمد امین میاں قادری برکاتی زیب سجادہ خانقاہ برکاتیہ، رفیق ملت حضرت سید شاہ نجیب حیدر قادری برکاتی اور اشرف ملت حضرت سید شاہ محمد اشرف میاں قادری برکاتی کی بارگاہ میں تعزیت پیش کرتے ہیں۔ رب قدیر حضرت افضل میاں مرحوم کو غریق رحمت فرمائے، شمیم جنت کی راحتیں نصیب فرمائے اور جملہ متعلقین و وابستگان سلسلہ کو صبر و شکر کی توفیق بخشے آمین، بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ و سلم.

شریک غم
محمد نظام الدین الرضوی
صدر المدرسین و صدر شعبہ افتا
جامعہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ۔

30/ربیع الآخر 1442ھ
16/دسمبر 2020ء
چہار شنبہ

تاریخ، تدوین اور حجیت حدیث پر
علمائے اہلسنت کا تحریری سرمایہ

ابوالابدال محمد رضوان طاہر فریدی

حضرت مولانا ابوابدال محمد رضوان طاہر مدنی باشعور قلم کار ہیں۔ آپ کا یہ مضمون "تاریخ، تدوین اور حجیتِ حدیث پر علمائے اہلِ سنت کا تحریری سرمایہ" کے موضوع پر اہمیت کا حامل ہے۔ احقر مبارک حسین مصباحی عفی عنہ کا مقالہ بعنوان "تدوینِ حدیث" ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور ذوالحجہ 1408ھ تا ذوالقعدہ 1409ھ/اگست 1988ء تا جولائی 1989ء میں بارہ قسطوں میں شائع ہوا، استاذنا المکرم صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دامت برکاتہم العالیہ نے پورے مضمون پر نظرِ ثانی فرمائی تھی۔ افسوس یہ ہے کہ ہم باضابطہ مرتب کر کے کتابی شکل میں نہیں لا سکے، اس میں موصوف مضمون نگار کی کوئی کوتاہی نہیں، اگر کتاب شائع ہو چکی ہوتی تو ممکن ہے حضرت کی نگاہ پڑ جاتی۔ ہم نے "امام احمد رضا کا محدثانہ مقام" بھی پانچ قسطوں میں ماہ نامہ اشرفیہ اپریل تا اگست 2004ء میں شائع کیا تھا، افسوس یہ بھی ابھی ماہ نامے ہی کی زینت ہے، دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ باضابطہ کتابی شکل میں ان مقالات کی اشاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

از: احقر مبارک حسین مصباحی عفی عنہ
استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور و مدیر اعلیٰ ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور

مسلمانوں میں جو فرقے نمودار ہوئے اور انہوں نے اپنے باطل افکار کے ساتھ فرزندان اسلام کے عقائد و نظریات اور اعمال پر حملہ کیا ان میں دور آخر کا فتنہ منکرین حدیث بھی ہے یہ فتنہ کتنا گمراہ کن اور خطرناک ہے اس کا اندازہ اسی سے لگائیے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس کے متعلق اپنی امت کو پہلے ہی آگاہی فراہم کر دی تھی چنانچہ

عن المقدام بن معدی کرب الکندی رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال یوشك الرجل متكئا علی اریكته یحدث بحدیثی فیقول بیننا و بینكم كتاب اللہ عزو جل فما وجدنا فیه من حلال استحللناه و ما وجدنا فیه من حرام حرمناه الا و ان ماحرم رسول اللہ ﷺ ما حرم اللہ. (اخرجه ابن ماجه فی السنن، کتاب السنة، باب تعظیم حدیث رسول صلی اللہ علیه وسلم... رقم الحدیث12)

حضرت مقدام بن معدیکرب الکندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "بہت جلد ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی اپنے تخت پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو گا اور اس کے سامنے میری حدیث بیان کی جائے گی تو جواب میں کہے گا جسے ہم قرآن میں حلال پائیں گے اسے حلال جانیں گے اور جو کچھ حرام پائیں گے اسے حرام سمجھیں گے آگاہ رہو جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے حرام فرمایا وہ بھی ویسا ہی حرام ہے جیسا اللہ نے حرام فرمایا۔"

منکرین حدیث نے علم حدیث پر جو اعتراضات کر کے اس علم کو پس پشت ڈالنا چاہا وہ سب کے سب مستشرقین سے مستعار لیے ہوئے ہیں اور ان کے اعتراضات و استدلال کی بنیاد ضعیف و موضوع روایات ہیں جو کئی وجوہات کی بناء پر کتب حدیث میں در آئی ہیں اس فتنہ کی سرکوبی اور حدیث رسول کی حفاظت کے لیے علمائے اسلام نے فن حدیث میں ایک نئی نوع کو متعارف کروایا جو حجیت حدیث کے نام سے معروف ہے اس فن کا بنیادی مقصد احادیث رسول ﷺ کی تشریعی، آئینی اور فنی حثیت کو ثابت کرنا ہے جو کہ احادیث رسول کی حفاظت اور نشر و اشاعت کا ذریعہ ہے عرب و عجم میں اس پر بہت کچھ لکھا گیا ہے کیونکہ اس وقت ہمارے پیش نظر علمائے اہلسنت کی کتب کا ذکر ہے اس لیے عرب اور دیگر مسالک کی نگارشات کو نظر انداز کیا

جارہاہے علمائے اہلسنت کے اس فن میں کتب، رسائل ومقالات درج ذیل ہیں (اس فن میں کتب دو طرح کی ہیں ایک جو خالص منکرین حدیث کے رد میں لکھی گی اور دوسری وہ جن کا سبب منکرین حدیث تو نہیں البتہ اپنے موضوع کے اعتبار سے اسی فن میں شامل ہوتی ہیں)

تحفۃ الانام:(عربی)۔

علامہ شیخ محدث محمد حیات سندھی کا حجیت حدیث، سنت اور اس کے واجب العمل ہونے پر جامع رسالہ جس کا پورانام" **تحفۃ الانام فی العمل بحدیث النبی علیہ الصلوۃ و السلام** " ہے۔

دین میں حدیث رسول کی اہمیت (اردو)۔

یہ مولانا ضیاء الحامدی نقش بندی مجددی کی تصنیف ہے کل صفحات 32 ہیں مکتبہ فلاح المسلمین ملتان نے شائع کیا، سن اشاعت درج نہیں ہے تاحال اس کی دوسری اشاعت کا علم نہیں ہو سکا غالبا یہ اس کی پہلی اور آخری اشاعت تھی ابتدا میں شیخ الحدیث و التفسیر مولانا حامد علی خان نقشبندی مجددی کی تقریظ ہے جس کی ابتدا میں لکھتے ہیں:

"احقر نے اس رسالے کو سرسری نظر سے دیکھا ماشاء اللہ قرآن و حدیث فہمی میں فاضل مولف نے شگفتہ اور دل نشین بیان میں وقت کے اہم مسئلہ پر سیر حاصل روشنی ڈالی ہے فجزاھم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء،، (دین میں حدیث رسول کی اہمیت، صفحہ 4)

تقریظ کے بعد حرف اول کے عنوان سے حامدی صاحب نے مقصد تصنیف پر روشنی ڈالی ہے لکھتے ہیں:

"ہم نے ثابت کیا ہے کہ قرآن پر عمل کرنے کے لیے حدیث رسول پر عمل کرنا ضروری ہے اور حدیث رسول کا انکار در حقیقت قرآن کا انکار ہے اور حدیث کو چھوڑ کر قرآن پر عمل کرنا ناممکن ہے۔" (ایضًا، صفحہ 6)

اس کے بعد مولانا ضیاء الحامدی نے پندرہ عنوان کے تحت اپنی گفتگو کو سمیٹا ہے جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

ضرورت قرآن، فہم قرآن کا طریق، منصب نبوت کے منکرین حدیث کا استہزا، حدیث رسول کا انکار رسالت کا انکار ہے، کیا وحی الٰہی صرف کتاب اللہ میں منحصر ہے؟

مولانا ضیاء الحامدی نقشبندی مجددی، عالم، فاضل، مصنف، جمعیت فلاح المسلمین کے صدر اور اہل سنت کا درد رکھنے والے بزرگ تھے پوری زندگی خدمات دین میں بسر کی ان کی دیگر تصانیف میں ﴿ سرور کائنات ﷺ کی صاحبزادیاں، عظمت صحابہ، تحریک پاکستان میں علمائے اہلسنت (بریلوی) کی خدمات، اسلام اور سوشلزم کا مقابلہ، پاکستان اور کانگریسی علما کا کردار﴾ وغیرہ شامل ہیں

حجیت حدیث:(اردو)۔

یہ غزالی زماں علامہ احمد سعید کاظمی کی مختصر تصنیف ہے کل صفحات 23 ہیں مگر لاجواب ہے انداز تحریر منطقی اور فلسفیانہ ہے اس میں آپ نے منکرین حدیث پر کئی اعتراضات چھوڑے ہیں اس وقت میرے پیش نظر "کتب خانہ حاجی مشتاق احمد ملتان" کا مطبوعہ نسخہ ہے اور اب یہ "مقالات کاظمی" میں شامل ہے۔

علامہ کاظمی اپنے وقت کے جلیل القدر مفسر، محدث، مدرس، محقق، مصنف، واعظ متقی، پرہیزگار، عابد و زاہد اور صاحب کرامت بزرگ تھے علم وعمل میں آپ کی بلندی کو دیکھتے ہوئے علماء نے بیہقی وقت اور رازی دوراں کے لقب سے یاد کیا۔

علامہ کاظمی نے تمام تر تعلیم و تربیت اپنے برادر بزرگ محدث جلیل مولانا سید محمد خلیل کاظمی سے حاصل کی اور انہیں سے بیعت و خلافت بھی پائی، آپ نے فعال زندگی گزاری، تحریک پاکستان، تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفی ﷺ میں قائدانہ کردار ادا کیا، مدرسہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان آپ کی یادگار ہے دیگر تصانیف میں: التبیان، قرآن مجید کے پہلے پارہ کی تفسیر جس کے متعلق علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں اگر آپ کو حیات مہلت دیتی اور آپ یہ تفسیر مکمل کر لیتے تو یہ تفسیر تمام اردو تفاسیر پر فائق ہوتی۔ (تبیان القرآن، جلد 1، صفحہ 128)

اسلام اور عیسائیت، الحق المبین، حیات النبی، میلاد النبی، کتاب التراویح۔ وغیرہ شامل ہیں تفسیر قرآن کے علاوہ آپ کے تمام مقالات و رسائل کو مقالات کاظمی کے نام سے تین مجلدات میں شائع کیا گیا ہے۔

علامہ کاظمی کا سن ولادت 1913ء جب کہ تاریخ وفات 25 رمضان المبارک 1406ھ/4جون 1986ء ہے مزار شریف مرکزی عید گاہ ملتان میں مرجع خلائق ہے۔ (نور نور چہرے، صفحہ 25)

سنت کی آئینی حیثیت:(اردو)۔

علامہ بدالقادری کی تالیف، کل صفحات 70 ہیں 1419ھ/1998ء میں مسلم کتابوی لاہور نے شائع کیا، ابتدا میں علامہ محمد احمد مصباحی کی تقدیم ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے تشریعی اختیارات کے اثبات اور منکرین حدیث کے رد میں مختصر، جامع اور عمدہ کاوش ہے۔

حدیثیں کیسے جمع ہوئیں:(اردو)۔

علامہ حنیف خان رضوی کی حجیت حدیث پر شاندار کتاب ہے آپ نے اس میں منکرین حدیث کے اعتراضات کو رفع کرنے کی بجائے زیادہ گفتگو اس پر کی ہے کہ فن حدیث کن مراحل سے گزرا، صحابہ و تابعین کی اس سلسلہ میں کیا خدمات ہیں بعد کے ائمہ نے اس کو کس طرح پروان چڑھایا اور یہ علم ہم تک کن منزلوں سے گزر تا ہوا پہنچا، البتہ ابتدا میں اور کہیں کہیں درمیان میں منکرین حدیث کے شبہات کے جوابات دیتے جاتے ہیں مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور نے 2008ء میں اصول حدیث پر ان کی دوسری کتاب " اقسام حدیث،، کے ساتھ 255 صفحات پر شائع کیا ہے جبکہ ایک نسخہ شبیر برادز لاہور سے بھی مطبوعہ ہے اصل میں یہ دونوں کتب ان کی کتاب "جامع الاحادیث" کا مقدمہ ہے جسے الگ بھی شائع کیا گیا ہے۔

متون حدیث پر جدید ذہن کے اشکالات، ایک تحقیقی مطالعہ:(اردو)-

504 صفحات کی یہ ضخیم کتاب ڈاکٹر محمد اکرم ورک کی ہے الشریعہ اکادمی گوجرانوالہ نے 2012ء میں اس کا پہلا اور 2016ء میں دوسرا ایڈیشن شائع کیا، کتاب ایک مقدمہ اور چھ ابواب پر مشتمل ہے باب نمبر دوم کے علاوہ ہر باب دو یا تین فصلوں پر مشتمل ہے کتاب میں 70 سے زائد موضوعات زیر بحث آئے ہیں جن میں خالص تحقیقی اسلوب پر مستشرقین، منکرین حدیث اور اہل تجدد کے اعتراضات پر بحث کی ہے جبکہ جن روایات پر کلام ہوا ہے ان کی تعداد کم و بیش ایک سو ہے ڈاکٹر محمد ورک نے ان احادیث کو موضوع سخن بنایا ہے جن پر مستشرقین اور منکرین حدیث اعتراضات کرتے ہیں اور بڑی محنت، نکتہ رسی اور احسن انداز میں ان کے تمام شکوک و شبہات کو رفع کیا ہے ڈاکٹر اکرم ورک صاحب اس علمی کاوش اور محنت پر داد اور خصوصی دعاؤں کے مستحق ہیں۔

الدرایہ فی تحقیق الروایہ:(اردو)-

مفتی اقتدار احمد خان نعیمی کی یہ تالیف دو حصوں پر مشتمل ہے اول حصہ میں حجیت حدیث کا اثبات اور منکرین حدیث کا رد ہے جبکہ دوسرا حصہ مصطلحات حدیث پر مشتمل ہے 140 صفحات کی اس کتاب کو 2006ء میں نعیمی کتب خانہ لاہور نے شائع کیا ہے۔

سنت خیر الانام ﷺ:(اردو)-

ضیاء الامت پیر کرم شاہ ازہری کی مشہور تصنیف ہے جس کے ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور سے متعدّد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں پیر صاحب نے اسے اپنے خاص علمی و ادبی رنگ میں ڈوب کر لکھا ہے اور بعض مباحث بڑے تحقیقی ہیں۔

پیر کرم شاہ ازہری بلند پایہ مدرس، مصنف اور سیاستدان تھے تحریک نظام مصطفی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور قید و بند کی صوبتیں برداشت کیں پاکستان کی سب سے بڑی شرعی عدالت کے چیف جسٹس رہے قابل ذکر تصانیف کا ذخیرہ یادگار چھوڑا جس کی فہرست درج ذیل ہے

تفسیر ضیاء القرآن: 5 مجلدات-

اردو زبان میں مشہور و معروف تفسیر جو ملک و بیرون ملک میں بڑی تعداد میں چھپ کر اہل اسلام کے مطالعہ میں آچکی ہے تفسیر میں اختصار سے کام لیا گیا ہے آپ نے اسے جیل میں لکھا تھا جنرل ضیاء الحق نے اس کا مطالعہ کرنے کے بعد کہا اگر آج کے زمانے میں اہل علم کو سونے سے تولنے کا رواج ہوتا تو میں پیر کرم شاہ ازہری کو سونے سے تولتا۔

ضیاء النبی ﷺ: 7 مجلدات-

اردو زبان میں سیرت رسول ﷺ پر بہترین کتاب۔

مقالات: 2 مجلدات، مجموعہ وظائف، شرح قصیدہ اطیب النغم

علوم مصطفی ﷺ-

علامہ کامل دین، ساکن رتوکالا تحصیل پھلوال ضلع سرگودھا نے بزبان عربی حضور نبی اکرم ﷺ کے علم غیب کے متعلق استفسار کیا تو پیر صاحب نے عربی زبان میں ہی اس کا جامع اور مختصر جواب تحریر کیا جو کہ محمد اعجاز احسن نائب مدیر ماہنامہ ضائے حرم لاہور کے ترجمہ کے ساتھ 32 صفحات پر زاویہ پبلشرز لاہور سے شائع ہوا ہے۔

پیر کرم شاہ ازہری کی تاریخ ولادت 21 رمضان المبارک 1336ھ/ 1918ء اور تاریخ وصال 10 ذوالحجہ 1418ھ/7/ اپریل 1998ء ہے۔

سنت مبارکہ:(اردو)-

608 صفحات کی یہ ضخیم کتاب پیر عبد اللطیف خان نقشبندی کی ہے اس میں آپ نے 26 ابواب کے تحت کلام کیا ہے جن میں سے بعض یہ ہیں:

سنت مبارک، سنت کی اصل وحی الٰہی ہے، حدیث کا قرآن سے تعلق، حدیث و سنت کی حجیت اور بالا دستی، اطاعت رسول، امتیازات حدیث، کتابت حدیث، تدوین حدیث، حفاظت حدیث، فتنہ انکار حدیث اور ، احیائے سنت۔ اس کی پہلی اشاعت اگست 2000ء میں جنگ گروپ اور دوسری

اشاعت جون 2011ء میں نشان منزل پبلی کیشنز سے ہوئی ہے۔

پیر عبداللطیف خان نقشبندی درگاہ نیریاں شریف آزادکشمیر کے خلفیہ مجاز تھے 1927ء میں بھارت کے شہر جالندھر میں پیدا ہوئے دینی تعلیم کے ساتھ جدید علوم سے بھی آراستہ ہوئے مسلمانوں کی اصلاح اور دین اسلام کی تبلیغ وترویج میں زندگی بسر کی دیگر تصانیف میں: اقامۃ الصلوۃ، رابط شیخ، اسلام و روحانیت، حضور قلب، حسن نماز، مسئلہ تقدیر اور، متعلقات زوجین، وغیرہ شامل ہیں۔

تاریخ وفات 2 دسمبر 2009ء ہے اور مزار شریف گلبرگ قبرستان لاہور میں واقع ہے۔

التحریر العجیب:(سندھی)۔

اس کا پورا نام ”التحریر العجیب فی حجیت الحدیث الحبیب“ ہے یہ مفسر قرآن علامہ محمد ادریس نقشبندی کی تالیف ہے 2012ء میں 96 صفحات پر ادارہ ” خدمۃ القرآن و السنۃ “بینظیر آباد نے شائع کیا۔

سد المشارع:(عربی)۔

یہ تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان الازہری کی تصنیف ہے جو ایک ایسے شخص کے رد میں سامنے آئی جس کا کہنا تھا کہ دین کسی کا محتاج نہیں یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کا بھی اور دعوی کیا کہ یہ بات قرآن و سنت سے ثابت ہے اس کا مکمل نام ”سد المشارع فی الرد علی من یقول ان الدین یستغنی عن الشارع“ ہے کمپوز شدہ 102 صفحات muftiakhtarrazakhan.com پر موجود ہے۔

فتنہ انکار حدیث:(اردو)۔

اس کے موکف مولانا حافظ محمد ایوب دہلوی ہیں منکرین حدیث کے رد میں جو اولین لٹریچر سامنے آیا ان میں یہ کتاب بھی شامل ہے 144 صفحات پر 1377ھ / 1957ء کو ادارہ تحقیق حق کراچی نے شائع کیا دوسری اشاعت کتاب محل لاہور سے محمد رشید ارشد (استاد شعبہ فلسفہ پنجاب یونیورسٹی لاہور) کے مقدمہ کے ساتھ ہوئی ہے۔

یہ کتاب درج ذیل آٹھ مباحث پر مشتمل ہے:

☆وحی کی کتنی صورتیں ہیں، اور کیا کتاب الٰہی کے بغیر بھی وحی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ ☆حدیث رسول فی نفسہ دین میں حجت ہے یا نہیں؟ ☆احادیث رسول کا جو معتبر مجموعہ ہمارے پاس محفوظ ہے وہ یقینی ہے یا ظنی؟ ☆ظن شرعی حجت ہے یا نہیں؟ ☆احادیث مسلمہ واجب العمل ہیں یا نہیں؟ ☆منکرین احادیث کے جوابات ☆منکرین حدیث کے ترجمہ کی غلطی ☆طلوع اسلام (جون 1957ء) کے باب المراسلات کے جوابات۔

مولانا کی اس موضوع پر ایک اور کتاب ”منکر حدیث اور قربانی“ بھی ہے جبکہ دیگر تصانیف میں ☆تفسیر ایوبی: (سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کے پہلے رکوع کی تفسیر) ☆تحقیق الکلام ☆ مسئلہ جبر وقدر ☆ختم نبوت ☆ مقالات ایوبی اور ☆ مقصود کائنات شامل ہیں۔

مولانا حافظ محمد ایوب دہلوی 1888ء میں دہلی ہند میں تولد ہوئے حفظ قرآن کے بعد وہاں کے مشاہیر علما سے اسفتادہ کیا تقسیم ہند کے بعد کراچی پاکستان تشریف لے آئے اور یہیں 4 شوال المکرم 1389ھ / 13 دسمبر 1989ء کو وصال فرمایا، سید محمد زین العابدین شاہ راشدی نے انہیں ان الفاظ میں یاد فرمایا ہے ” علامہ موصوف کتاب و سنت کے ساتھ منطق و فلسفہ میں کمال درجہ کے عالم و فاضل تھے، صاحب تصنیف، قادرالکلام خطیب اور متوکل صوفی تھے بلا کے ذہین فطین، طبع اخذ اور مزاج نقاد تھے۔ (انوار علماء اہلسنت سندھ، صفحہ 78)

مقام سنت:(اردو)۔

یہ مولانا محمد مشتاق احمد چشتی کی تالیف ہے 192 صفحات پر 1398ھ کو المعارف پریس لاہور نے شائع کیا، حافظ محمد عبدالستار چشتی نے مراۃ التصانیف میں اس کا ذکر کیا ہے یہ کتاب اب تک میری نظر سے نہیں گزری۔

رسالہ حفظ حدیث:(اردو)۔

یہ مختصر رسالہ خواجہ عبداللہ جان مجددی کا ہے جو مطبع عباسی پریس کراچی سے طبع ہوا، سن اشاعت درج نہیں ہے اس رسالہ میں اس پر کلام کیا گیا ہے کہ صحابہ کرام کے بعد محدثین نے کن جاں گسل حالات سے گزر کر احادیث کی حفاظت کی اور بتدریج احادیث پر تصانیف و تالیفات لکھیں، کل صفحات 32 ہیں۔

مقالات آسی:(اردو)۔

فاضل جلیل مولانا محمد عالم آسی امرت سری مدرس، مصنف، عربی زبان وادب کے ماہر، منکسر المزاج اور درویش صفت انسان تھے مولانا غلام محمد بگوی، مولانا مفتی عبداللہ ٹونکی اور مولانا غلام قادر بھیروی جیسے معروف افاضل سے استفادہ کیا، 12 رمضان المبارک 1298ھ کو مولانا عبدالحمید کے گھر ولادت ہوئی اور 28 شعبان المعظم 1363ھ / 18 اگست 1944ء کو وصال فرمایا۔ علامہ آسی نے منکرین حدیث کے رد میں چھ مقالات سپرد قلم کیے جو کہ درج ذیل ہیں

1۔ القول المقبول فی اطاعت رسول، مطبوعہ اطاعت نمبر ہفت روزہ الفقیہ امرت سر 7 دسمبر 1929ء

2۔ قرآن الاقرآن فی اطاعت رسول، مطبعہ اطاعت نمبر، ہفت روزہ الفقیہ امرت سر 21اپریل تا 7مئی 1935ء

3۔ فریضہ قربانی اور احکام قربانی، مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرت سر 21فروری تا 7مارچ 1935ء

4۔ مسئلہ قربانی پر امت مسلمہ امرت سر کا حملہ اور اس کی مدافعت، مطبوعہ ماہ نامہ شمس الاسلام بھیرہ شریف، جولائی 1943ء

5۔ مسئلہ قربانی پر ایک سرسری نگاہ، مسلم اور مسلمہ کے درمیان تبادلہ خیالات (غیر مطبوعہ)

6۔ التنقید علی وراثت الحفید (رسالہ)

علامہ آسی کثیر التصانیف بزرگ تھے ان کی دیگر تصانیف میں سے بعض کے اسما درج ذیل ہیں:

☆تفسیر قرآن ☆سالہ تراویح ☆الکاویہ علی الغاویہ (دو جلدوں پر رد قادیانیت پر دائرۃ المعارف کی حیثیت رکھتی ہے۔) ☆الانباحیہ علی الافتاحیہ ☆ حجاب الغیب ☆تذکرہ شاہ جیلان۔ ☆ رسالہ ضرب الحنفیہ ☆ براہین الحنفیہ لدفاع الفتنۃ النجدیہ وغیرہ

(ماخوذ از۔ تذکرے اپنے آباء کے، صفحہ 541)

مقدمہ انوار الحدیث: (اردو)۔

فقیہ ملت مفتی جلال الدین امجدی کی کتاب "انوار الحدیث" کی ابتداء میں رئیس القلم علامہ ارشد القادری نے حجیت حدیث پر مختصر اور جامع مقدمہ قلم بند کیا، علامہ ارشد القادری کی دیگر تصانیف کی طرح یہ مقدمہ بھی منفرد اسلوب کا حامل ہے۔

رئیس القلم علامہ ارشد القادری مدرس، مصنف، مفتی اور بہترین مناظر تھے حافظ ملت مولانا عبدالعزیز محدث مبارک پوری اور مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری جیسے اساتذہ سے شرف تلمذ حاصل کیا، ملک و بیرون ملک دو درجن تعلیمی ادارے قائم کیے ایک درجن کے قرب مساجد بنوائیں تبلیغ قرآن و سنت کی عالم گیر غیر سیاسی تحریک دعوت اسلامی آپ ہی کی فکر کا نتیجہ ہے شعبہ صحافت میں جام نور، جام کوثر، رفاقت اور شام ملت کے نام سے چار رسائل جاری کیے، آپ اسلام و سنیت کا بڑا درد رکھنے والے تھے پوری زندگی اسلام کی تبلیغ اور عقائد اہلسنت کے تحفظ میں بسر کی، پورے ہند میں بد مذہب کہیں بھی سر اٹھاتے ان کے تعاقب میں آپ ضرور پہنچتے، بہ حیثیت مناظر پورے ہند میں آپ کی شہرت تھی جتنے بھی مناظرے کیے سب میں فتح یاب ہوئے بلکہ جھریا کے مقام پر تو آپ کے مد مقابل دیوبندی مناظر مولوی طاہر گیاوی کا پائجامہ میں پیشاب نکل گیا تھا جسے وہاں کے کثیر مسلمانوں نے بچشم سر دیکھا کئی کتب یادگار چھوڑیں جن میں:

☆زلزلہ ☆زیروزبر ☆زلف زنجیر ☆تبلیغی جماعت اور ☆لالہ زار منفرد اسلوب کی حامل ہیں اور ان کتابوں کی وجہ سے آپ کی شہرت پورے برصغیر میں پھیل گئی دیگر تصانیف میں:

☆تفسیر ام القرآن ☆ تاریخ فقہ حنفی ☆ مقام مصطفےٰ ☆ دور حاضر کے منکرین رسالت ☆عقیدہ توحید پر عقلی دلائل وغیرہ شامل ہیں۔

تاریخ ولادت 5 مارچ 1925ء اور تاریخ وفات 15 صفر المظفر 1432ھ/29اپریل 2002ء ہے۔

مقدمہ فیوض الزاہی: (اردو)۔

ڈاکٹر مفتی محمد کریم خان نے شرح نسائی کی ابتدا میں جو مقدمہ لکھا ہے اس میں حضور ﷺ کے تشریعی اختیارات اور اسلام میں حدیث کا مقام و مرتبہ کی بحث کو بھی شامل کیا ہے جو صفحہ 84 سے شروع ہو کر صفحہ 139 تک ہے۔

تدوین حدیث:

یہ مولانا عنایت اللہ بن مولانا شرافت اللہ بن مولانا کرامت اللہ فرنگی محلی کی تالیف ہے موصوف معقولات و منقولات دونوں میں اچھی دسترس رکھتے تھے مولانا قیام الدین عبدالباری، شیخ الدلائل، شیخ سید احمد برزنجی اور شیخ سید عبدالقادر حموی گیلانی سے اجازت حدیث حاصل تھی تاریخ ولادت 23 ربیع الاول 1306ھ/نومبر 1888ء اور تاریخ وفات 6 جولائی 1941ء ہے۔

(آثار الاول، صفحہ 399)

پیغمبر خدا قانون دان بھی، قانون ساز بھی: (اردو)

یہ مفتی شریف الحق امجدی کی تالیف ہے جس میں آپ نے قرآن و حدیث سے ثابت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم، نور مجسم ﷺ امت مسلمہ پر کسی چیز کو حرام و حلال کرنے کا اختیار رکھتے تھے اور شریعت اسلامیہ کے احکام میں تبدیلی کے مجاز تھے۔ مولانا محمد مزمل رضا قادری عطاری کی تحقیق و تخریج کے ساتھ 48 صفحات پر 2013ء میں تحریک فکر اسلام لاہور پاکستان نے اسے شائع کیا۔

مدنی آقا ﷺ کے روشن فیصلے: (اردو)

یہ علامہ جلال الدین سیوطی کی تصنیف "الباھر فی حکم النبی بالباطن و الظاھر" کا اردو ترجمہ ہے جسے دعوت اسلامی کی مجلس المدینۃ العلمیۃ کے شعبہ تراجم کتب کی طرف سے پیش کیا گیا ہے کل صفحات 104 ہیں اور سن اشاعت رمضان المبارک 1428ھ/اکتوبر 2007ء ہے امام جلال الدین سیوطی نے اس میں بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ ناصرف شریعت کے ظاہر میں تصرف کا اختیار رکھتے تھے بلکہ باطنی معاملات میں بھی حکم لگانے کے مجاز تھے یعنی شریعت کا ظاہر تو کچھ اور حکم لگاتا تھا مگر آپ علوم نبوت کی بناء پر کچھ اور فیصلہ فرماتے تھے اور اس پر حضور نبی رحمت ﷺ کی سیرت سے متعدد مثالیں پیش کی ہیں۔

اتمام الحجۃ علی منکر السنۃ:(اردو)

اس کا اردو نام "سنت رسول کی ضرورت واہمیت" ہے یہ علامہ نور بخش توکلی کی تالیف ہے جس میں آپ نے منکرین حدیث کے رد اور سنت رسول ﷺ کی حجیت پر کئی مضامین سپرد قلم کیے ہیں 1909ء میں دار لعلوم انجمن نعمانیہ لاہور سے اس کی اشاعت ہوئی تھی غالبا یہ اس کی پہلی اور آخری اشاعت ہے راقم الحروف کو اس کی کسی دوسری اشاعت کا علم نہیں ہو سکا۔

علامہ نور بخش توکلی عالم، فاضل، مصنف کتب نافعہ، مشائخ نقشبند میں نیک خصلت بزرگ جدید و قدیم علوم کے حامل اور عاشق رسول ﷺ تھے اپنے پیچھے بہترین کتب کا ذخیرہ یادگار چھوڑا کل 39 کتب کے اسما سامنے آئے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں

سیرت رسول عربی ﷺ:

اردو زبان میں مختصر وجامع اور سب مشہور کتاب اللہ تعالی نے اس کتاب کو بے پناہ مقبولیت عطا کی ہے اپنے وقت تصنیف سے لے کر اب تک اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں ملک و بیرون ملک کے کئی ادارے اسے بیک وقت شائع کر رہے ہیں اور اب دعوت اسلامی کے شعبہ المدینۃ العلمیہ کی طرف سے اس کا تصحیح وتخریج کے ساتھ بہترین ایڈیشن شائع ہوا ہے۔

☆ حلیۃ النبی ﷺ ☆غزوات النبی ﷺ ☆اعجاز القرآن ☆تحفہ شیعہ: دو مجلدات ☆الاقوال الصحیحہ فی جواب الجرح علی ابی حنیفہ ☆شرح ہدایہ ☆تذکرہ مشائخ نقشبند ☆سرگزشت ابن تیمیہ ☆تصوف ورہبانیت

آپ کی تاریخ ولادت 1877ء/1305ھ اور تاریخ وفات 24 مارچ 1948ء/13 جمادی الاولی 1367ھ ہے۔

(الیواقیت المہریہ، صفحہ 146، تذکرہ اکابر اہلسنت، صفحہ 559)

صحیفہ ہمام بن منبہ:(عربی)۔

صحیفہ ہمام بن منبہ علمی دنیا میں اب کسی تعارف کا محتاج نہیں رہا اسلامی تاریخ میں مجموعات احادیث میں سے اسے اب تک سب سے قدیم اور اولیت کا شرف حاصل ہے اس مجموعہ کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگرد حضرت ہمام بن منبہ کے لیے تالیف کیا تھا جس کا زمانہ تالیف 59ھ سے پہلے کا ہے جس میں 139، احادیث ہیں ڈاکٹر حمید اللہ نے اس کا ایک مخطوطہ برلین جرمنی اور دوسرا المکتبۃ الظاہریہ دمشق سے حاصل کر کے مسند امام احمد بن حنبل میں موجود اس صحیفہ کی احادیث کا تقابل کیا اور اس پر ضروری علمی کام کیا اور ابتدا میں "حدیث نبوی کی تدوین وحفاظت" کے نام سے علمی وتحقیقی مقدمہ سپرد قلم کیا، ڈاکٹر حمید اللہ کے اس علمی وتحقیقی کام کو "المجمع العلمی العربی" نے اپنے سہ ماہی مجلہ میں پہلے بالاقساط اور اس کے بعد علیحدہ کتابی صورت میں شائع کیا۔ اس کے بعد حیدرآباد کی اسلامک پبلی کیشنز سوسائٹی نے طبع کروایا، پھر دنیا بھر میں اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے اور کئی زبانوں میں ترجمہ بھی ہوا، آج بھی یہ صحیفہ اپنے متن اور ترجمہ کے ساتھ مارکیٹ میں عام دستیاب ہے۔

اس کے علاوہ عربی زبان میں اس موضوع پر آپ کا ایک مقالہ "اقدم آثار تدوین الحدیث کتابۃ" کا بھی ذکر ملتا ہے یہ مقالہ نظر سے نہیں گزرا عین ممکن ہے کہ صحیفہ ہمام بن منبہ کی ابتداء میں جو مقدمہ ہے یہ وہی ہو یا پھر علاحدہ بھی ہو سکتا ہے جبکہ تاریخ حدیث کے نام سے خطابات بہاولپور میں بھی ایک خطاب موجود ہے۔

ڈاکٹر حمید اللہ 16 محرم الحرام 1326ھ/19 فروری 1908ء کو حیدرآباد دکن کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے دینی وعصری علوم کی تحصیل کے بعد 1933ء میں جرمنی کی بن یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کر کے وہیں عربی واردو کے استاد مقرر ہوئے، 1946ء میں اقوام متحدہ کی طرف سے ریاست حیدرآباد کے سفیر مقرر ہوئے اور 1948ء میں سقوط حیدرآباد کے بعد ہجرت کر کے یورپ چلے گئے، 1952ء سے 1978ء تک ترکی کی مختلف جامعات میں پڑھاتے رہے، علمی لحاظ سے آپ کی شخصیت بڑی قد آور تھی آپ اعلی درجہ کے محقق، سیرت نگار اور مصنف تھے ایک قول کے مطابق آپ کی لکھی گئی چھوٹی بڑی کتب کی تعداد 165 سے زائد جبکہ مقالات کی تعداد کم وبیش ایک ہزار ہے قرآن اور سیرت رسول ﷺ آپ کے خصوصی موضوع تھے بلکہ ان میں تخصص حاصل تھا اپنی زندگی میں ہی نا صرف عالمی شہرت حاصل کی بلکہ تمام مسالک میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں دنیا کی 22 زبانوں کے ماہر تھے 84 سال کی عمر میں آخری زبان تھائی سیکھ لی تھی تقریبا 40000 ہزار لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا یورپ کی سرزمین پر اول درجہ کے مبلغین اسلام میں آپ کا شمار ہوتا ہے مجرد زندگی گزاری اور بیوی، بچوں سے آزاد رہ کر پوری زندگی علم وتحقیق، درس وتدریس اور تبلیغ اسلام میں صرف کی، عاجزی وانکساری کا پیکر تھے طبقہ علما میں اہل اللہ میں سے تھے میں کہتا ہوں کہ اگر آپ اولیا میں سے نہیں تھے تو اس دور میں علما میں کوئی ولی نہیں تھا اور یہ ممکن نہیں کہ اللہ رب العزت کی زمین اس کے اولیا سے خالی ہو۔

تاریخ وفات 13 شوال 1423ھ/17 دسمبر 2001ء ہے۔

جواہر مضیہ:(اردو)۔

سرسید احمد خان نے اپنے پرچہ 'تہذیب الاخلاق' مورخہ 15 ربیع الاول 1290ھ میں حدیث "من تشبہ بقوم فھو منھم" کو رد کیا اور کفار کے ساتھ ہر طرح کی مشابہت کو جائز قرار دیا جس پر مولانا غلام دستگیر قصوری نے مذکورہ رسالہ لکھا، مولانا قصوری نے اس رسالہ میں مذکورہ

حدیث پر گفتگو کے ساتھ اس سلسلہ میں سر سید احمد خان کو لکھے گئے خط اور جوابی خط کے مندرجات بھی دیے ہیں اور اس صحیح حدیث کے انکار کے ساتھ سر سید کے وہ اعتقادات جن کا ذکر انہوں نے اپنی تفسیر میں کیا ہے کا رد بھی بڑے شاندار اور زور دار دلائل کے ساتھ کیا ہے اہل ثروت کی مدد سے یہ رسالہ چھپوا کر مفت تقسیم کیا گیا کل صفحات 92 ہیں سن طباعت 1304ھ ہے۔

مولانا غلام دستگیر ہاشمی قصوری بن مولانا حسن بخش صدیقی لاہور میں پیدا ہوئے، علاقہ کے علماء سے اکتساب فیض کیا سب سے زیادہ استفادہ مولانا غلام محی الدین قصوری سے کیا، آپ کو ان کا شاگرد، خواہر زادہ، داماد، مرید باصفا اور خلیفہ ہونے کا شرف حاصل ہے تبلیغ اسلام اور مخالفین اسلام کی سرکوبی میں آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں برصغیر پاک و ہند کے ہر شہر ہر قصبہ ہر میدان اور ہر جلسہ پہنچے اور بد اعتقاد علماء کے کھوکھلے دعوؤں کے تار پور بکھیر کے رکھ دیے، پاک و ہند میں کوئی مناظر آپ کے ہمسر نہ تھا، مناظرہ بہاولپور وہ یادگار مناظرہ ہے جس میں آپ کو مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کے مقابل زبردست کامیابی ہوئی اور آپ شہرت کی بلندیوں پر پہنچ گئے، دیگر تصانیف میں:☆**فتح الرحمانی به دفع کید قادیانی**☆ **تحفه دستگیریه بجواب اثنا عشریه**☆**تقدیس الوکیل عن توهین الرشید و الخلیل**☆**عروة المقلدین**☆ جواب اشتہار کفریت درود شریف الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ، وغیرہ شامل ہیں۔

آپ کی تاریخ وفات 1315ھ/1897ء ہے۔

(ماخوذ از، تذکرہ علماء اہلسنت و جماعت لاہور، صفحہ 200 تا 217)

تاریخ علم حدیث: (اردو)

علم حدیث کی تاریخ پر یہ کتاب مفسر قرآن فیض ملت مفتی فیض احمد اویسی کی ہے آپ کی کتب کی فہرست بنام "علم کے موتی" صفحہ 111 پر اس کا ذکر موجود ہے آپ مفسر، محدث، مفتی، مصنف کتب کثیرہ، تھے بقیۃ السلف اور یادگار اسلاف تھے ہزاروں کتب کے مؤلف و مصنف تھے آپ کی کتب کی تعداد ایک قول کے مطابق چار ہزار اور ایک قول کے مطابق پانچ ہزار ہے آپ کی کتب کی فہرست "علم کے موتی" جو آپ کی حیات میں مرتب کی گی اس میں 3118 کتب کے اسماء دیے گئے ہیں جبکہ اس کے بعد بھی سلسلہ تصنیف و تالیف جاری رہا تقریبا ایک ہزار سے زائد کتب تو چھپ کر مارکیٹ میں آچکی ہیں۔ آپ کا سال ولادت 1351ھ/1932ء جبکہ تاریخ وفات 15 رمضان المبارک 1431ھ/26 اگست 2010ء ہے، آپ کے مفصل حالات ہم نے اپنی کتاب تذکرۃ الخواص جلد اول میں درج کر دیے ہیں۔

تردید انکار حدیث: (اردو)

یہ تالیف بھی فیض ملت مفتی فیض احمد اویسی کی ہے۔

حجیت حدیث: (اردو)

اس کے مؤلف بھی علامہ مفتی فیض احمد اویسی ہیں۔

حدیثیوں کے اعتراض کے جوابات: (اردو)

موضوع نام سے ظاہر ہے یہ کاوش بھی مفسر قرآن مفتی فیض احمد اویسی کی ہے۔

منکرین حدیث: (اردو)

یہ فیض ملت علامہ مفتی فیض احمد اویسی کی کاوش ہے

ھدیۃ السؤل: (اردو)

اس کا پورا نام " **هدية السؤل فی حجية حديث الرسول** " ہے اس کے مؤلف بھی ابو صالح مفتی فیض احمد اویسی ہیں مفتی صاحب کی اہم موضوعات بالخصوص فن حدیث پر اکثر کتب ابھی تک غیر مطبوعہ ہیں۔

ماخذومراجع...

(1)-القزوینی، ابی عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، بیروت، لبنان، دار المعرفہ، سنہ ندارد

(2)-اویسی، فیض ملت مفتی فیض احمد اویسی، علم کے موتی، کپوز شدہ ایڈیشن

(3)-رانا، خلیل احمد، تذکرے اپنے آبا کے، لاہور، پاکستان، ورلڈ ویو پبلشرز، مارچ 2020ء رجب المرجب 1441ھ

(4)-راشدی، سید زین العابدین شاہ، انوار علمائے اہلسنت سندھ، لاہور، پاکستان، زاویہ پبلشرز 2006ء

(5)-سعیدی، مفسر قرآن علامہ غلام رسول، تبیان القرآن، لاہور، پاکستان، فرید بک سٹال، ربیع الاول 1420ھ جون 1999ء

(6)-فاروقی، پیرزادہ اقبال احمد، تذکرہ علماء اہلسنت و جماعت لاہور، لاہور، پاکستان، مکتبہ نبویہ 2013ء

(7)-قادری، علامہ عبدالحکیم شرف، خلفاء امام احمد رضا، لاہور، پاکستان، مکتبہ شمس و قمر، رمضان المبارک 1432ھ/اگست 2011ء

(8)-قادری، علامہ عبدالحکیم شرف، نور نور چہرے، لاہور، پاکستان، نوری کتاب خانہ، 2005ء

(9)-گولڑوی، علامہ غلام مہر علی، الیواقیت المہریہ، چشتیاں، پاکستان، مکتبہ مہریہ، سنہ ندارد

(10)-مجددی، مولانا ضیاء الحامدی، دین میں حدیث رسول کی اہمیت، ملتان، پاکستان، مکتبہ فلاح المسلمین، سنہ ندارد

(11)-محلی، مولانا قیام الدین عبدالباری فرنگی، محقق ڈاکٹر خوشتر نورانی، آثار الاول من علماء فرنگی محل، لاہور، پاکستان، ورلڈ ویو پبلیشرز، جون 2020ء

☆☆☆☆☆

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین/سوال آپ بھی کر سکتے ہیں

آپ کے مسائل

مفتی اشرفیہ محمد نظام الدین رضوی کے قلم سے

یوسف چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک قوم کی توجیہ

ایک شخص حضرت یوسف چشتی رحمہ اللہ کی خدمت میں بیعت کے لیے آیا "خواجہ در حالتے بود"۔ ارشاد ہوا کہ تم "لا الہ الا اللہ چشتی رسول اللہ" کہو تو تم کو بیعت میں لے لوں گا۔ اس نے پڑھ لیا۔ خواجہ نے فرمایا: سنو کلمہ وہی ہے یعنی (لا اله الا الله محمدٌ رسول الله) میں تمھارا امتحان لے رہا تھا (مفہومِ عبارت)۔ اس قول کی توجیہ یا تاویل کیا ہوگی؟

(الجواب)---------------------

اولیاء اللہ کے کچھ کلمات متشابہات سے ہوتے ہیں۔ جن کا معنی مراد ہم جیسے لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ اس طرح کے کلمات ان کے خاص اسرار سے ہوتے ہیں جن کی مراد اسی پایہ کے لوگ سمجھتے ہیں۔ عموماً اس طرح کے پر اسرار کلمات ان کی زبان پاک سے اس وقت صادر ہوتے ہیں جب وہ قرب خداوندی کی خاص حالت میں ہوتے ہیں۔ "در حالتے بود" سے اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اس حالت میں بھی ان کی باتیں ہوش مندوں کی طرح ہوتی ہیں۔ دنیا سمجھتی ہے کہ وہ ہوش میں ہیں حالاں کہ اس وقت وہ قرب ربانی کی خاص کیفیت سے سرشار اور مدہوش ہوا کرتے ہیں۔ یہ حضرات — دیوانگان عشق معرفت ہوتے ہیں اور اس وجہ سے وہ شریعت کے قلم رو سے باہر ہوتے ہیں جیسے دنیا کا دیوانہ شریعت کے قلم رو سے باہر ہوتا ہے۔ ہم نے کچھ دیوانوں سے باتیں کی ہیں اور ان کی باتیں سنی ہیں کبھی کبھی وہ بہت ٹھکانے کی باتیں کرتے ہیں جو حقیقت میں ان کے لاشعور کی باتیں ہوتی ہیں۔ یہ حضرات بھی جب فكنت سمعه الذي يسمع به[1] کے مقام قرب پر فائز ہوتے ہیں تو لاشعور میں بظاہر شعور کے مشابہ باتیں کرتے ہیں۔ دنیا ان کی غیر مخلوط اور بامعنی باتوں کو سن کر انھیں اہل شعور سے سمجھتی ہے، حالاں کہ وہ باتیں لاشعور کی ہوتی ہیں ہم کبھی کبھی کم سن بچوں سے بھی کچھ شعور کی باتیں سن لیا کرتے ہیں اگرچہ نادراً سہی، حالاں کہ ابھی ان کا شعور بیدار نہیں ہوتا۔

متشابہات ایسے کلمات کو کہتے ہیں جن کا ظاہری معنیٰ اہل زبان کے نزدیک متعیّن ہوتا ہے مگر قائل کی مراد اس سے کچھ اور ہوتی ہے، جو اس کے اسرار سے ہوتی ہے۔ ایسے کلمات وہ اپنے خاصانِ معرفت سے کہتا ہے، جو رمز شناس ہوتے ہیں۔ آج کل کی بول چال میں "کوڈ ورڈ" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جس کے ظاہری معنی کچھ بھی ہوں مگر معنی مراد قائل اور مخاطب جانتے ہیں۔ بلاغت کی اصطلاح میں ایک خاص لفظ "توریہ" بولا جاتا ہے، جس کا معنی قریب کچھ اور معنی بعید کچھ اور ہوتا ہے۔ وہ بھی اسی نوع اسرار کی ابتدائی قسم ہے جسے اس نوع اسرار کا الف ب کہا جا سکتا ہے۔ اور کوڈ ورڈ کو اس کی دوسری نوع کہنا چاہیے جس کا معنی مراد چند واقفان اسرار کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اولیاء اللہ کے کلمات معرفت کو اس مثال کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ ان کے متشابہات دوسرے خاصان خدا کے لیے ایک طرح کا کلمۂ سر ہیں، جن کے معنی مراد وہ باہم خوب سمجھتے ہیں۔ اس سے ایک درجہ اوپر چلیے تو رسول اللہ ﷺ کے کلمات میں بھی متشابہات ملیں گے اور متشابہات کا آخری درجہ خدائے ذوالجلال کے کلمات متشابہات کا ہے جس کے معنی مراد تک بس رسول مرتضیٰ ﷺ کی رسائی ہوتی ہے یا جس پر آپ کا کرم خاص ہو جائے۔ اس طرح کلمات اسرار کے کئی درجات سامنے آئے۔

(1)- خدائے پاک کے کلماتِ اسرار یہی اصل متشابہات ہیں۔

(2)- رسولِ مرتضیٰ کے کلماتِ اسرار، انھیں بھی متشابہات کہا جاتا ہے۔

(3)- خاصان خدا کے کلمات اسرار، تعبیر و تفہیم کی آسانی کے لیے ہم انہیں بھی متشابہات کہتے ہیں۔

(4)- دانش وروں کے کلمات اسرار جنھیں کوڈ ورڈ کہا جاتا ہے۔

آخری دونوں درجات آسان سے آسان تر ہیں پھر بھی عامۂ ناس کی

---

(1)- صحيح البخاري، ج:2، ص:963، كتاب الرقاق، باب التواضع، مجلس البركات، مبارك پور

دسترس سے باہر ہیں اوران کے اوپر کا ہر درجہ پہلے سے زیادہ عسیر الفہم اور دشوار تر ہے۔ ان کی مراد پر آگاہی بس اسی کو ہو سکتی ہے جو قائل کے رمزشناس ہوں۔

حضرت خواجہ یوسف چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حالتِ قرب ربانی میں کوئی صاحب مرید ہونے کے لیے آئے ظاہر یہی ہے کہ وہ بھی رمزشناس تھے۔ حالت ظاہری میں اہل ظاہر مرید ہوتے ہیں اور حالت قرب میں اہل قرب۔ مرید ہونے والے بزرگ بھی حالتِ قرب میں ہی تھے مگر قریب واقرب کا فرق تھا۔ مرید ہونے سے مقصود منزل اقربیت تک رسائی تھی۔ یہ بیعتِ ارشاد نہیں تھی بیعت ایصال تھی۔ اس لیے مراد نے مرید کا امتحان لیا کہ رمزشناس ہو تو قریب آئے ورنہ بیعت کے لائق نہیں۔ وہ امتحان میں کامیاب رہے جو مرید ہو کر مراد ہوئے۔ رسول کا معنیٰ قاصد ہوتا ہے ممکن ہے ان کی مراد اس کلمۂ سر سے قاصد بواسطہ ہو مگر ہم اہل ظاہر اپنے اشباہ کو اس کی اجازت نہیں دیتے۔ جو لوگ شریعت کے قلم رو سے باہر ہیں ان پر ایسے لوگوں کو قیاس نہیں کیا جاسکتا جن پر شریعت کا کام جاری وساری ہے۔ قیاس کے لیے علتِ مشترکہ چاہیے مگر یہاں اشتراک الگ چیز ہے فی الواقع نسبت اشتراک بھی نہیں۔ چہ نسبتِ خاک را با عالم پاک۔

میان عاشق ومعشوق رمزیست
کراماً کاتبیں راہم خبر نیست

آج میں بھی ایک حالت میں ہوں بیمار اور سخت کمزور۔ سوچا تھا آج سوال و جواب سے الگ رہ کر کچھ ذہنی سکون حاصل کرلوں مگر آپ کا سوال سن کر محسوس ہوا کہ ذہنی سکون اس کے جواب میں ہے۔ تو چند سطور اللہ کے فضل پر بھروسا کر کے املا کرادیں۔ ایک ظاہر بیں اہل باطن کے کلام کی تشریح کیا کر سکتا ہے۔ مگر حکم تھا کچھ عرض کر دیا۔ حق یہ ہے کہ "ذوق ایں مے نہ شناسی بخدا تانہ چشی"۔

-*-*-*-*-

شرط کے ساتھ ڈالر کی بکنگ کا پیشگی حکم

مسئلہ یہ ہے کہ کوئی ڈالر کی فارورڈ بکنگ کرواتا ہے مثلاً ساؤتھ افریقہ کی کرنسی کے ذریعے ڈالر بک کرواتا ہے۔ اس طرح کہ اگلے تین ماہ تک ڈالر کی قیمت جتنی بھی کم یا زیادہ ہو مگر وہ اپنے بک کروائے گئے پیسوں کے مطابق ہی اگلے تین ماہ تک ڈالر خریدے گا۔ لیکن جتنے ڈالر اس نے بک کروائے ہیں اگر وہ اس سے کم خریدتا ہے تو اسے penalty یا difference ادا کرنا ہوگا جتنے کم خریدیں اس پر۔ تو آیا یہ فارورڈ بکنگ اور ڈیفرنس ادا کرنا درست ہے یا نہیں؟

(الجواب)-------------------

یہ فارورڈ بکنگ ناجائز و گناہ ہے کیوں کہ یہ غرر و ضرر پر مشتمل ہے۔ غرر یوں کہ ہر آن یہ اندیشہ ہے کہ ڈالر کا دام بڑھ جائے تو یہ گھاٹے کا سودا ہوگا اور ڈالر کا دام بڑھ جانے کی صورت میں خریداری ہو یا نہ ہو ضرر متعیّن ہے۔ خریداری ہو تو بڑھا ہوا دام ضرر ہے جو ظاہر ہے اور خریداری نہ ہو تو پنالٹی یا ڈفرنس دینا پڑے گا یہ بھی کھلا ضرر ہے پھر ایسا معاہدہ ہی ناجائز ہے کہ ضرر واضح اور یقینی ہو پھر بھی اسے خریدنا پڑے ایسے عقد کی شریعت میں کوئی نظیر نہیں۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لا ضرر و لا ضرار (نہ کسی کو ضرر دو نہ ضرر اٹھاؤ)۔ نیز یہ جان بوجھ کر اپنے مال کو ضائع کرنا ہے اور یہ بھی حرام ہے۔ اس کی صراحت کتب فقہ وحدیث میں ہے۔

بلکہ حق یہ ہے کہ کسی ملک کی کرنسی اس معاہدہ کے ساتھ بک کرنا کہ اس کے بدلے تین ماہ کے اندر ڈالر خریدنا پڑے گا خواہ ڈالر کا دام گھٹے یا بڑھے بلفظ دیگر نفع ہو یا نقصان عقد قمار ہے یعنی جوا بازی کیوں کہ اس معاہدے کے ساتھ فارورڈ بکنگ در اصل امید موہوم پر پانسا ڈالنا ہے۔ قسمت نے ساتھ دیا تو نفع ملے گا ورنہ کفِ افسوس ملنا پڑے گا۔ یہ خالص جوا ہے جو حرام ہے۔ در اصل جوا بازی کی یہ شکل کسی چال باز شخص کی ذہنی اپج ہے۔ اس نے اس کے چہرے پر خرید وفروخت کا لیبل لگایا ہے تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ یہ تو خرید فروخت ہے جو جائز ہے، علما سے پوچھیں تو وہ بھی جائز بتائیں کیوں کہ اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے حالاں کہ اللہ نے بیع کو صرف حلال کیا ہے، لازم نہیں کیا ہے کہ فلاں سامان تم کو ہر حال میں خریدنا ہی پڑے گا۔ قرآن پاک میں اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ ہے، کَتَبَ اللّٰہُ الْبَیْعَ نہیں ہے۔ اس فرق کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے تاکہ شاطر ذہن کے مغالطہ سے بچا جا سکے۔ تو پس پردہ یہ جوا ہے کیوں کہ جس معاہدے کے تحت یہ کاروبار ہوگا وہ اسے جوا بنا دیتا ہے۔

ہاں اگر ڈیفرنس یا پنالٹی نہ دینا پڑے یا خریداری لازمی نہ ہو تو یہ عقد جائز ہوگا۔ و اللہ تعالیٰ اعلم

-*-*-*-*-

سوگ کتنے دنوں تک مناسکتے ہیں؟

ایک شخص کا عرب شریف میں انتقال ہو گیا ہے، بعض اوقات مٹی میں ہفتوں لگ جاتا ہے اس دوران گھر والے کیا کریں، فاتحہ کب ہوگا، کھانا گھر پر کب بنے، جان پہچان والے کھانا بھیجتے ہیں، ان کا کھانا

کب تک لیا جائے، کاروبار کب سے شروع کیا جائے؟

(الجواب)--------------------

ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾(القران الکریم۔ سورۃ الحج، آیۃ:78)

اللہ نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔

بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"الدین یسر" (دین آسان ہے)

درِ مختار میں ہے:

"و يباح الحداد على قرابةٍ ثلاثةَ أيام فقط وللزوج منعها لأن الزينة حقه."

اس کے تحت ردالمحتار میں ہے:

"أي الحديث الصحيح"لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تحدّ فوق ثلاث إلّا على زوجها، فإنها تحد أربعة أشهر وعشرا" فدلّ على حله في الثلاث دون مافوقها." (رد المحتار على الدر المختار، ج:5، ص:176، كتاب الطلاق/ فصل في الحداد، دار إحياء التراث العربي، بيروت، لبنان)

ان نصوص کے پیشِ نظر حکم یہ ہے کہ فوراً قرآن خوانی اور ایصال ثواب کر کے معمول کے مطابق زندگی گزاریں اور کاروبار جاری کر دیں۔ موت کے بعد تین دن سے زیادہ سوائے بیوی کے سوگ منانا جائز نہیں اس لیے تین دن کے بعد سوگ نہ منائیں معمول کے مطابق کھانا پکائیں اور کھائیں اور کسبِ معاش میں لگ جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

-*-*-*-*-*-

آدھار کارڈ سے پیسے نکالنے پر کمیشن لینے کا حکم

آدھار کارڈ کے ذریعے کچھ دکاندار، لوگوں کے روپے نکالتے ہیں اور وہ ان لوگوں سے 100 روپے سے 1000 روپے تک 10 روپیہ سروس چارج کے طور پر لیتے ہیں، تو کیا اس طرح سروس چارج کے طور پر روپے لینا جائز ہے یا نہیں. برائے مہربانی جواب عنایت فرمائیں نوازش ہوگی۔

(الجواب)--------------------

جائز کام پر اجرت لینا، دینا جائز ہے اور اپنی مشین کے ذریعے کسی کے کھاتے سے روپے نکال کر اسے دینا یہ جائز کام ہے اس لیے اس پر طے شدہ اجرت لینا جائز ہے، ہاں کسی کی مجبوری سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہیے اور 100 روپے پر 10 روپے لینا کچھ اسی طرح کا کام ہے اس لیے اجرت کی مقدار کم کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

-*-*-*-*-*-

ایک دل نشین مثال سے وحدۃ الوجود کی تفہیم

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیانِ شرعِ متین مسئلۂ ہذا میں کہ زید سنی حنفی عالم تھا اور اسے سلاسل اربع یعنی سلسلۂ قادری، چشتی، نقشبندی اور سہروردی سے اجازت و خلافت حاصل تھی جیسا کہ اس کے مریدین بتاتے ہیں، زید کا وصال ہو چکا ہے، میں نے جب اس کے مریدین سے زید کے عقیدے کے متعلق دریافت کیا تو ان لوگوں نے زید کی تحریر پیش کی اور کہا کہ یہی زید کا عقیدہ تھا، اس تحریر کی نقل حسب ذیل ہے۔

"اللہ محض موجود ہے نہ کہ غیر اللہ بھی اور تمامی موجودات اس کی شیونات اور عین اس کی ہیں اور سب سے بہتر شان اس کی مجموعۂ جمیع شیونات محمد ﷺ ہیں، جو سب سے عبدِ اعلیٰ، عینِ معبود، روحِ حق، عینِ حق، نورِ ذاتِ حق، عینِ ذاتِ حق و مظہرِ اتم و آئینۂ اکملِ حق، مصدر و موردِ قرآنِ حق ہیں، میرا وجود ان پہ قربان صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ و اولیاء امتہ و من تابعہم اجمعین۔ اور اس کی بہترین شیونات سے جمیع انبیا و رسل و ملائکہ علیہم السلام اور صحفِ انبیا و کتبِ رسل علیہم السلام اور ان کی شریعتیں اور قیامتِ کبریٰ اور دوزخ و جنت بھی ہیں اور ہر ہر فرد افرادِ فصولِ اصنافِ نوعِ انسان و جن پہ اتباعِ رسالت و نبوت ولایت محمد رسول و نبی و ولی ﷺ واجب جس نے ان کے احکامِ کلی کا اتباع کیا وہ داخلِ جنت، وصالِ حق اور اس کا دوست اور جس نے ان کے احکام سے بکلی منہ موڑا وہ فی النار والسقر دشمنِ حق ضرور بالضرور ہے، اور اللہ تعالیٰ کا ظہور، اللہ تعالیٰ کی شیوناتِ کلی کا مجموعہ اور حدوث و قدم اس کے بحرِ عمائے ذات کی دو موجیں، اس کے ظہور کو اس کے بطون میں فنا کر کے بقا بخشنے والی ہیں، چناں چہ میں بھی اس کے شیونات سے ایک ایسی شان ہوں کہ جس میں وہ بکلی ظاہر اور میں اسی میں بکلی باطن، اس کے کلمات سے ایک کلمہ عبدِ ادنیٰ ہوں، جس میں وہ بطور معنیٰ مستتر۔ میرا مرجوع مطلوب مقصود معشوق معبود معروف باقی قدیم ازلی ابدی ہے۔ اور وہ ظہوراً خلق اور بطوناً حق تشبیہ میں تنزیہ، تنزیہ میں تشبیہ، بلکہ ظہور کا ظہور اور بطون کا بطون غرض کہ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ہے۔"

برائے مہربانی قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ بیان فرمائیں کہ

زید مسلم مومن تھا کہ نہیں اور زید کے مرید کی اقتدا میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا تؤجروا عند الله أجراً عظیما.

(الجواب)----------------------

فتاویٰ رضویہ میں امام اہل سنت، امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے اس مسئلے پر بڑی اچھی روشنی ڈالی ہے اور مثال محسوسی کے ذریعہ اسے ذہنوں میں اتارا ہے، ہم یہاں اسے نقل کرتے ہیں، وہی آپ کے اس مسئلے کا جواب بھی ہے، فتوے کے کلمات ہیں:

یہاں تین چیزیں ہیں: ☆توحید ☆وحدت ☆اتحاد۔

توحید مدار ایمان ہے اور اس میں شک کفر ہے، اور **وحدتِ وجود** حق ہے، قرآن عظیم واحادیث وارشادات اکابر دین سے ثابت ہے، اور اس کے قائلوں کو کافر کہنا خود شنیع، خبیث کلمۂ کفر ہے، رہا **اتحاد** وہ بیشک زندقہ والحاد اور اس کا قائل ضرور کافر، اتحاد یہ کہ یہ بھی خدا، وہ بھی خدا، سب خدا، گر فرق مراتب نکنی زندیقی ست۔

حاش لله، الٰہ الٰہ ہے اور عبد عبد، ہرگز نہ عبد، الٰہ ہو سکتا ہے نہ الٰہ عبد اور وحدتِ وجود یہ کہ وہ صرف موجود واحد، باقی سب ظلال و عکوس ہیں، قرآن کریم میں ہے۔ **كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ.**

صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن ابن ماجہ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، حضور اکرم فرماتے ہیں: اصدق كلمة الشاعر كلمة لبيد: أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللهَ بَاطِلٌ. سب میں زیادہ سچی بات جو کسی شاعر نے کہی لبید کی بات ہے کہ "سن لو اللہ عزوجل کے سوا ہر چیز اپنی ذات میں محض بے حقیقت ہے۔"

کتب کثیرہ مفصلہ، اصابہ نیز مسند میں ہے سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی: **فأشهد أن الله لا رب غيره * وانك مامون على كل غائب.**

(میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمیع غیوب پر امین ہیں) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا۔

اقول یہاں فرقے تین ہیں: **اول** خشک اہل ظاہر کہ حق وحقیقت سے بے نصیب محض ہیں۔ یہ وجود کو اللہ ومخلوق میں مشترک سمجھے ہیں۔ **دوم** اہل حق وحقیقت کہ بمعنی مذکور قائلِ وحدتِ وجود ہیں۔ **سوم** اہل زندقہ وضلالت کہ الٰہ ومخلوق میں فرق کے منکر اور ہر شخص وشے کی الوہیت کے مقر ہیں۔

تقریبی مثال سے تفہیم: ان کے خیال واقوال اس تقریبی مثال سے روشن ہوں گے، ایک بادشاہ اعلیٰ جاہ آئینہ خانہ میں جلوہ فرما ہے جس میں تمام مختلف اقسام واوصاف کے آئینے نصب ہیں، آئینوں کا تجربہ کرنے والا جانتا ہے کہ ان میں ایک ہی شی کا عکس کس قدر مختلف طوروں پر متجلی ہوتا ہے، بعض میں صورت صاف نظر آتی ہے بعض میں دھندلی، کسی میں سیدھی کسی میں الٹی، ایک میں بڑی ایک میں چھوٹی، بعض میں پتلی بعض میں چوڑی، کسی میں خوشنما کسی میں بھونڈی، یہ اختلاف ان کی قابلیت کا ہوتا ہے ورنہ وہ صورت جس کا اس میں عکس ہے خود واحد ہے، ان میں جو حالتیں پیدا ہوئیں متجلی ان سے منزہ ہے، ان کے الٹے، بھونڈے، دھندلے ہونے سے اس میں کوئی قصور نہیں ہوتا۔ ولله المثل الاعلى.

اب اس آئینہ خانے کو دیکھنے والے تین قسم ہوئے:

اول ناسمجھ بچے، انھوں نے گمان کیا کہ جس طرح بادشاہ موجود ہے یہ سب عکس بھی موجود ہیں کہ یہ بھی تو ہمیں ایسے ہی نظر آتے ہیں جیسے وہ، ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ اس کے تابع ہیں جب وہ اٹھتا ہے یہ سب کھڑے ہو جاتے ہیں، وہ چلتا ہے یہ سب چلنے لگتے ہیں، وہ بیٹھتا ہے یہ سب بیٹھ جاتے ہیں تو عین یہ بھی اور وہ بھی، مگر وہ حاکم ہے یہ محکوم، اور اپنی نادانی سے نہ سمجھا کہ وہاں تو بادشاہی بادشاہ ہے، یہ سب اسی کے عکس ہیں اگر اس سے حجاب ہو جائے تو یہ سب صفحۂ ہستی سے معدوم محض ہو جائیں گے، ہو کیا جائیں گے اب بھی تو حقیقی وجود سے کوئی حصہ ان میں نہیں حقیقۃً بادشاہ ہی موجود ہے باقی سب پر تو کی نمود ہے۔

دوم اہل نظر وعقل کامل، وہ اس حقیقت کو پہنچے اور اعتقاد بنائے کہ بیشک وجود ایک بادشاہ کے لیے ہے موجود ایک ہی ہے یہ سب ظل وعکس ہیں کہ اپنی حد ذات میں اصلا وجود نہیں رکھتے اس تجلی سے قطع نظر کر کے دیکھو کہ پھر ان میں کچھ رہتا ہے حاشا عدم محض کے سوا کچھ نہیں، اور جب یہ اپنی ذات میں معدوم وفانی ہیں اور بادشاہ موجود، یہ اس نمود میں اسی کے محتاج ہیں اور وہ سب سے غنی، یہ ناقص ہیں وہ تام، یہ ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں، اور وہ سلطنت کا مالک، یہ کوئی کمال نہیں رکھتے، حیاۃ، علم، سمع، بصر، قدرت، ارادہ، کلام، سب سے خالی ہیں اور وہ سب کا جامع، تو یہ اس کا عین کیونکر ہو سکتے ہیں، لاجرم یہ نہیں کہ یہ سب وہی ہیں بلکہ وہی وہ ہے اور یہ صرف اس تجلی کی نمود، یہی حق وحقیقت ہے اور یہی وحدۃ الوجود۔

سوم عقل کے اندھے سمجھ کے اوندھے ان ناسمجھ بچوں سے بھی گزر گئے، انھوں نے دیکھا کہ جو صورت بادشاہ کی ہے وہی ان کی، جو حرکت وہ کرتا ہے یہ سب بھی، تاج جیسا کہ اس کے سر پر ہے بعینہ ان

کے سروں پر بھی، انھوں نے عقل ودانش کو پیٹھ دے کر بکنا شروع کیا، کہ یہ سب بادشاہ ہیں اور اپنی سفاہت سے وہ تمام عیوب ونقائص کہ نقصان قوابل کے باعث ان میں تھی خود بادشاہ کو ان کا مورد کردیا، جب یہ وہی ہیں تو ناقص عاجز محتاج، الٹے، بھونڈے، بدنما، دھندلے کا جو عین ہے قطعاً انھیں ذمائم سے متّصف ہے۔ تعالیٰ اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا۔

انسان عکس ڈالنے میں آئینے کا محتاج ہے اور وجود حقیقی احتیاج سے پاک، وہاں جسے آئینہ کہئے وہ خود بھی ایک ظل پھر آئینے میں انسان کی صرف سطح مقابل کا عکس پڑتا ہے جس میں انسان کے صفات مثل کلام وسمع وبصر وعلم وارادہ وحیات سے اصلا نام کو بھی کچھ نہیں آتا لیکن وجود حقیقی عزجلالہ کی تجلی نے اپنے بہت ظلال پر نفس ہستی کے سوا ان صفات کا بھی پرتو ڈالا یہ وجود اور بھی ان بچوں کی نافہمی اور ان اندھوں کی گمراہی کی باعث ہوئیں اور جن کو ہدایت حق ہوئی وہ سمجھ لئے کہ:

یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پرتو آں
ہرکجامی نگری انجمنے ساختہ اند

انھوں نے ان صفات اور خود وجود کی دو قسمیں کیں: حقیقی، ذاتی، کہ متجلی کے لیے خاص ہے، اور ظلی عطائی کہ ظلال کے لئے ہے اور حاشا یہ تقسیم اشتراک معنی نہیں بلکہ محض موافقت فی اللفظ، یہ ہے وہ حق حقیقت وعین معرفت وللہ الحمد۔

الحمدلله الذي هدانا لهذا وما كنا لنهتدي لولا أن هدانا الله لقد جاءت رسل ربنا بالحق، صلى الله تعالىٰ عليهم وعلى سيدهم ومولاهم وبارك وسلم. (فتاویٰ رضویہ، جلد ششم، ص: ۱۳۲-۱۳۴، رضا اکیڈمی، ممبئی) **و الله تعالى أعلم.**

-*-*-*-*-

قاضیِ اسلام کی اجازت سے آج کے حالات میں نیا جمعہ قائم کرنا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اس وقت کورونا نام کی وبا پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے، خود ہمارے ملک ہندوستان میں اس کا شدید اثر پایا جارہا ہے جس سے لوگوں کی حفاظت کے پیش نظر حکومت ہند نے تمام عبادت گاہوں کو بند کردیا تھا اور مسلمان پنج وقتہ نماز کی طرح جمعہ کے دن بھی ظہر کی نماز اپنے اپنے گھروں میں ادا کررہے تھے۔ لیکن ادھر 7/ستمبر سے کچھ شرطوں کے ساتھ مسجدیں کھولی گئی ہیں جن کی پابندی لازم ہے، خلاف ورزی جرم ہے اور سزا بھی ہوسکتی ہے۔ ان ہی شرطوں میں سے ایک شرط سوشل ڈسٹینسنگ یعنی ہر دو نمازی کے درمیان کم از کم چھ فٹ کا فاصلہ رکھنا ہے۔ اب جب اس شرط کو ملحوظ رکھتے ہوئے نماز جمعہ ادا کی جائے تو بہت کم لوگ ادا کرسکتے ہیں اور اکثریت اس سے محروم رہے گی جنہیں شریک ہونے سے روکنا بھی ممکن نہیں اور نہ کوئی ایسی جگہ ہے جہاں باقی لوگ نماز ادا کرسکیں تو اس مجبوری کی وجہ سے ایک ہی مسجد میں متعدّد بار نماز جمعہ کی جماعت قائم کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اگر قائم کی جاسکتی ہے تو اس کی کیا صورت ہوگی؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

(الجواب)--------------------

کسی مدرسہ کے احاطے یا وسیع میدان میں شامیانہ لگاکر قاضیِ اسلام کی اجازت سے امام وخطیب مقرر کرکے جمعہ قائم کرسکتے ہیں، جہاں قاضیِ اسلام نہ ہو وہاں عامۂ علما وعوام باتفاق رائے امام وخطیب مقرر کرسکتے ہیں، جماعتِ جمعہ وعیدین پنج گانہ کی طرح نہیں، فتاویٰ رضویہ ج:3، ص:803 (رضا اکیڈمی ممبئی) کے فتوے پر عمل کرسکتے ہیں، اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

-*-*-*-*-

زندوں کی قربانی میں میت کے نام شامل کرنے اور میت پر غیر اختیاری طور پر آنسو بہ جانے کا حکم

سوال (1) اگر مجھے اپنی مرحومہ بہن کے نام سے قربانی کرنا ہو تو حکمی شہیدہ مرحومہ صنوبر منصور لطیف کے نام سے قربانی کرنا بہتر ہے یا مرحومہ صنوبر منصور لطیف کے نام سے مناسب رہے گا؟

سوال (2)- اگر ایک بڑا جانور خرید لیا جائے اور اس میں گھر کے تمام افراد کا نام شامل کرکے ساتھ میں میری مرحومہ بہن کا بھی نام شامل کرلیا جائے تو کیا قربانی درست ہوگی؟

سوال (3)- اب مجھے اپنی مرحومہ بہن کی یاد آتی ہے تو بڑی شدت سے رونا آتا ہے اور آنکھوں سے بہت آنسو بہنے لگتے ہیں۔ اس وقت میں اس کے لئے بہت کچھ پڑھ کر ایصال ثواب کرتا ہوں۔ کیا مرحومہ کے لیے میرا رونا اور آنسو بہانے میں کوئی گناہ تو نہیں ہے؟ لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ رو مت، کیوں کہ رونے سے مرنے والے کو تکلیف ہوتی ہے اور بیچ میں سمندر بن جاتا ہے تو کیا میرے رونے سے میری مرحومہ بہن کو تکلیف ہوتی ہے کیا یہ سچ ہے؟

(الجواب)--------------------

(1)- آپ کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جو نام چاہیں ذکر

کریں۔"شہید حکمی" کا اضافہ بھی مناسب ہے جس نام سے بھی قربانی کریں مقصود اللہ عزوجل کی رضا اور ان کو ایصال ثواب ہو تو خدائے پاک اسے قبول فرمائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(2)–ہاں قربانی درست ہوگی۔ ایک بڑے جانور میں سات حصے ہوتے ہیں اور ہر حصے کے ساتھ نیت، قربانی یا کسی عبادت کی ہونا چاہیے اور یہاں تو مرحومہ بہن کی طرف سے بھی نیت قربانی کی ہی ہے تو ضرور وہ قربانی صحیح و درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(3)–یہ رونا رقتِ قلب کی وجہ سے غیر اختیاری طور پر ہوتا ہے، یہ گناہ نہیں۔ یہ تو رحم دلی اور زیادہ محبت و لگاؤ کے باعث ہے۔ آپ مرحومہ بہن کی یاد آنے پر ایصال ثواب کرتے ہیں اور اس موقع سے آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج اور کوئی گناہ نہیں اور ایصال ثواب تو مستحب ہے جو باعثِ اجر ہے۔ ایک بار حضور سید عالم ﷺ کی آنکھوں سے آپ کے نواسے یا نواسی کے وصال پر آنسو بہنے لگے تو صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ آپ تو اس سے منع کرتے ہیں اور خود رو رہے ہیں تو سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا یہ رحم دلی ہے۔ یہ حدیث پاک کے کلمات کا خلاصہ ہے، ہم یہاں اس مضمون کی دو حدیثیں پیش کرتے ہیں:

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ –ﷺ– فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ إِحْدَى بَنَاتِهِ تَدْعُوهُ وَتُخْبِرُهُ أَنَّ صَبِيًّا لَهَا – أَوِ ابْنًا لَهَا– فِي الْمَوْتِ فَقَالَ لِلرَّسُولِ ارْجِعْ إِلَيْهَا فَأَخْبِرْهَا "إِنَّ لِلَّهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى" فَمُرْهَا فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ. فَعَادَ الرَّسُولُ فَقَالَ إِنَّهَا قَدْ أَقْسَمَتْ لَتَأْتِيَنَّهَا . قَالَ فَقَامَ النَّبِيُّ –ﷺ– وَقَامَ مَعَهُ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَانْطَلَقْتُ مَعَهُمْ فَرُفِعَ إِلَيْهِ الصَّبِيُّ وَنَفْسُهُ تَقَعْقَعُ كَأَنَّهَا فِي شَنَّةٍ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ : مَا هَذَا يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ: "هَذِهِ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللهُ فِي قُلُوبِ عِبَادِهِ وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ." (الصحيح لمسلم، ج:١، ص:٣٠١، كتاب الجنائز، مجلس البركات، مبارك فور)

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ آپ کی شہزادی نے آپ کو خبر بھیجی کہ سرکار کا نواسہ یا نواسی فوت ہونے کے قریب ہے، حضور تشریف لائیں، رسول اللہ ﷺ نے قاصد سے فرمایا کہ واپس جاکر ان سے کہو کہ جو اللہ تعالیٰ نے لے لیا وہ اسی کا تھا اور جو اس نے دیا وہ (بھی) اسی کا ہے، ہر چیز کی اس کے یہاں ایک مدت مقرر ہے، ان سے کہو کہ وہ صبر کریں اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھیں، پھر وہ قاصد دوبارہ آیا اور عرض کیا: وہ قسم دیتی ہیں کہ آپ ضرور تشریف لائیں، راوی کہتے ہیں کہ پھر نبی کریم ﷺ اٹھے اور آپ کے ساتھ حضرت سعد بن عبادہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم بھی اٹھے اور میں بھی ان کے ساتھ گیا۔ سرکار کی بارگاہ میں اس بچے کو لایا گیا تو اس کا سانس اکھڑ رہا تھا جیسے پرانی مشک سے پانی کی آواز نکلتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی چشمانِ مبارک سے آنسو گرنے لگے۔ حضرت سعد بن عبادہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ یہ کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ رحمت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں میں رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے رحم کرنے والوں پر رحم فرماتا ہے۔

"عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ : اشْتَكَى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ شَكْوَى لَهُ ، فَأَتَى رَسُولُ اللهِ –ﷺ– يَعُودُهُ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ وَجَدَهُ فِي غَشِيَّةٍ، فَقَالَ: "أَقَدْ قَضَى؟" قَالُوا : لَا، يَا رَسُولَ اللهِ، فَبَكَى رَسُولُ اللهِ، –ﷺ–، فَلَمَّا رَأَى الْقَوْمُ بُكَاءَ رَسُولِ اللهِ –ﷺ– بَكَوْا، فَقَالَ : "أَلَا تَسْمَعُونَ؟ إِنَّ اللهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ، وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ، وَلٰكِنْ يُعَذِّبُ بِهٰذَا –وَأَشَارَ إِلَى لِسَانِهِ– أَوْ يَرْحَمُ". (الصحيح لمسلم، ج:١، ص:٣٠١، كتاب الجنائز، مجلس البركات، مبارك فور)

ترجمہ: حضرت ابن عمر سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ بیمار ہوئے تو رسول اللہ ﷺ، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، جب وہاں پہنچے تو ان کو بے ہوش پایا تو سرکار نے پوچھا کیا یہ فوت ہو گئے؟ حاضرین نے عرض کیا: نہیں، یا رسول اللہ! پھر سرکار رونے لگے، جب حاضرین نے سرکار کو روتے دیکھا تو وہ بھی رونے لگے، آپ نے فرمایا: تم نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ آنکھ سے بہنے والے آنسو اور دل کے رنج پر عذاب نہیں دیتا لیکن اپنی زبان کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: اس وجہ سے عذاب دیتا ہے یا رحم فرماتا ہے۔

رونا وہ منع ہے جو اپنے اختیار سے ہو اور کوئی شخص میت پر چلائے، منہ پر تھپڑ مارے، گریبان پھاڑے، جیسا کہ زمانۂ جاہلیت کا شیوہ تھا، صحیحین کی احادیث میں اس کی بھی صراحت ہے۔ واللہ تعالیٰ علم

-*-*-*-*-*-

مہرِ نبوت سے متعلق ایک سنجیدہ تحقیق

مفتی ناصر حسین مصباحی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نحمده و نصلي و نسلّم علی رسوله الكريم.

آج کل کچھ لوگ اپنے گھروں یا مسجدوں کی دیوار پر ایک مخصوص نقش آویزاں کرتے ہیں، جو مہر نبوت کے نام سے منسوب یا معنون ہے، نقش اس طرح ہے:

مہر نبوت

امیر المومنین ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ — صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ — صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ — صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ — صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
امیر المومنین علی حیدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مہر نبوت
روز محشر کہ جاں گداز بود — اولیں پرسش نماز بود
قیامت کے دن جبکہ نفسی نفسی ہوں تب سب سے پہلے نماز کے بارے میں پوچھا جائے گا
فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی بعد نماز فجر اس مہر نبوت کو دیکھے تو گویا حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ پچاس حج پڑھے ہوں، اور جو کوئی بعد نماز ظہر اس مہر نبوت کو دیکھے تو گویا حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے ساتھ تین سو حج پڑھے ہوں اتنا ثواب ہو، اور جو کوئی بعد نماز عصر اس مہر نبوت کو دیکھے تو گویا حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے ساتھ سات سو حج پڑھے ہوں، اور جو کوئی بعد نماز مغرب اس مہر نبوت کو دیکھے تو گویا حضرت یونس علیہما السلام کے ساتھ آٹھ سو حج پڑھے ہوں اتنا ثواب ہو، اور جو کوئی بعد نماز عشا اس مہر نبوت کو دیکھے تو گویا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لاکھ حج پڑھے ہوں، ہزار ختم قرآن کئے ہوں اور ہزار غلام آزاد کئے ہوں اتنا ثواب ہوگا، اور جو کوئی اس مہر نبوت کو دیکھے گا تو اس کے قدیم اور جدید گناہ خدائے تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے معاف فرمائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب

مہر نبوت کے عنوان سے مذکورہ بالا نقش میں سب سے اوپر "بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" پھر چار مشہور ملائکہ حضرت جبریل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل اور حضرت عزرائیل علیہم السلام کے مقدّس اسما ہیں، نیز نقش کے چاروں گوشوں میں چار مشہور خلفا حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسمائے گرامی اور وسط میں گول دائرے میں "محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" مکتوب ہے۔

مہر نبوت کا ادب و احترام یقیناً لازم ہے مگر **سوال** یہ ہے کہ کیا مہر نبوت میں جو کلمات کندہ تھے وہ یہی ہیں؟ اور اس نقش کی زیارت پر جو سیکڑوں اور لاکھ حج کے ساتھ ساتھ ہزار ختم قرآن اور ہزار غلام آزاد کرنے کے ثواب ملنے کی بشارت دی گئی ہے کیا یہ سب ثابت ہیں؟ کیا نقش مذکور کی زیارت پر مذکورہ ثوابوں کا اعتقاد صحیح ہے۔ ان سب سوالوں کے جواب جاننے کے لیے اس سلسلے میں ایک سنجیدہ تحقیق نذرِ قارئین ہے:

مذکورہ بالا نقش فی الواقع "مہر نبوت" کا نقش نہیں ہے، بلکہ ایک فرضی نقش ہے جو کسی کے ذہن کا اختراع معلوم ہوتا ہے۔

مہر نبوت کا اطلاق معنی کے لحاظ سے دو طرح کی مہر پر ہو سکتا ہے:

ایک پشت اقدس میں ابھرا ہوا گوشت جو ختم نبوت کی مہر ہے، اور عند الاطلاق "مہر نبوت" کے لفظ سے ذہن کا تبادر اسی مفہوم کی طرف ہوتا ہے۔

دوسرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتری میں کندہ کی ہوئی مہر جس میں گول دائرے میں "محمد رسول اللہ" لکھا ہوا تھا، اس کا نقش یوں ہے:
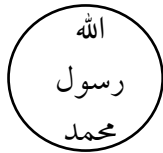
(دیکھیے تبرکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخی دستاویز، ص 280، 282، بحوالہ بخاری شریف، و ابن عساکر، مطبوعہ برکات رضا پور بندر گجرات)

مذکورہ بالا نقش دونوں میں سے کسی سے میل نہیں کھاتا، پھر اس کے فضائل میں ہزار ہا ہزار حج کی جو بشارتیں لکھی گئی ہیں وہ متداول کتابوں میں میری نگاہ سے نہ گزریں، لکھنے والے سے اس کی نقل طلب کی جائے نہ پیش کر سکے تو ظاہر ہو جائے گا کہ وہ موضوعات سے ہیں یہ مذکورہ سوال کا اجمالی جواب تھا۔ اب قدرے تفصیل سے ہم اس پر

استاذ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

روشنی ڈالتے ہیں۔

کتب حدیث، کتب تفسیر، کتب سیرت و تاریخ وغیرہ کسی سے بھی یہ ثابت نہیں ہے کہ حضور ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان پشت انور پر ابھرے ہوئے گوشت کا جو مہر نبوت تھا اس میں تسمیہ، چاروں ملائکہ کے اسمائے مقدس، اور خلفا کے اسمائے گرامی اور "محمد مصطفیٰ" ﷺ کے کلمات مکتوب تھے۔ مہر نبوت میں مذکورہ کوئی بھی تحریر نہ تھی۔ مندرجہ تحریروں کے علاوہ نقش میں اور ایک تحریر ہے اور وہ ہے "لا إله إلا الله محمد رسول الله"۔ بعض احادیث اور روایاتِ تفسیر و سیرت سے ثابت ہوتا ہے کہ مہر نبوت میں "لا إله إلّا الله محمّد رسول الله" لکھا ہوا تھا۔ البتہ نقش میں یہ عبارت چار جگہ لکھی ہوئی ہے جب کہ مہر نبوت میں صرف ایک جگہ لکھا ہونا مروی ہے۔

مہر نبوت میں مختلف روایات سے مختلف عبارات کا لکھا ہونا معلوم ہوتا ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ "لا إله إلّا الله محمّد رسول الله" لکھا ہوا تھا جب کہ بعض دوسری روایات سے اس کے بجائے دوسرے کلمات کے مکتوب ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ مجموعی اعتبار سے سات مختلف کلمات کے مکتوب ہونے کی روایات ملتی ہیں جو حسب ذیل ہیں:

❶ صحیح ابن حبان، مورد الظمآن إلى زوائد ابن حبّان، عمدة القاري، المواهب اللدنيه اور طرح التثريب وغیرہ کتب حدیث و سیرت میں ہے کہ مہر نبوت میں "محمد رسول الله" لکھا ہوا تھا۔

❋ عن ابن عمر، قال: كان خاتم النبوة فی ظهر رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل البندقة من لحم مكتوب عليه "محمد رسول الله". (صحيح ابن حبان ،ج2،ص142،ذكر حقيقة الخاتم الذى كان للنبى صلى الله عليه وسلم معجزة لنبوته / أيضًا مورد الظمآن إلى زوائد ابن حبان نور الدين علي الشهير بالهيثمي ص514)

❋ و في "تاريخ نيسابور" كان خاتم النبوة مثل البندقة من لحم مكتوب فيه باللحم "محمد رسول الله". (عمدة القارى شرح صحيح البخارى للعلامة بدر الدين العينى ج3ص78/ المواهب اللدنية للإمام القسطلانيج١ ص294)

❋ إنّ خاتم النبوة الذي بين كتفيه ﷺ مكتوب عليه "محمد رسول الله". (طرح التثريب في شرح التقريب لزين الدين أبي الفضل عبد الرحيم بن الحسيني العراقي المتوفى 806 ھ ، ص 222، دار الكتب العلميه بيروت)

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ مہر نبوت حضور ﷺ کی پشتِ مبارک پر دونوں شانوں کے بیچ گوشت سے بنا ہوا تھا، جس پر گوشت ہی سے "محمد رسول اللہ" لکھا ہوا تھا۔

❷ تفسیر روح البیان میں ہے کہ "محمد نبي أمين" لکھا ہوا تھا۔

وكان حول خاتم النبوة شعرات مائلة إلى الخضرة مكتوب عليه "محمد نبى امين". (تفسير روح البيان ج3 ص 29، مطبوعه مؤسسة الرساله.زير آيت ما أصابك من حسنة فمن الله و ما أصابك من سيئة فمن نفسك/ أيضًا ج11 ص 68، زير آيت ما كان محمد أبا أحد من رجالكم الآية)

یعنی مہرِ نبوت کے ارد گرد کچھ بال تھے جو مائل بہ سبزی تھے، اس پر "محمد نبی امین" مکتوب تھا۔

❸ تفسیر روح البیان ہی کی دوسری روایت ہے کہ "لا إله إلا الله محمد رسول الله" لکھا ہوا تھا۔

وكان حول ذلك الخاتم شعرات مائلة إلى الخضرة مكتوب عليه "لا إله إلّا الله محمد رسول الله" كما قال في السبعيات. (تفسير روح البيان،ج11 ص 68، زير آيت ما كان محمد أبا أحد من رجالكم الآية)

❹ موسوعة الدفاع عن رسول اللہ اور فیض القدیر میں ہے کہ "سِرْ فأنت المنصور" لکھا ہوا تھا۔

أنها كانت كأثر محجم أو كالشامة السوداء أو خضراء و مكتبوب عليها محمد رسول الله أو سر فإنك

المنصور و نحو ذلك.(موسوعة الدفاع ص 233/أيضًا فيض القدير شوح الجامع الصغير للمناوي ج5 ص 39)

مہرِ نبوت سینگی کے نشان کی طرح یا کالے یا سبز تل کی طرح تھی جس پر "محمد رسول الله" یا "سر فإنك منصور" مکتوب تھا۔

⑤ تفسیر روح البیان کی ایک اور روایت میں ہے کہ "تبخيخ هيصور، توجه حيث شئت فإنك منصور" لکھا ہوا تھا۔

مکتوب علیه "تبخيخ هيصور توجه حيث شئت فإنك منصور". (تفسير روح البيان،ج11 ص 68، زیر آیت ما كان محمد أبا أحد من رجالكم الآية)

⑥ عمدۃ القاری شرح بخاری میں تنویر کے حوالے سے اور المواہب اللدنیہ للامام القسطلانی میں ہے کہ مہرنبوت کے باطن میں "الله وحده" اور ظاہر میں "توجه حيث شئت فإنك منصور" مکتوب تھا۔

و ذكر الحافظ ابن دحية في كتابه" التنوير" كان الخاتم الذي بين كتفي رسول الله عليه الصلاة و السلام كأنه بيضة حمامة مكتوب في باطنها "الله وحده" و في ظاهرها "توجه حيث شئت فإنك منصور". (عمدة القارى شرح صحيح البخاري ج٤ ص 392/المواهب اللدنية ج1 ص 279)

یعنی حافظ ابنِ دحیہ نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے: حضور ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان کبوتری کے انڈے کی مثل تھی، جس کے باطنی حصّے میں "الله وحده لا شريك له" اور ظاہری حصے پر "توجه حيث شئت فإنك منصور" مرقوم تھا۔

⑦ نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ میں ہے کہ مہرنبوت کے باطن میں "الله وحده لا شريك له" اور ظاہر میں "توجه حيث شئت فإنك منصور" مکتوب تھا۔

بين كتفيه عليه السلام خاتم النبوة كبيضة الحَمَامَةِ، مكتوب في باطنه "الله وحده لا شريك له"، و في ظاهره "توجّه حيث شئت، فإنك منصور". (نصب الراية في تخريج أحاديث الهداية ج2 ص 13)

مذکورہ مختلف روایات کے درمیان علامہ اسماعیل حقی (مصنف تفسیر روح البیان) نے ایک ہی عبارت کے ذریعہ دو طریقوں سے تطبیق دی ہے۔ فرماتے ہیں: و التوفيق بين الروايات بتعدد الخطوط وتنوعها بحسب الحالات والتجليات أو بالنسبة إلى أنظار الناظرين. (تفسير روح البيان،ج11 ص 68، زیر آیت ما كان محمد أبا أحد من رجالكم الآية)

پہلی تطبیق: مہرنبوت میں مذکورہ سبھی عبارتیں تھیں۔ اس طور پر کہ مختلف حالات میں مختلف عبارات کی تجلی ہوتی تھی۔ کبھی محمد رسول اللہ، کبھی لاالہ الااللہ، کبھی توجہ حیث شئت فانك منصور وغیرہ۔

دوسری تطبیق: بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مہر نبوت میں گوشت اس طرح سے ابھرا ہوا تھا جس سے مذکورہ تحریریں بنتی تھیں، بعض روایتوں میں یہ ہے کہ مہر نبوت میں مذکورہ تحریریں دانے دار تھیں، یعنی مہر نبوت میں دانے ایسے طرز سے نکلے ہوئے تھے جن سے مذکورہ تحریریں بنتی تھیں۔ اور بعض روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مہر نبوت میں گھنے بال تھے اور اس طور پر تھے کہ اُن بالوں سے مذکورہ تحریریں بنتی تھیں۔

لہذا **تطبیق کی دوسری صورت** یہ ہوئی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مہر نبوت کو دیکھنے والوں نے اپنی اپنی نظر سے دیکھ کر جس نے جیسا سمجھا اُس نے ویسا کہا۔ کسی نے مہر نبوت کے بالوں کو دیکھا، پھر اس کی نظر میں اُن بالوں یا گوشت یا دانوں سے "محمد نبي أمين" کی شکل بنتی تھی تو اس نے کہا کہ مہر نبوت میں "محمد نبي أمين" لکھا ہوا ہے۔ کسی دوسرے نے دیکھا اس کی نظر میں "محمد رسول الله" کی شکل بنتی تھی لہذا اس نے کہا "محمد نبی امین" لکھا ہوا ہے، کسی نے سمجھا "محمد رسول الله" لکھا ہوا ہے۔ کسی نے سمجھا "سر فإنك منصور" لکھا ہوا ہے، کسی نے سمجھا کہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" لکھا ہوا ہے۔

ایک ضروری وضاحت:

مہر نبوت کی عبارات سے متعلق مختلف روایات ہیں، جیسا کہ مذکور ہوئیں، لیکن محدثین کی اصطلاح کے اعتبار سے یہ صحت کو نہیں

پہنچتیں، کچھ روایات کے بارے میں انھوں نے باطل اور موضوع ہونے کی صراحت فرمائی، لہذا ان کی طرف التفات نہ کیا جائے کیوں کہ وہ قابل حجت نہیں۔ اور کچھ روایات کے بارے میں فرمایا کہ ضعیف ہیں، لیکن ضعیف روایات فضائل میں معتبر ہیں۔ ہم نے جن کتابوں کے حوالے سے یہ روایات بیان کی ہیں ان کے مصنفین نے ان کو نقل کرنے کے بعد خود باطل یا ضعیف قرار دیا اور بعض نے یہ فرمایا کہ یہ روایات ثابت نہیں ہیں۔

عبارت "مکتوب فی باطنها "الله وحده ولا شريك له" وفي ظاهرها "توجه حيث كنت فإنك منصور" کے بارے میں علامہ زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رقم طراز ہیں:

إنّه غير ثابت،وقال في المورد هو حديث باطل.

(شرح الزرقاني على المواهب اللدنية، ج1 ص 293، مطبوعه برکات رضا پور بندر گجرات)

یعنی یہ روایت ثابت نہیں ہے، "مورد الظمئان" میں ہے کہ یہ باطل ہے۔

روایت "مکتوب فيه باللحم محمد رسول الله" سے متعلق امام زرقانی بن عبد الباقی (متوفی 1122ھ) فرماتے ہیں:

إنه ضعيف.

علامہ نور الدین علی ہیثمی فرماتے ہیں کہ عبارتیں حضور ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان پشت انور پر بنے ہوئے مہر نبوت میں نہ تھیں۔ بلکہ حضور ﷺ کے پاس خطوط وغیرہ میں مہر لگانے کے لیے ایک "آلہ" (STAMP) تھا جس میں لا إله إلا الله محمد رسول الله" لکھا ہوا تھا۔ کسی صحابی نے جب یہ کہا کہ مکتوب علی خاتم النبوة "لا إله إلا الله محمد رسول الله" (یعنی مہر نبوت (stamp) میں کلمۂ طیبہ لکھا ہوا تھا) تو مخاطب نے یا بعد کے لوگوں نے اس اسٹامپ کی تحریروں کو شانوں کے درمیان ابھرے ہوئے گوشت سے بنے مہر نبوت کی تحریر سمجھ لی اور کہہ دیا کہ کلمۂ طیبہ کی تحریر حضور ﷺ کے مہر نبوت میں تھی۔ (یعنی پشت انور میں گوشت والے مہر نبوت میں)۔ دونوں مہروں کے درمیان ان کے نزدیک التباس ہو گیا۔ اس وجہ سے انھوں نے خط و کتابت پر مہر کرنے کے آلہ کی تحریر کو حضور ﷺ کی پشت میں بنے مہر نبوت کی تحریر سمجھ لی۔ کیوں کہ عربی زبان میں دونوں کو "خاتم" ہی سے تعبیر کرتے ہیں۔

علامہ نور الدین علی هیتمی رقم طراز ہیں:

قلت: اختلط على بعض الرواة خاتم النبوة بالخاتم الذي كان يختم به الكتب.

(مورد الظمئان إلى زوائد ابن حبان ص 514)

علامہ ابن حجر بخاری شریف کی شرح فتح الباری میں تحریر فرماتے ہیں:

ما ورد من أن "الخاتم كان كأثر المحجم" كما في الروض وغيره أو "الشامة السوداء أو الخضراء" كما في تاريخ ابن أبي خيثمة "أو المكتوب عليها محمد رسول الله" كما في تاريخ الحاكم وغيره أو "سر فإنّك المنصور" كما في النوادر وغيره، لم يثبت منها شيء قال (الحافظ ابن حجر): ولا تغتر بشيء مما وقع منها في صحيح ابن حبان فإنه غفل حيث صحح ذلك بإيراده في صحيحه المسمّى بالأنواع والتقاسيم. (فتح الباري ج7 ص 374/المواهب اللدنية للإمام القسطلانيج١ ص 295)

اس عبارت کے ذیل میں علامہ زرقانی بن عبد الباقی "شرح الزرقانی" میں فرماتے ہیں:

بل بعضها (أي بعض الروايات المذكورة) باطل و بعضها ضعيف. وقال الشامي: إنه بين كتفيه كدارة القمر مكتوب فيها سطران: الأول لا إله إلا الله و في السطر الأسفل "محمد رسول الله" رواه أحمد بن إسماعيل الدمشقي، قال في "المورد" و"الغرر والدرر": وهو باطل بيّن البطلان.

(زرقاني على المواهب اللدنية ج1، ص 295، مطبوعه برکات رضا پور بندر گجرات)

ایسا ہی موسوعة الدفاع عن رسول الله ﷺ ص 233 میں بھی ہے۔

علامہ بدر الدین عینی بخاری شریف کی شرح عمدة القاری میں رقم

طراز ہیں:

ذکر الحافظ ابن دحية في كتابه "التنوير" الخاتم الذي بين كتفي رسول الله ﷺ تعالى عليه وسلم كأنه بيضة حمامة مكتوب في باطنها الله وحده و في ظاهرها توجه حيث شئت فإنك منصور، ثم قال هذا حديث غريب استنكره. (عمدة القاري ج3 ص 78)

الحاصل: مذکورہ تصریحات سے ثابت ہوا کہ مہر نبوت میں لکھی ہوئی تحریروں سے متعلق جتنی روایات ہیں ان میں سے ایک بھی صحیح سند سے ثابت نہیں۔ مگر فضیلت کے ثبوت کے لیے ضعیف سند بھی کافی ہوتی ہے، لہذا ضعیف روایات معتبر ہوں گی۔

البتہ ایک بات یہ ملتی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک مہر (Stamp) بنوایا تھا، جس کے ذریعہ خطوط و مراسلات وغیرہ میں مہر لگاتے تھے، اس میں "محمد رسول اللہ" لکھا ہوا تھا، لہذا مذکورہ نقش مہر نبوت میں لکھی ہوئی تحریریں حضور ﷺ کی پشت مبارک میں گوشت سے بنے ہوئے مہر نبوت میں نہیں تھیں اور جب نقش مذکور کی تحریریں ثابت نہیں ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ اس کے دیکھنے کی فضیلت میں وارد شدہ حدیث بھی ثابت نہیں۔

مذکورہ چھپے ہوئے نقش کے دیکھنے پر مذکورہ مخصوص ثواب کے حصول کا عقیدہ رکھنا بھی صحیح نہیں۔ تاہم مقدس تحریر "لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کے مطلقاً دیکھنے، لکھنے اور گھروں میں رکھنے سے دنیاوی زندگی میں جو فیوض و برکات حاصل ہوتی ہیں اور آخرت میں جو ثواب ملے گا اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مہر نبوت کی تحریر سمجھ کر مذکورہ مخصوص ثواب کا عقیدہ رکھنا الگ بات ہے اور مطلقاً "لاالہ الا اللہ" اور مطلقاً کلماتِ توحید و شہادت کی تحریر محبت سے دیکھنا اور تعظیم کر کے مطلق ثواب کی امید کرنا الگ بات۔ دونوں میں بہت فرق ہے۔

ایک اور وضاحت:

ہاں! مجموعۂ اعمال رضا میں مہر نبوت کا ایک نقش ہے اس میں بھی یہ ساری تحریریں ہیں جو مذکورہ نقش میں ہیں، بلکہ اس میں اِس نقش سے بھی زائد بہت سی عبارتیں ہیں۔ مجموعہ اعمال رضا کا نقش حسب ذیل ہے:

ظاہر ہے مجموعۂ اعمال رضا کے مندرجہ بالا نقش مہر نبوت میں جو عبارتیں ہیں وہ سب مہر نبوت میں نہ تھیں۔ مجموعۂ اعمال رضا میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے حضور ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان جو مہر نبوت تھا اس کی عبارت نہیں لکھی ہے کیوں کہ وہ عبارتیں تو ثابت نہیں جیسا کہ گزرا، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کے پاس ایک مہر (Stamp) تھا جس میں "لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ" لکھا ہوا تھا، جیسا کہ اس سے پہلے میں نے ذکر کیا، پیغام یا مراسلہ وغیرہ میں اس کے ذریعہ مہر لگایا جاتا تھا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اُسی مہرِ نبی ﷺ کی عبارت مجموعۂ اعمال رضا جلد دوم ص 63 پر بنے ہوئے نقش کے وسط میں گول دائرے میں تحریر فرمائی، اور اس کا نام "نقش مہر نبوت" رکھا اور اس کے علاوہ مقدس انبیا، ملائکہ، خلفا، اولیا، ائمہ کے مبارک ناموں کو بطور اذکار و اوراد مزید برکت و فیض کے لیے تحریر فرما دیے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ بزرگوں کے وسیلے سے فیوض و برکات نازل فرماتا ہے۔ لہذا پیغاموں اور مراسلات میں جس آلہ کے ذریعہ مہر لگایا جاتا تھا اس کی عبارت مجموعۂ اعمال رضا کے نقش میں دیکھ کر یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ مذکورہ عبارات حضور ﷺ کی پشت مبارک میں ابھرے ہوئے گوشت والے مہر نبوت کی تھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم. ☆☆☆☆

وضو جسمانی اور روحانی پاکیزگی کا ذریعہ

مسلسل باوضو رہنے کے فضائل

از: حافظ محمد شرف الدین عبدالمؤمن دمیاطی۔۔۔ پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ۔۔ تلخیص از: مبارک حسین مصباحی

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ﴾۔(پ2،البقرۃ:222)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ پسند کرتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کواور پسند رکھتا ہے ستھروں کو۔

سورہ مائدہ میں ارشاد فرمایا

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْاؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَیْدِیْكُمْ مِّنْهُؕ مَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیَجْعَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّ لٰكِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَهِّرَكُمْ وَ لِیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ(۶)﴾(پ6،المائدۃ:6)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنا منہ دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور گٹوں تک پاؤں دھوؤ اور اگر تمہیں نہانے کی حاجت ہو تو خوب ستھرے ہو لو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا یا تم نے عورتوں سے صحبت کی اور ان صورتوں میں پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تیمم کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرو اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رکھے ہاں یہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب ستھرا کردے اور اپنی نعمت تم پر پوری کردے کہ کہیں تم احسان مانو۔

احادیثِ کریمہ کی روشنی میں اعضا کا چمکنا اور گناہوں کا معاف ہونا:

❊ حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "جب کوئی مؤمن وضو کرتے ہوئے چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے پر پانی پڑنے یا پانی کا آخری قطرہ پڑنے سے اس کے چہرے سے ہر وہ گناہ جھڑ جاتا ہے جس کی طرف اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو، پھر جب وہ اپنے ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں پر پانی پڑنے یا پانی کا آخری قطرہ پڑنے سے ہر وہ گناہ جھڑ جاتا ہے جسے اس کے ہاتھوں نے کیا ہو، پھر جب وہ اپنے پاؤں دھوتا ہے تو پانی پڑنے یا پانی کا آخری قطرہ پڑنے سے اس کے قدموں کا ہر وہ گناہ جھڑ جاتا ہے جس کی طرف اس کے قدم چل کر گئے، یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔" (صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب خروج الخطایا مع ماء الوضوء، رقم 244، ص149)

❊ حضرتِ سیدنا عبداللہ صنابحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیدُ المبلغین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "جب بندہ وضو کرتے ہوئے کلی کرتا ہے تو اس کے منہ سے گناہ نکل جاتے ہیں، جب ناک میں پانی ڈالتا ہے تو ناک کے گناہ نکل جاتے ہیں، پھر جب چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے سے گناہ جھڑ جاتے ہیں، یہاں تک کہ اسکی آنکھوں کی پلکوں کے نیچے کے گناہ بھی جھڑ جاتے ہیں اور جب وہ دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے دونوں ہاتھوں سے گناہ جھڑ جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کے ہاتھ کے ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ جھڑ جاتے ہیں، پھر جب وہ اپنے سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر کے گناہ جھڑ جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کے کانوں کے گناہ بھی جھڑ جاتے ہیں، پھر جب اپنے پاؤں دھوتا ہے تو اس کے پاؤں سے گناہ جھڑ جاتے ہیں حتیٰ کہ پاؤں کے ناخنوں کے گناہ بھی جھڑ جاتے ہیں، پھر اس کا مسجد کی طرف چلنا اور نماز پڑھنا مزید برآں (یعنی اس کے علاوہ عبادت) ہے۔" (سنن نسائی، کتاب الطہارۃ، باب مسح الاذنین مع الرأس، رقم۔۔۔۔۔، ج1، ص 74)

❊ مسلم شریف کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ "پھر اگر وہ کھڑا ہوا اور نماز پڑھے اس کے بعد اللہ عزوجل کی حمد وثنا کرے اور اللہ عزوجل کی شان کے لائق بزرگی بیان کرے اور اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی یاد کے لیے فارغ کرے تو اپنے گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہو کر

لوٹے گا جیسے آج ہی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔" (مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب اسلام عمرو بن عبسہ، ص414)

اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے رحمتِ عالم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ "جس نے کامل طریقے سے وضو کیا اور اپنے دونوں ہاتھ اور چہرہ دھویا اور اپنے سر کا مسح کیا اور کانوں کا مسح کیا پھر فرض نماز کے لیے کھڑا ہوا تو اس کے قدم اس دن میں جس برائی کی طرف چلے اور اس کے ہاتھوں نے جسے پکڑا اور اس کے کانوں نے جو سنا، اس کی آنکھوں نے جو دیکھا اور جو اس نے بری گفتگو کی سب معاف کردیئے جائیں گے۔" پھر حضرتِ سیدنا ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ "اللہ عزوجل کی قسم! میں نے رسول اللہ ﷺ سے اتنی باتیں سنی ہیں جنھیں میں شمار نہیں کرسکتا۔" (مسند احمد، حدیث امام ابی اُمامہ الباہلی، رقم22335،22330، ج5، ص 298)

✽ امیر المومنین حضرتِ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر ﷺ نے فرمایا جو احسن طریقے سے وضو کرتا ہے اس کے جسم سے گناہ جھڑ جاتے ہیں یہاں تک کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی۔"

اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا، "جو آدمی احسن طریقے سے وضو کرے پھر نماز پڑھے تو اُس کی اِس نماز اور سابقہ نماز کے درمیان ہونے والے گناہ معاف کردیے جائیں گے۔"

نسائی شریف کے الفاظ یوں ہیں، "جو شخص کامل وضو کرے جیسا کہ اللہ عزوجل نے حکم دیا ہے تو اس کی نمازیں پنج کے گناہوں کے لئے کفارہ ہیں۔" (نسائی، کتاب الطہارۃ، باب ثواب من توضاء، رقم 244، ج1، ص 90)

✽ حضرتِ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی حدیث جبرائیل علیہ السلام میں ہے کہ جب خاتم المرسلین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوبِ ربُّ العالمین، جنابِ صادق و امین ﷺ سے اسلام کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا، "اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں اللہ عزوجل کا رسول ہوں اور نماز پڑھو اور زکوۃ ادا کرو اور حج و عمرہ کرو اور جنابت سے غسل کرو اور کامل وضو کرو اور رمضان کا روزہ رکھو۔" تو حضرت سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا، "جب میں یہ اعمال بجالاؤں تو کیا میں مسلمان ہوں؟" تو آپ ﷺ نے فرمایا، "ہاں۔" (صحیح ابن خزیمہ، کتاب الصلوۃ، باب اقام الصلوۃ من الاسلام، رقم308 /309، ج 1، ص 159، بتغیر قلیل)

✽ حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بر ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا "جب میری امت کو قیامت کے دن پکارا جائے گا تو وضو کے باعث ان کی پیشانیاں اور قدم چمکتے ہوں گے، لہٰذا تم میں سے جو اپنی چمک میں اضافہ کرنیکی استطاعت رکھے اسے چاہیے کہ اس میں اضافہ کرے۔"
(صحیح بخاری، کتاب الوضوء والقرا المعجلون الخ، رقم136، ج1، ص 71)

ابن خزیمہ کی روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا "جنت میں اعضائے وضو تک زیور ہوں گے۔" (صحیح مسلم، کتا ب الطهارة، باب تبلغ الحلیة حیث یبلغ الوضوء، رقم 250، ص 151)

مشقت کے وقت کامل وضو کرنے کی فضیلت:

✽ حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم ﷺ نے فرمایا، "کیا میں تمھاری ایسے عمل کی طرف رہنمائی نہ کروں جس کے سبب اللہ عزوجل گناہ مٹاتا ہے اور درجات کو بلند فرماتا ہے؟" صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، "یا رسول اللہ ﷺ! کیوں نہیں، ضرور کیجئے۔" ارشاد فرمایا "دُشواری کے وقت کامل وضو کرنا اور مسجد کی طرف کثرت سے چلنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، پس یہی گناہوں سے حفاظت کیلئے قلعہ ہے، پس یہی قلعہ ہے۔" (صحیح مسلم، کتا ب الطهارة، با ب فضل اسباغ الوضوء، علی مکارہ، رقم251، ص 151)

✽ امیر المومنین حضرتِ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، ﷺ نے فرمایا، "مشقت کے وقت کامل وضو کرنا اور مسجد کی طرف کثرت سے آمد و رفت اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا گناہوں کو اچھی طرح دھو دیتا ہے۔" (المستدرك للحاكم، كتاب الطهارة، باب فضيلة تحية الوضوء، رقم468، ج 1، ص 342)

✽ امیر المومنین حضرتِ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پاک ﷺ نے فرمایا، "جس نے سخت سردی میں کامل وضو کیا

اس کے لیے ثواب کے دو حصے ہیں۔" (مجمع الزوائد،وکتا ب الطهارة، باب في اسباغ الوضوء، رقم 1217،ج1، ص 542)

مسواک شریف کا ثواب:

* ام المؤمنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "مسواک میں منہ کی پاکیزگی اور رب عزوجل کی رضا ہے۔" طبرانی شریف کی روایت میں یہ بھی ہے کہ "اور آنکھوں کی جلاء یعنی زندگی ہے۔" (سنن نسائی، كتاب الطهارة، باب السواك اذا قام من الليل،ج 1 ،ص 10)

* حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، "مسواک کیا کرو کیونکہ مسواک میں منہ کی پاکیزگی اور رب عزوجل کی رضا ہے، جب بھی جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے تو انہوں نے مجھے مسواک کرنے کی وصیت کی یہاں تک کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ مجھ پر اور میری امت پر فرض نہ ہو جائے اور **اگر مجھے اپنی امت کے مشقت میں پڑنے کا خوف نہ ہوتا تو میں ان پر مسواک کرنا فرض کر دیتا** اور بے شک میں اس قدر مسواک کرتا ہوں کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں اپنے اگلے دانت زائل نہ کرلوں۔" (سنن ابن ماجه ،كتاب الطهارة، باب السواك ، رقم289 ، ج 1، ص186)

* حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سلطانِ بَحر و بَر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، "بلاشبہ مجھے مسواک کا اس قدر حکم دیا گیا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہیں مسواک کے بارے میں میری طرف وحی نہ آجائے۔" (مسند احمد، مسند عبدالله بن العباس، رقم2799 ، ج 1، ص 658)

* حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، "اگر مجھے اپنی امت کے مشقت میں پڑنے کا خوف نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز سے پہلے مسواک کرنے کا حکم دیتا۔" جبکہ ایک روایت میں ہے کہ "میں انہیں ہر نماز کے وقت وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔" (صحیح بخاری، كتاب الجمعه ، باب السواك يوم الجمعة ، رقم887 ، ج 1، ص 307)

* حضرتِ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسواک کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ خاتم المرسلین، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "بندہ جب مسواک کرتا ہے پھر نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے پیچھے ایک فرشتہ بھی کھڑا ہو جاتا ہے اور اس کی قراءت کو غور سے سنتا ہے اور جب بھی وہ کوئی آیت یا کلمہ پڑھتا ہے تو فرشتہ اس سے قریب ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے منہ پر اپنا منہ رکھ دیتا ہے تو اس کے منہ سے جتنا قرآن نکلتا ہے فرشتے کے منہ میں داخل ہو جاتا ہے، اس لیے تم قرآن کے لیے اپنے منہ کو پاک رکھا کرو۔" (مسند بزار ، رقم ، 603 ، ج 2، ص 214)

* حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ محسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، "مسواک کے ساتھ دو رکعت پڑھنا بغیر مسواک کے ستر رکعتیں پڑھنے سے افضل ہے۔" (الترغيب والترهيب، كتاب الطهارة، الترغيب في السواك، رقم 18،ج 1،ص 102)

* حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مجھے مسواک کے ساتھ دو رکعتیں پڑھنا بغیر مسواک کے ستر رکعتیں پڑھنے سے زیادہ پسند ہے۔" (الترغيب والترهيب، كتا ب الطهارة ، الترغيب في السواك، رقم 18 ، ج 1، ص 102)

* ام المومنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تبار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، "مسواک کے ساتھ نماز پڑھنا بغیر مسواک کے نماز پڑھنے سے ستر گنا افضل ہے۔" (مسند احمد ، مسندعا ئشه رضی الله عنه ا ، رقم26400،ج 10، ص 141)

ہر وقت باوضو رہنے کا ثواب:

* حضرتِ سیدنا ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ محبوبِ رَبّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "دین پر ثابت قدم رہو، تم ہرگز اس کی برکات شمار نہ کرسکو گے اور جان لو کہ تمہارے اعمال میں سب سے بہتر عمل نماز ہے اور مومن ہی ہر وقت باوضو رہ سکتا ہے۔" (سنن ابن ماجه ، کتا ب الطهارة،باب المحافظة على الوضوء ، رقم 277،ج 1 ،ص 178)

* حضرتِ سیدنا ربیعہ جرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، "ثابت قدم رہو اور کیا ہی اچھا ہے اگر تم ثابت قدم رہو اور وضو پر ہمیشگی اختیار کرو کیونکہ تمہارے اعمال میں سب سے بہتر عمل نماز ہے اور زمین سے خبردار رہو کہ یہ تمہاری اصل ہے اور اس زمین پر جو کوئی بھی اچھا یا برا عمل کرے گا زمین اس کے بارے میں خبر دے گی۔" (طبرانی کبیر ، رقم 4596،ج 5 ،ص 65)

* حضرتِ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ نور کے پیکر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے "جو وضو ہونے کے باوجود وضو کرے گا اس کے لیے

دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔" (سنن ابو داؤد، کتا ب الطھارۃ، با ب الرجل یجد د الوضوء من غیر حدث ،رقم 62، ج 1 ، ص 56)

✼ حضرتِ سیدنا بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صبح حضورِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو حضرتِ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکارا پھر دریافت فرمایا"اے بلال !کونسی چیز تمہیں مجھ سے پہلے جنت میں لے گئی؟آج شب میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اپنے آگے تمھارے قدموں کی آواز سنی۔"تو حضرتِ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا،"یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں(وضو کرنے کے بعد)ہمیشہ دو رکعتیں پڑھ کر اذان دیتا ہوں اور جب بے وضو ہو جاتا ہوں تو فوراً وضو کر لیتا ہوں۔"تو رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا"(اچھا!)یہی وجہ ہے ۔" (مسند احمد ، حدیث بر یدہ الاسلمی ، رقم 23057، ج9، ص 20)

دورانِ وضو اَوراد پڑھنے کا ثواب:

✼ امیر المومنین حضرتِ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،" تم میں سے جو شخص کامل وضو کرے پھر یہ کلمہ پڑھے،اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ترجمہ:میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اسکا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرتِ سیدنا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔"

تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جائیں گے جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے ۔" (صحیح مسلم، کتا ب الطھارۃ ، با ب ذکر المستحب عقب الوضوء ، رقم 234، ص 144)

✼ امیر المومنین حضرتِ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا"جس نے وضو کا ارادہ کیا پھر کلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا اور تین مرتبہ اپنا چہرہ دھویا اور اپنے دونوں ہاتھ تین مرتبہ کہنیوں سمیت دھوئے پھر کوئی بات کیے بغیر یہ کلمہ پڑھا،

'' اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہ.''

ترجمہ:میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اسکا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرتِ سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔" تو اس کے اس وضو اور پچھلے وضو کے درمیان جو گناہ ہوئے وہ معاف کر دیے جائیں گے۔" (مجمع الزوائد ، کتا ب الطھارۃ ، باب مایقول بعدالوضوء ، رقم 1228 ، ج 1، ص 545)

✼ حضرتِ سیدنا ابو سَعِید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، سلطانِ بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا"جو سورہ کہف پڑھے گا تو یہ سورۃ قیامت کے دن اس کے (پڑھنے کے) مقام سے مکہ تک کے لئے نور ہوگی اور جو اس کی آخری دس آیتیں پڑھ لے پھر دجال بھی آجائے تو اسے نقصان نہ پہنچا سکے گا اور جو وضو کرنے کے بعد یہ کلمات پڑھے گا،"سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ" ترجمہ: اے اللہ تو پاک ہے اور تیرے لیے ہی تمام خوبیاں ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ،میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔" تو ان کلمات پر مہر لگا دی جاتی ہے پس اسے قیامت تک نہیں توڑا جاتا۔" (طبرانی اوسط، رقم 1455 ،ج1، ص 397)

تحیۃ الوضو کا ثواب:

✼ حضرتِ سیدنا عُقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شفیعُ المذنبین، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا"جو شخص احسن طریقے سے وضو کرے اور دو رکعتیں قلبی توجہ سے ادا کرے تو اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔" (صحیح مسلم، کتا ب الطھارۃ ، باب ذکر المستحب عقب الوضوء ، رقم234، ص 144)

✼ حضرتِ سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، سلطانِ بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،"جس نے احسن طریقے سے وضو کیا پھر دو رکعتیں اس طرح پڑھیں کہ ان میں کوئی غلطی نہ کی تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے ۔" (سنن ابو داؤ د، کتا ب الصلوۃ ، با ب کراھیۃ الوسوسۃ ، رقم 905، ج 1، ص 2)

✼ حضرتِ سیدنا ابو دَرْدَاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے سرکار والا تَبار، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا،"جس نے احسن طریقے سے وضو کیا پھر اٹھ کر دو یا چار رکعتیں پڑھیں اور ان کے رکوع و سجود، خشوع کے ساتھ ادا کیے پھر اللہ عزوجل سے مغفرت طلب کی تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادے گا۔"(مسند احمد ، بقیۃ حدیث ابی دَرْدَاء ، رقم ، 27616 ،ج 10، ص 430) ☆☆☆☆

نکاح میں دیر-معاشرتی برائیوں کی جڑ

حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی

مذہب اسلام ایک فطری دین ہے جس کے تمام قوانین فطرت((Nature,کے عین مطابق ہیں، اسلام کا کوئی بھی قانون ایسا نہیں ہے جسے عقل سلیم (صحیح الدماغ ہونا، صحیح غور و فکر کا مادہ ہونا) تسلیم کرنے سے انکار کرے، زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کے لیے اسلام نے نظامِ اعتدال و توازن پسند نہ کیا ہو۔ پھر بھی یہ ملت اسلامیہ کے لیے المیہ ہی ہے کہ دور حاضر کے اکثر مسلمان امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے غافل ہیں۔ موجودہ دور میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو دعویٰ تو اسلام کا کرتے ہیں لیکن قوانینِ اسلام کو پس پشت ڈال کر بھی فخر (غرور، ناز) کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ڈاکٹر اقبالؔ نے کیا خوب کہا

وضع میں تم تو ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں! جنھیں دیکھ کے شرمائیں یہود
شور ہے، ہوگئے دنیا سے مسلماں نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود!
یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
تو مسلمان بھی ہو!=تم سبھی کچھ ہو، بتا

نکاح کے فوائد واہمیت: نکاح کا معنیٰ عمل اِزد واج ہے، شادی کو بھی نکاح کہتے ہیں کیوں کہ یہ عمل اِزدواج پر ہوتا ہے، اور کبھی عقد پر بھی نکاح کا اطلاق ہوتا ہے۔ مترادف الفاظ: شادی (فارسی) عقد (عربی) نکاح (عربی). (لسان العرب، ج:14، ص:279، بیروت)

اسلامی شریعت میں نکاح اس عقد کو کہتے ہیں جس سے ملک متعہ (عورت سے جنسی فائدہ) حاصل ہو اور عورت سے اِستمتاع (یعنی عورت سے فائدہ اُٹھانا) حلال ہو، جائز ہو۔ نکاح کے بہت سے فائدے ہیں، سب سے اہم فائدہ یہ ہے کہ اس سے نسلِ آدم کی بقا و استحکام ہے۔ انسان حصولِ اولاد کی جو کوشش کرتا ہے اور طلب کثرتِ اولاد کو باعث ثواب قرار دیا گیا ہے۔

نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: کہ تم ایسی عورت سے نکاح کرو جو اپنے خاوند سے محبت کرنے والی ہو اور زیادہ بچہ جننے والی ہو کیونکہ دوسری اُمتوں کے مقابلہ میں تم iاری کثرت پر فخر کروں گا۔
(سنن ابی داؤد 2050)

نکاح کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ انسانی شہوت (نفسانی خواہش، عموماً خواہش جماع) کا زور ختم ہو جاتا ہے، اس کی نظر پاکیزہ ہو جاتی ہے اور گناہوں سے بچا رہتا ہے، ہیجان سے بچتا ہے۔ ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ انسان کے ذریعہ سکون ملتا ہے۔ رب تبارک و تعالیٰ نے حضرت حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت آدم علیہ السلام کی تسکین (تشفی، اطمینان، ڈھارس، سکون) کے لیے پیدا فرمایا تھا۔ ترجمہ: وہی ہے جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا کہ اس سے چین پائے۔ (القرآن، سورہ الاعراف:7، آیت 189۔ کنزالایمان)

دوسری آیت میں اس طرح ارشاد باری ہے، ترجمہ: اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ اسنے تمھارے لئے تمھاری ہی جنس سے جوڑے بنائے تاکہ تم ان کی طرف آرام پاؤ اور تمھارے درمیان محبت اور رحمت رکھی۔ بیشک اس میں غور فکر کرنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔
(القرآن، سورہ روم:30، آیت 21)

شرعی نکاح کے بعد جو تمھاری بیوی بنتی ہے اس سے تم سکون و اطمینان حاصل کرو، اسلامی معاشرے میں نکاح، شادی مرد و عورت کے ازدواجی رشتے میں ذہنی سکون اور قلبی سکون حاصل کرنے کا ایک پاک و طیب ذریعہ ہے وغیرہ وغیرہ۔

نکاح کی برکت سے انسان کے قوتِ عمل میں اضافہ: نکاح ایک ایسا عمل ہے جس سے انسان کی قوت عمل بڑھ جاتی ہے، وہ ایک عملی انسان بن جاتا ہے، بیوی بچوں کی ذمہ داری اس کے اوپر آجاتی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ذمہ دار شخص کہلاتا ہے، نکاح کی وجہ سے انسان کو معاشرے میں عزت کا مقام حاصل ہوتا ہے اور آخرت کی بہت سی

hhmhashim786@gmail.com

سعادتوں سے مالامال ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اسی لیے شریعت نے نکاح کو واجب قرار دیا جس سے بُرائی (گناہ) کا خدشہ ہو۔ اور اعتدال کی حالت میں نکاح سنت موکدہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: اور تم اپنے مردوں اور عورتوں میں سے ان کا نکاح کردیا کرو جو (عمر نکاح کے باوجود) بغیر ازدوجی زندگی کے (رہ رہے) ہوں اور اپنے باصلاحیت غلاموں باندیوں کا بھی (نکاح کردیا کرو) اگروہ محتاج ہوں گے (تو) اللہ اپنے فضل سے انھیں غنی کردے گا اور اللہ بڑی وسعت والا بڑے علم والا ہے۔ (القرآن، سورہ النور: 24، آیت 32)

جہیز ایک ناسور خواتین و معاشرہ کے لیے: غور کرنے کا مقام ہے کہ نکاح کے لیے قرآن کریم میں تقریباً 37: جگہ احکام موجود ہیں مختلف طرح سے نکاح کی فضیلت واہمیت کو بتایا گیا ہے اسی طرح رسول کریم ﷺ کے فرامین احادیث طیبہ میں کثیر تعداد میں موجود ہیں۔

دیر سے نکاح کی وجہ سے زناکاری میں اضافہ: توجہ فرمائیں، غور کریں رب تبارک وتعالیٰ نے اور نبیوں کے سردار ﷺ نے نکاح کی اتنی تاکید فرمائی اور بے شمار حکمتیں وفضیلتیں بیان فرمائیں اور آپ کے نکاح کی مختلف روایات میں اکثر گیارہ سے تیرہ بیویوں کے نام ملتے ہیں جنھیں "اُمہات المومنین" کہا جاتا ہے یعنی مومنوں کی مائیں۔ اس کے علاوہ انھیں ازواج مطہرات بھی کہا جاتا ہے۔ آپ ﷺ کی ازواج میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ تمام بیوہ و مطلقہ (طلاق شدہ) تھیں، (عرب میں زیادہ شادیوں کا عام رواج تھا) تمام انبیاے کرام نے نکاح فرمایا، نکاح سنت انبیا ہے، صرف حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بغیر نکاح کے عمر شریف گزاری۔ زیادہ بیویاں رکھنا نبوت کے خلاف نہیں، حضرت داؤد علیہ السلام کی 99 بیویاں تھیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک ہزار بیویاں تھیں اور وہ نبی تھے، ہندوؤں کے بعض اوتاروں کنھیاں، راجہ دشرتھ وغیرہ کی کئی کئی بیویاں تھیں کنھیاں کی ایک ہزار بیویاں تھیں وغیرہ وغیرہ۔

نکاح میں دیری کرنے کا چلن عام ہو گیا ہے، جس کی وجہ کر معاشرے میں بہت سی برائیاں پھیل گئی ہیں اگر اس پر غور نہ کیا گیا تو اس کے بھیانک نتائج بھگتنے ہونگے؟ چھوٹے سے مقالہ میں سب لکھنا ناممکن ہے۔ پر جہیز جیسے ناسور کے بڑھاوے میں جہاں لالچی لڑکا، لڑکے کے والدین ذمہ دار ہیں، وہیں لڑکی والے بھی برابر کے ذمہ دار ہیں (الا ماشاء اللہ)۔ بہتر سے بہتر لڑکے کی تلاش ڈاکٹر، انجنیئر، ایم بی اے، بڑا بزنس مین، خوبصورت سے خوبصورت لڑکے کی تلاش میں طویل عرصہ پار کردیتے ہیں یہ کہکر کہ آنگن میں خوبصورت دولھا ہی اچھا لگتا ہے، ظاہر سی بات ہے جیسا لڑکا ہو گا ویسا ہی اُس کا مطالبہ (بھیک) demand, مانگ ہوگا، اب آپ زندگی بھر کی جمع پونجی جھونک دیں یا قرض لیکر، زمین بیچ کر، دوکان بیچ کر، سودی قرضہ لیکر، یا اپنا گردہ، kidney بیچ کر اس بھکاری کا نہ بھرنے والا پیٹ بھریں لڑکا واس کے والدین کے ٹھینگے (خاطر میں نہ لانا) سے۔

مڈل کلاس کے لڑکے، مولوی نما شریف لڑکوں کو آپ خاطر میں نہیں لاتے نظر انداز کردیتے ہیں، یقیناً یہ آپ کی نادانی و بہت بڑی بھول ہے؟ یاد رہے رزق کا مالک اللہ ہے اچھی نوکری، بڑا بزنس مین ہونا اس بات کی دلیل نہیں کی لڑکی وہیں خوش رہے گی، دن بدلتے دیر نہیں لگتی سینکڑوں واقعات ایسے ہیں جو دیدہ عبرت ہیں۔ جہیز کے جبری مطالبہ (بھیک) نے معاشرے اور خواتین کے لیے بھیانک اور تباہ کن صورت حال بنادیا ہے، جس کے پاس ایک سے زائد لڑکیاں ہیں اس کی توجیتے جی ہی موت ہوجاتی ہے۔ حیرت اس بات پر ہے کہ اہل علم، اہل دین و پڑھے لکھے طبقے کی چپی، چشم پوشی نے اس پر جلتی آگ میں پٹرول ڈالنے کا کام انجام دیا ہے، واعظان منبر ومحراب نے زبان بند کر رکھی ہے، (کچھ کو چھوڑ کر الا ماشاء اللہ)۔ کیونکہ بڑی بڑی پارٹیوں میں قورمہ، بریانی کی دعوت چھوٹ جائے گی اور سب سے بڑی بات یہ کہ ہر دل عزیزی بھی ختم ہوجائے گی اور یہ بیماری بڑے ناموں والوں کے بڑے بڑے القاب لگنے والوں کو بھی لگی ہوئی ہے، اللہ خیر فرمائے۔ سچ بات تو یہ ہے کہ مفت میں لاکھوں لاکھ کا مال ہاتھ آجانا سب کو اچھا لگتا ہے اور اس میں اچھے خاصے دین دار لوگوں کے منہ میں پانی آجاتا ہے۔ اسی لیے جہیز کے خلاف صحیح اور سچی کوشش کا فقدان (نہ ہونا) نظر آرہا ہے، جبکہ پورا کا پورا معاشرہ جہیز کے ناسور سے کراہ رہا ہے۔ کتنے باپ ماں بچیوں کے جہیز کے لیے سودی قرض لیکر اور جائیدادیں فروخت کر قلاش ہوگئے اور قسطوں insstalment, میں قرض ادا کر رہے "یا مر رہے "ہیں؟۔

صالح معاشرہ کے لیے نکاح جلد ضروری: صاف وستھرے وصالح معاشرے کے لیے نہایت ضروری ہے کہ نوجوان لڑکے لڑکیاں بغیر شادی کے نہ رہیں۔ اس لیے کہ نگاہ وشرم گاہ کی

حفاظت کے بغیر صالح معاشرہ کی تشکیل ممکن ہی نہیں اور اِس کی حفاظت نکاح (شادی) کے بغیر ناممکن قرار دی گئی ہے۔ جانِ جاناں (محبوبِ جان، دلربا) آقا ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: جس نے نکاح کر لیا تو یقیناً اس نے نصف دین مکمل کر لیا اب نصف دین کے لیے چاہیے کہ وہ اللہ سے ڈرتا رہے۔ (حدیث: مشکوۃ شریف، ص286)

سورہ نور کی آیت 32, کے نزول پر نکاح کی اہمیت و فضیلت بیان کرتے ہوئے جانِ جاناں (دلربا، محبوب) آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی کا نکاح کروایا، اللہ تعالیٰ اسے بادشاہوں والا تاج پہنائے گا۔ (حدیث)

نکاح کی اہمیت و فضیلت اِتنی ہے کہ نکاح کرانے والے (گارجین، اور پڑھانے والوں) کو رب تبارک و تعالیٰ نے تاج کی خوش خبری سنائی۔ نکاح کے بغیر اصلاح معاشرہ کے اجلاس اور بڑی بڑی کانفرنسیں کرنے سے خاطر خواہ نتائج ہرگز ہرگز برآمد نہیں ہو سکتے۔ مذہب اسلام کا طریقہ یہ ہے کہ ہر ایک کو اس کے ذمے داری کا احساس دلاتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے پورے سماج کو اس ذمے داری کا احساس دلاتے ہوئے واضح طور پر حکم دیا اُوپر مذکورہ آیت کریمہ اس کی واضح دلیل ہے۔

رسول کریم ﷺ نے ہر ایک شخص کو انفرادی طور پر تنبیہ فر مائی اور ارشاد فرمایا کہ ہر صاحب استطاعت نکاح کرے۔

عبد الرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں، میں علقمہ اور اسود کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا، انھوں نے فرمایا: ہم جس زمانے میں جوان تھے اور ہم کو کچھ میسر نہ تھا تو ہم سے ایک دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے نوجوانوں کے گروہ! جو کوئی نکاح کی طاقت رکھتا ہو وہ نکاح کر لے، کیوں کہ نکاح پرائی عورت کو دیکھنے سے نگاہ کو نیچا کر دیتا ہے اور حرام کاری سے بچاتا ہے، البتہ جس میں قوت نہ ہو تو وہ روزہ رکھے، یوں کہ روزہ رکھنے سے شہوت کم ہو جاتی ہے۔

(حدیث صحیح بخاری: 5066—5030 اور مسلم: 1400، 1425)

اسلام میں نکاح کرنے والوں کی حوصلہ افزائی: اگر کسی کے پاس نکاح، شادی کے سامان نہ ہوں، اسے بھی حوصلہ دیتے ہوئے رسول کریم ﷺ نے فرمایا: تین لوگوں کا ذمہ اور حق اللہ عزوجل (نے خود) پر (لے رکھا) ہے کہ ان کی مدد فرمائے:

(1) وہ غلام جس نے اپنے آقا سے رقم مقرر کر کے آزادی حاصل کرنے کا معاہدہ کیا ہو اور وہ اس کے ادا کرنے کا ارادہ بھی رکھتا ہو۔

(2) ایسا نکاح کرنے والا جو نکاح کے ذریعے عفت (پرہیز گاری، قوتِ شہویہ کو اعتدال و توازن، پارسائی، پاک دامنی) کا خواہاں ہو۔

(3) اور وہ شخص جو اللہ کے راستے میں جدوجہد کرنے والا ہو۔

(نسائی، 2244، ترمذی 1655، ابن ماجہ 2425)

غور کرنے کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ و اس کے رسول ﷺ جس چیز "نکاح" کی اتنی تاکید فرمائی ہے، اس میں کتنی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

جنسی خواہشات کے نتیجے میں سرزد ہونیوالے گناہوں سے انسان کو روکنے والی صرف دو چیزیں ہیں: ایک خوفِ خدا، دوسرا نکاح۔ انسان سے گناہ ہوتے ہیں، لیکن جب کسی انسان کا نکاح ہو جاتا ہے تو اس کی نگاہ اور شرم گاہ دونوں کی حفاظت کا سامان ہو جاتا ہے۔

اسی لیے رسول کریم ﷺ نے نے ارشاد فرمایا: جب کوئی بندہ نکاح کر لیتا ہے تو اس کا آدھا دین مکمل ہو جاتا ہے، پس اسے باقی نڈف دین کے متعلق خدا سے ڈرنا چاہیے۔ اتنی واضح تعلیمات کے باوجود خدا جانے ماں باپ لڑکا لڑکی کا نکاح، شادی کروا کر اس کے دین کو مکمل کرنے کی فکر کیوں نہیں کرتے؟

لڑکوں لڑکیوں کا چاہیے کہ نکاح شادی کے لیے والدین کے انتخاب کو ترجیح دیں اور صبر شکر کے ساتھ اپنا گھر بسائیں۔ اگر پسند کی شادی کرنی ہو تو والدین کو راضی کر کے کریں۔ یورپین لڑکیوں کی طرح من مانی زیب نہیں دیتی نہ ہی وہ کامیاب ہوتی ہے۔

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی

جو بلبلیں عقابوں (چیل سے مشابہ ایک طاقت ور بلند پرواز شکاری پرندہ) کے ساتھ اڑان بھرتی ہیں، وہ تھک ہار کر گر پڑتی ہیں۔ شیر کے علاقے میں پانی پینے والی ہرنیا، اپنی جان گنواں دیتی ہیں۔ اور نوجوانوں کے ساتھ کھیلنے والی "گپ شپ کرنے والی" کنواریاں اپنی عزت و اپنی عاقبت خراب کر بیٹھتی ہیں۔ اللہ ہم سب کو اپنے بچوں کا نکاح جلد کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

☆☆☆☆☆

عقیدہ اور تہذیب

غلام مصطفیٰ نوری

عقیدہ وتہذیب کسی بھی قوم کے لیے "بنیاد" اور "رنگ وروغن" کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انسان جس دین کو مانتا ہے اس کے عقائد مثل بنیاد ہوتے ہیں۔ جس پر ایمان کی عمارت کھڑی ہوتی ہے، جبکہ تہذیب وثقافت عمارت کے رنگ وروغن کی مانند ہے جس سے عمارت کے حسن وجمال میں اضافہ ہوتا ہے۔ تہذیب وثقافت ہی قوموں کی شناخت اور پہلا تعارف قرار پاتی ہے،

نظریاتی دشمن ہمیشہ قوموں کے عقائد پر حملہ کرتے ہیں مگر خاطر خواہ نتائج نہ ملنے پر اپنی چال بدلتے ہیں اور عقیدے پر راست حملے سے گریز کرتے ہوئے دشمن کی ثقافت وتہذیب پر نشانہ لگاتے ہیں۔ بھلے ہی عقیدہ وثقافت دو مختلف چیزیں ہیں لیکن عقائد وثقافت کے مابین ایک خصوصی ربط ہوتا ہے۔ اس لیے جب شاطر حریف اپنے دشمن پر حملہ کرتے ہیں تو عقائد ونظریات کے ساتھ اس قوم کے ثقافتی اور تہذیبی امور کو بھی نشانہ بناتے ہیں، عقائد کے مقابلے تہذیب پر حملے میں یہ آسانی ہوتی ہے کہ فریق مخالف اتنی شدت سے دفاع نہیں کرتا جتنا عقیدے پر حملے کے وقت کرتا ہے۔ ثقافتی رسم کے قدیم ہوجانے، یا بعض افراد کی لاپرواہی کے سبب کچھ نقائص در آتے ہیں بس انہیں کمزور پہلوؤں کو نشانے پر رکھ کر حریف اپنی چال چلتا ہے اور "اصلاح تہذیب" کی آڑ میں "عقیدے پر شب خون" کی سازش رچتے ہیں جس کے پس پشت اس قوم پر اپنے عقائد ونظریات مسلط کرنا مقصود ہوتا ہے۔

برصغیر میں انگریزوں کی آمد تک مسلمانوں کے علاوہ شیعہ فرقہ ہی موجود تھا۔ باقی سارے مسلمانوں کے عقائد اور تہذیب وہی تھی جس پر آج خوش عقیدہ سنی (بریلوی) مسلمان عمل پیرا ہیں، مشہور غیر مقلد عالم مولوی ثناءاللہ امرتسری (1868-1948ء) نے لکھا ہے:

"امرت سر میں مسلم آبادی غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے۔ اسّی (80) سال پہلے تقریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج کل حنفی بریلوی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔"

(شمع توحید: ص 63)

مولوی ثناء اللہ کے اس اقتباس سے دو باتیں بطور خاص معلوم ہوتی ہیں:

1- انیسویں صدی کے نصف اول (تقریباً 1850ء) تک بھی مسلمانان ہند کسی بڑی تقسیم کا شکار نہیں ہوئے تھے.

2- تقسیم امت سے پہلے مسلمان جن عقائد اور ثقافت پر قائم تھے ان عقائد و معمولات کے امین ووارث آج وہی مسلمان ہیں جنہیں "سنی بریلوی" کہا جاتا ہے۔

گذشتہ ڈیڑھ سو سالوں کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی سامراج نے اپنا اقتدار مضبوط کرنے اور مسلمانوں کے عقائد وتہذیب مٹانے کے لیے کئی جہتوں سے کام کیا۔

1- حکومتی مشنری کا استعمال۔ 2- مرزا قادیانی کے ذریعے عقیدہ ختم نبوت پر یلغار۔ 3- مغرب پرست مسٹروں کے ذریعے الحاد کی اشاعت۔ 4- زر خرید علما کے ذریعے مسلم ثقافت پر وار، اسی کی آڑ میں عقیدے پر شب خون۔

پہلے تین منصوبوں میں جزوی کامیابی تو ملی لیکن انگریزوں کی کھلی دشمنی، عقائد پر مسلمانوں کی پختہ وابستگی اور علماے ربانیین کی بروقت پکڑ نے ان فتنوں کو پھلنے پھولنے نہیں دیا۔ لیکن جو گروہ مسلمانوں کے لباس اور مصلح کے روپ میں ثقافت اسلامیہ پر حملہ آور ہوا اس نے مسلمانان ہند کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا۔ امتداد زمانہ کے باعث ثقافتی امور میں کچھ خرابیاں آچکی تھیں۔ اصلاح کے نام پر "انگریزی ہرکاروں" نے مسلمانوں میں فتنہ وفساد اور تقسیم در تقسیم کا بیج بویا۔ بات اگر اصلاحات کی ہوتی تو تشویش نہ تھی، اس کے پس پشت عقائد پر شب خون مارنا تھا، مسلمانوں کے نسبتاً ہلکے اور کمزور رد عمل سے شہ پاکر یہ گروہ عقائد اسلامیہ پر حملہ آور ہوگیے۔ مسلمانان ہند کی ثقافت اور اس پر جارحانہ یلغار سمجھنے کے لیے مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر یہ مثال ملاحظہ فرمائیں کہ کس بے شرمی کے ساتھ مسلمانوں کی تہذیبی روایات پر بد بختانہ فتوے لگا کر افتراق کا بیج بویا گیا۔ میلاد النبی ﷺ کا انعقاد اہل اسلام کی ثقافت کا اہم حصہ ہے، مسلمانان ہند بھی صدیوں سے میلاد النبی کی محفلیں منعقد کرتے آئے ہیں۔ مسلمانان ہند کے جذبات کی ترجمانی

کرتے ہوئے محقق علی الاطلاق شاہ عبدالحق محدث دہلوی دہلوی رقم طراز ہیں:

”اے اللہ! میرا کوئی عمل ایسا نہیں جسے تیرے دربار میں پیش کرنے لائق سمجھوں۔ میرے تمام اعمال میں فساد نیت موجود رہتی ہے۔ البتہ مجھ حقیر فقیر کا ایک عمل صرف تیری ذات پاک کی عنایت کی وجہ سے بہت شاندار ہے اور وہ یہ ہے کہ مجلس میلاد کے موقع پر میں کھڑے ہوکر سلام پڑھتا ہوں اور نہایت عاجزی وانکساری، محبت وخلوص کے ساتھ تیرے حبیب ﷺ پر درود وسلام بھیجتا ہوں۔“(اخبار الاخیار:605)

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے:

میلاد النبی کا انعقاد مسلمانوں کی تہذیب کا بنیادی حصہ تھا۔ وہ اپنے اس معمول (میلاد النبی) کو ”شاندار“ سمجھتے تھے۔ کھڑے ہوکر سلام پڑھنا محض عوام نہیں بلکہ محقق علی الاطلاق جیسے جید عالم دین کا بھی معمول تھا۔ مسلم ثقافت کے اس بہترین عمل پر بد بختی سے بھرے یہ فتوے جڑے گئے:

”انعقاد مجلس مولود بہر حال ناجائز ہے۔“

”مجلس مولود مروجہ بدعت ہے...قیام بھی بوجہ خصوصیت کے بدعت ہے... فاتحہ مروجہ بھی بدعت ہے، معہذا مشبہ بفعل ہنود ہے۔“

بد بختی کا اندازہ اس سے لگائیں کہ محافل میلاد النبی منعقد کرنے اور شرکت کرنے والوں کو ”فاسق“ قرار دیا گیا۔

خانوادہ شاہ ولی اللہ ہند کا وہ دبستان علم ہے جہاں سے علم حدیث کی خوشبوئیں پھوٹیں۔ اس گھرانے کی علمی عظمت ہی ہے کہ آج ہر مکتب فکر اپنا علمی انتساب اسی خانوادے سے کرتا ہے. لیکن اتنے جید علمی خاندان میں رائج تہذیب پر ناجائز وحرام اور فسق وفجور کے بد بختانہ فتوے جڑے گیے۔

☆ظاہری آنکھ سے دیکھنے والے اسے محض فرعی اختلاف سمجھ کر نظر انداز کرتے رہے لیکن ”نور فراست“ سے دیکھنے والے علماے ربانیین نے خوب سمجھ لیا کہ ثقافت مسلم پر حملے کے پیچھے عقیدے پر شب خون کی تیاری ہے اس لیے اس عہد کے علمانے آنکھ سے کاجل چرانے والے چوروں کے عزائم پر مضبوط بند باندھا اور ان کے حقیقی چہرے بے نقاب کیے۔“

زیادہ وقت نہیں گزرا کہ زمانے نے دیکھ لیا کہ جو لوگ اصلاحات کے نام پر اودھم مچا رہے تھے کچھ وقت بعد وہ "انگریزی دستے" عقائد پر حملہ کرنے لگے، اور دیکھتے ہی دیکھتے علم غیب مصطفیٰ، امکان کذب باری تعالیٰ اور عقیدہ شفاعت پر حملوں کی بوچھار ہوگئی. علماے ربانیین نے بروقت ان فتنوں کو نہ پہچانا ہوتا تو آج ملت اسلامیہ کی اکثریت ان فتنوں میں مبتلا ہوتی۔ ان علماے ربانیین کا احسان عظیم ہے کہ آج ملت اسلامیہ کا اکثریتی طبقہ انہیں عقائد پر کاربند ہے جو انہیں اسلاف سے ورثے میں ملے ہیں۔

آج بعض شپرہ چشم محققین یہ کہتے ہیں کہ گذشتہ صدی کے علما نے میلاد وفاتحہ اور عرس ونیاز پر ہی زیادہ توجہ رکھی لیکن وہ ایسا کہہ کر معاملے کے دوسرے اور اصل پہلو سے اپنی آنکھیں موند لیتے ہیں اور دوسروں کو بھی مغالطہ دیتے ہیں۔ اہل خرد خوب جانتے ہیں کہ فتنے کو ابتدا میں روکنا آسان ہوتا ہے ذرا سی ڈھیل مل جائے تو قابو کرنا بہت مشکل ہوجاتا ہے۔ امام بخاری التاریخ الکبیر میں امام حسن بصری کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں: ”**الفتنة إذا أقبلت عرفها كل عالم، وإذا أدبرت عرفها كل جاهل.**“

فتنہ جب اٹھتا ہے(یعنی جب کسی فتنے کی شروعات ہوتی ہے) توہر عالم اسے پہچان لیتا ہے۔ اور جب فتنہ چلا جاتا ہے تب جاہل اسے پہچانتا ہے۔

امام حسن بصری کے اس ارشاد سے پتہ چلتا ہے کہ دین میں اٹھنے والے فتنوں کی صحیح سمجھ "علماے دین یعنی دین کی صحیح سمجھ رکھنے والوں" ہی کو ہوتی ہے. وہ فتنوں کے سر اٹھاتے ہی انھیں پہچان لیتے ہیں اور امت کو باخبر کر دیتے ہیں۔ جب کہ جاہل اور انجان لوگ ان فتنوں کی حقیقت نہیں سمجھ پاتے. اور جب اٹھنے والے فتنے اپنا کام کر جاتے ہیں تب انھیں ان فتنوں کی حقیقت سمجھ میں آتی ہے۔

عہد ماضی کے علماے ربانیین کی دینی بصیرت اور مضبوط پیش بندی ہی تھی کہ بدعقیدہ جماعتیں اور ان کے سربراہان تک اپنی اصل شناخت اور پہچان چھپاتے پھرتے تھے۔

اعتقادی فتنوں کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے جس اجتماعی شعور کی ضرورت ہوتی ہے اگر وقت گزرنے کے ساتھ ہم میں اس کا فقدان نہ ہوا ہوتا اور اکابرین کی پیروی میں ہم نے اپنی تہذیب تسنن کا مقدمہ صحیح طریقے سے آگے بھی جاری رکھا ہوتا تو آج بر صغیر کے اعتقادی فتنے بھی اسی طرح اپنی موت مر چکے ہوتے جس طرح صدیوں قبل درجنوں بدمذہب فرقے مر چکے ہیں۔ ☆☆☆

حضور ملک العلما اور اصلاحِ معاشرہ

محمد قمر الزماں مصباحی مظفرپوری

بہار کی زمین نہایت زرخیز واقع ہوئی ہے جہاں کی مٹی سے صاحب فضل وکمال، جامع شریعت وطریقت، ارباب فکر وبصیرت اور دانائے راز شخصیتیں پیدا ہوئیں۔ جنہوں نے علمی، ادبی، مذہبی، فقہی، روحانی اور سماجی ہر شعبے میں کارہائے نمایاں انجام دیں انہیں میں ایک معتبر اور روشن نام ملک العلما حضرت علامہ سید محمد ظفرالدین بہاری قدس سرہ کا ہے۔ 10/ محرم الحرام 1303ھ مطابق 19/اکتوبر 1885ء کو رسول پور میجرہ موجودہ ضلع نالندہ میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی حضرت سید عبد الرزاق اشرفی علیہ الرحمہ نے اپنے مرشد پاک حضرت سید شاہ چاند بیتھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے 1307ھ میں بسم اللہ خوانی کی رسم ادا کروائی۔ اپنی نانہال بین میں مدرسہ غوثیہ حنفیہ میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ 1902ء میں مدرسہ حنفیہ پٹنہ آگئے اور مشکوٰۃ اور جلالین تک کی کتابیں پڑھیں وہاں سے کانپور، کانپور سے پیلی بھیت دارالحدیث میں حضور محدث سورتی علیہ الرحمہ سے درس حدیث لیا 1321ھ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضری دی اور آپ ہی کو کاوشوں سے 1322ھ میں دارالعلوم منظر اسلام کا قیام عمل میں آیا جس کے سبب سے پہلے طالب علم آپ ہوئے۔ تقریباً 4/ سال تک دارالعلوم میں مختلف اساتذہ فن سے اکتساب فیض کرتے رہے اور بخاری شریف کا خصوصی درس امام احمد رضا قادری سے لیا 1325ھ ماہ شعبان المعظم میں خانقاہ ردولی کے صاحب سجادہ حضرت شاہ التفات احمد قدس سرہ کے مبارک ہاتھوں آپ کے سر پر فضیلت کی دستار سجائی گئی اسی موقع سے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلسلہ عالیہ کی اجازت و خلافت، ملک العلما و فاضل بہاری کے خطاب سے سرفراز فرمایا اور اسی سال ماہ شوال میں اپنے مادر علمی سے تدریسی زندگی کا آغاز فرمایا۔ 1912ء میں مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں تفسیر و حدیث کے استاد مقرر ہوئے۔ 1915ء میں خانقاہ کبیریہ سہسرام میں منصب صدارت کو زینت بخشی 1920ء میں دوبارہ مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ آگئے۔ 1950ء میں پرنسپل کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے اور 1951ء سے جامعہ لطیفیہ کٹیہار میں بحیثیت صدر مدرس تدریسی خدمات پر مامور ہوئے اس طرح آپ کا تدریسی تصنیفی اور قلمی سفر 1907ء سے شروع ہوکر 1962ء ختم ہوتا ہے گویا آپ کی دینی مذہبی اور تبلیغی خدمات کا دائرہ نصف صدی سے زائد پر محیط ہے تصنیف و تالیف کا ذوق اٹھارہ سال کی عمر سے ہی آپ کے اندر جاگ چکا تھا اور سونے پر سوہاگہ یہ کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فکر وقلم کی حسین چھاونی مل گئی پھر تو کندن بننا ہی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے بیان و زبان، لب ولہجہ، تحریر وتقریر اور تصنیف و تالیف سے رنگ رضا صاف طور پر نمایاں ہے تصنیفی دنیا میں آپ کی تحریر کے وقار و معیار کا ہر ایک کو اعتراف ہے سوانحی خاکہ ہو یا فقہ و افتا، فکر و اعتقاد کی بحث ہو یا اصلاح عمل کی، ہر جگہ علمی صداقت، قلمی گہرائی اور دلائل کی فراوانی ہر سطر سے جھانکتی ہوئی دکھائی دیتی ہے نیز بے تکلفی اور سادگی و برجستگی کا عنصر بھی گہرا نظر آتا ہے۔ جب باطل عقیدے کے رد پر قلم اٹھاتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ قلم کی سیاہی کے ہر قطرے سے حضرت عمر کا جلال برس رہا ہے اور جب سماج اور معاشرے کے سدھار کی بات کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سنجیدہ لب ولہجہ کے زریں لہروں سے کوئی زندہ دل انسان مسکرا رہا ہے حرف حرف سے اصلاح کے نور کی بارش ہو رہی ہے، ہمدردی کے پھول جھڑ رہے ہیں اور محبتوں کی کلیاں تبسم ریز ہوں اور ایک اچھے مصلح کی یہی سچی پہچان ہے کبھی وعظ و نصیحت کی شکل میں قوم کے اندر حسن وعمل کی جوت جگائی، کبھی درس قرآن کی محفل سجا کر ان کی طہارت باطنی کا سامان فراہم کیا اور کبھی قلمی جہاد کر کے معاشرے میں پھیلی برائیوں کا خاتمہ کیا۔ ظفرالدین الجید، شکست سفاہت اور گنجینہ مناظرہ ان تینوں کتابوں کا تعلق اصلاح فکر واعتقاد سے ہے۔ 1947ء

پرنسپل مدرسہ غوثیہ مظفرپور

میں جب ملک کی آزادی کا آفتاب طلوع ہوا وہیں اگتے سورج کے بدن سے ہجرت کی سیاہ رات بھی نمودار ہوئی، پورے ملک میں ظلم وستم کی کالی کالی بدلیاں چھاگئیں، محافظ ڈاکو بن گئے، لاشیں خاک وخون میں تڑپنے لگیں آخر کار لوگ اپنا وطن چھوڑ کر پاکستان جانے لگے ایسے روح فرساں اور خوفناک حالات میں ترک وطن کرنے والوں کے خلاف، سد الفرار کے نام سے ایک رسالہ لکھا اور اپنا ملک چھوڑ کر پاکستان جانے والوں سے کہا کہ یہ ہجرت نہیں اصل میں فرار ہے اس کا ایک اقتباس ملاحظہ کریں اور ایک دردمند دل کی پکار کو آپ بھی محسوس کریں۔

آپ خوف وہراس سے بھاگ کر اپنے اسلاف کے کارناموں پر پانی پھیر رہے ہیں، اپنی قوم کو ہمیشہ کیلئے ذلیل وخوار کر رہے ہیں، مسلمانوں کو جو قلت میں ہیں ان کو اقلیت در اقلیت میں مبتلا کر رہے ہیں۔ کیا آپ کی غیرت اس کی متقاضی ہے کہ آپ کے اباء واجداد نے تو دارالکفر میں آکر اسلام کا چراغ روشن کر کے خدا کے یہاں سرخ روئی حاصل کی تھی اور آپ اپنے اس فعل سے دار اسلام سے اسلام کا چراغ بجھا کر اس کو دارالکفر بنا رہے ہیں، کیا آپ کی غیرت اس کی اجازت دیتی ہے کہ وہ مساجد جہاں آپ اور کے آباء واجداد اپنی پیشانیاں گھسا کرتے ہیں ان کو ویران چھوڑ کر جائیں۔ کیا آپ کی غیرت اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ بزرگوں کے مزارات جن پر صندل لگا کر اپنی سعادت اور قلب وایمان کی ٹھنڈک محسوس کرتے رہے بھاگ کر ان کو کفار ومشرکین کی پامالی اور تذلیل کے لئے چھوڑ جائیں کہ ان کے جانور انہیں ناپاک کریں۔ (تذکرہ ملک العلماء ص2930)

آج سے پچاس سال پہلے گاؤں دیہات میں علما کی کمی کی وجہ سے کم خواندہ حضرات میلاد پاک کی محفل میں بلائے جاتے جو موضوع اور غیر مستند روایات پڑھتے جس سے محفل کا اصل عرفان رخصت ہو جاتا انہیں حالات کے تناظر میں حضرت شاہ ارزاں علیہ الرحمۃ کے صاحب سجادہ سید شاہ حامد حسین قدس سرہ کی فرمائش پر مستند اور معتبر روایت سے آراستہ "میلاد رضوی" کے نام سے ایک کتاب ترتیب دی جس نے معاشرہ کی اصلاح میں بڑا کلیدی کردار ادا کیا پورے پٹنہ شہر میں "درس قرآن" کی شروعات آپ ہی نے کی۔ جس کا مقصد لوگوں کو قرآن وسنت سے قریب کرنا، ان کے اندر ایمانی حرارت پیدا کرنا اور غیر شرعی حرکات سے مسلمانوں کو باز رکھنا اس اصلاحی اقدام میں بہت زبردست کامیابی ملی اور عوام الناس سے لیکر عصری علوم سے آراستہ طبقہ بھی آپ کے اصلاحی بیانات کو سن کر اسلام سے قریب ہوتا چلا گیا۔

آج کل تعزیہ داری میں جن خرافات کا مظاہرہ ہوتا ہے شریعت مطہرہ ان خرافات کی قطعی اجازت نہیں دیتی ہے جب آپ سے تعزیہ بنانے، مرثیہ پڑھنے، تعزیہ کے سامنے فاتحہ دینے کے بارے میں سوال ہوا تو ارشاد فرماتے ہیں۔

تعزیہ داری قطعاً بدعت و ناجائز و حرام ہے ہاں روضۂ اقدس حضور سید الشہداء کے صحیح نقشے بقصد تبرک بے آمیزش منہیات اپنے پاس رکھنے میں کوئی حرج نہیں ذکر شہادت شریف نظم ہو یا نثر میں جب کے روایت صحیح مقبولہ سے ہو اور منکرات شرعیہ مثل کلمات توہین انبیا و مرسلین و ملائکہ و مقربین و اہل بیت طاہرین وصلحاء مکرمین وغیرہ محرکات سے بالکل خالی ہو، بلا شبہ جائز ومستحسن وموجب ثواب و نزول رحمت وہاب ہے اور اگر تعزیہ میں پری یا براق وغیرہ کی تصویریں ہو تو حرام وگناہ ہے یہ مرثیہ کہ رائج ہیں مطلقاً حرام ہیں اور ان کا پڑھنا سننا اور سینہ کوبی وماتم ونوحہ سب حرام ہیں حدیث میں ہے نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المراثی۔ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا مرثیوں سے۔"

(فتاویٰ ملک العلماء ص463)

طوالت کے خوف سے انہیں چند باتوں پر اکتفا کیا جاتا ہے ورنہ ان کے فتاویٰ اور دیگر تصنیفات میں اصلاح کے پہلو وافر مقدار میں موجود ہیں پروردگار عالم ان کی قبر پر رحمتوں کے پھول برسائے اور ان کے علمی خزانوں سے ہم سب کو استفادہ کی توفیق بخشے آمین ثم آمین۔

☆☆☆☆☆

خوشبوے عرفاں، عطر بداماں، مخدوم جہاں

حضرت سیدنا الشیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری بہاری قدس سرہ

الف برکاتی (اقبال حسینی)

بر در او ہر کہ ارادت نمود
زندۂ جاوید شد ار مردہ بود

خاتم الفردوسیین، سلطان المحققین، مرکز اہل یقین، منبع صفات الراجین، مقتداے خائفین، شارح صدور مریدین، مفسر نکات الصوفیین، عالم علوم شرع مبین، نور نگاہ عالم علم الاولین والآخرین (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) حضرت سیدنا الشیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری بہاری قدس سرہ صوبۂ بہار کی تاریخ تصوف وصوفیہ کے وہ لعل آبدار اور مرد طرحدار ہیں جن کے قدموں کی چھاؤں میں کج کلاہان تصوف کے تاج آج بھی قدم بوسی کے لیے بے قرار ہیں۔ جن کے مزار پر انوار پہ چلہ کشی سے فراغت کے بعد عالم روحانیت کے عظیم پیشوا، تارک السلطنت، محبوب یزدانی، لاثانی معالج روحانی، نجیب الطرفین، مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی متعنا اللہ بفیضانہ الوسیعہ قدس سرہ نے فرمایا تھا۔

دلا ہرگز نہ یابی در جہاں ہم چو شرف پیرے
کہ مالامال زو شد سید اشرف جہانگیرے

آج کی شب اسی گوہر آبدار کی دریاے رحمت وعنایات الٰہی میں غوطہ زنی کی شب ہے۔

دل عشق طلب میں صادق تھا گھبرا کے سوئے مطلوب گیا
دریا ہی سے موتی نکلا تھا دریا ہی میں جا کر ڈوب گیا

سرزمین ہند وسندھ کی خوشبودار خاک معرفت سے ایسے کئی معطر معطر اخلاق وتصوف اور احسان ومعرفت کے پودے اگے جن کی خوشبوے پائدار سے شرق تا غرب کے محققین، صوفیائے کاملین، علمائے ربانیین، راہ سلوک ومعرفت کے سالکین کے افکار واذہان اور قلم وزبان معنبر معنبر ہیں۔ آج بہار کی روحانی سلطنت کے باتاج بادشاہ (اولیا کو بے تاج بادشاہ نہیں لکھتا ہوں) حضور مخدوم جہاں کی بارگاہ میں عقیدتوں کی چند سطریں پیش کر کے ان طلسماتی اور مردم ساختہ دھندلکوں کو رفع دفع کرنے کی ادنی سی کوشش بھی کر رہا ہوں کہ بہار خالی از علمی بہار ہے اور محققین مفسرین ومجتہدانہ صلاحیتوں کے حاملین بیرون بہار ہی سے علم ومعرفت کی سوغاتیں اور مملکت لوح وقلم کی جہاں بانیاں تقسیم کرتے ہیں۔ اور پھر سب سے بڑی بات کہ اپنی سعادت اخروی اور علمی دریوزہ گری کی معراج کے لئے آج کی شب سے زیادہ شاید ہی کوئی مناسب شب ہو۔ کہ مجھے یقین ھے کہ یوم وصال اور یہ وقت وصال، مخدوم جہاں نے جو فرمایا تھا اسکا ایک تھوڑا سا بھی حصہ مقدروں کی کامرانی کا سبب بن جائے تو کم از کم سلسلۂ فردوسیہ کا ہر شخص اپنے نصیبے پہ ناز کرے اور یہ خاکسار و شرم سار سرکار مخدوم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ کی خیرات حاصل کر لے۔ اس اجمال کی تفصیل کے لیے ہم ”آئینۂ مخدوم جہاں“ نامی کتاب کی پہلے سیر کر لیں، جس میں جماعت اہل سنت کے عظیم ادیب وخطیب، مدبر وعقدہ کشاے علم وحکمت، رمز آشناے سنیت، پیر طریقت حضرت علامہ سید شاہ رکن الدین اصدق نے بہ حوالۂ ”وصال نامہ“ خادم خاص حضرت مخدوم جہاں، حضرت زین بدر عربی، یوم وصال کی کچھ اس طرح منظر کشی فرمائی ہے:-

”آپ کے خادم خاص حضرت زین بدر عربی، وصال نامہ میں لکھتے ہیں کہ 5 شوال بدھ کو نماز فجر کے بعد حضرت مخدوم اپنے حجرے میں تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے وظیفہ میں مشغول تھے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت مخدوم چاشت تک وظیفہ میں مشغول رہے اس کے بعد کیف وسرور کے عالم میں الحمد للہ والمنۃ للہ پڑھتے ہوئے حجرہ شریف سے باہر صحن میں تشریف لائے۔ اس کے بعد حاضرین مجلس کو اللہ تعالی کی رحمت ومغفرت سے پر امید رہنے کی تلقین فرمائی اور بآواز بلند یہ آیت کریمہ پڑھی {لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا} ایک بندۂ عاشق نے عرض کیا، مخدوم مجھے بھی قبول فرمالیں۔ فرمایا، مطمئن رہو تم کو تمھارے پورے خاندان

کے ساتھ قبول کیا۔ پھر فرمایا، دوستوں کو کہہ دینا، مطمئن رہیں۔ اگر رب ذوالجلال نے میری لاج رکھ لی اور مجھ پر فضل فرمایا تو میں آپ سبھوں کے کام آؤں گا۔ اس پر حضرت زین بدر عربی نے عرض کیا، مخدوم تو مخدوم، ان شاءاللہ مخدوم کے غلاموں کی لاج رکھی جائے گی۔ یہ سن کر مخدوم نے فرمایا: "امیدیں تو ہیں" اس کے بعد کلمۂ تشہد کے ساتھ یہ کلمات "رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا. الیٰ آخرہ پڑھے۔"

یہ آخری جملہ "امیدیں تو ہیں" ہی میرے لیے ہمیشہ موجب کشش رہا کہ شاید غلاموں میں بہ طفیل روحانیت غوث الثقلین مجھے بھی شامل کرلیا جائے۔! (آئینۂ مخدوم جہاں ص-106,107)۔

شنیدم کہ در روز امید و بیم
بداں رابہ نیکاں بہ بخشد کریم

واضح رہے کہ لف ونشر غیر مرتب بات کہنے پہ مجبور ہو گیا مگر آج کی اس عقید تمندانہ حاضری کا محرک حضور مخدوم جہاں کا وہ مذکورہ جملہ ہی ثابت ہوا۔

روشن روشن جھلکیاں:

خاندان:

حضرت مخدوم الملک کے آباواجداد ہاشمی تھے اور بیت المقدس کے محلہ "قدس خلیل" (HEBORN) میں آباد تھے۔

ورود ہندوستان:

حضرت مخدوم الملک کے پردادا حضرت امام محمد تاج فقیہ بہ قصد جہاد بایماو بہ مطابق بشارت رسول مختار ﷺ سنہ 576ھ میں خواہر زادۂ غوث اعظم مخدوم خطیر الدین ابدال منیری (مدفون منیر شریف) سالار لشکر مخدوم علم بردار ربانی (مدفون مہداوں، منیر شریف)، مخدوم تاج الدین، میر جعفر، میر مظفر، میر علی ترک اور اسی قبیل کے بزرگان وعمائدین مذہب کے ہمراہ عازم ہند ہوئے۔ اور وارد ہند ہوکر بھارت کے صوبہ بہار کے ضلع پٹنہ کے ایک قصبہ منیر شریف میں فروکش ہوئے۔

بھارت کے تاریخی ومذہبی مقامات میں پٹنہ ضلع کا یہ قصبہ منیر شریف جو کبھی شہر تھا، خاص اہمیت کا حامل ہے۔ جو پٹنہ سے 28 کلو میٹر جانب مغرب دریائے گنگا اور سون ندی کے سنگم پر صدیوں سے آباد ہے۔ اسے بہار کے اولین مرکز اولیا وصوفیا ہونے کا شرف اختصاص بھی حاصل ہے۔ عہد قدیم میں یہ شہر علم وادب کا مرکز تھا۔ سنسکرت زبان کے قواعد کے موجد اور واضع "پانینی" کی پیدائش اور تعلیم وتربیت یہیں ہوئی۔ اس شہر کی بنیاد ناصر منیری کی تحقیق وتحریر کے مطابق فیروز رائے ولد کشور راج ولد مہاراج ولد کشن ولد پورب ولد ہند ابن حام ابن حضرت نوح علیہ السلام نے ڈالی تھی۔

نسب نامہ:

پروفیسر معین الدین دردائی نے "تاریخ سلسلۂ فردوسیہ" میں مخدوم جہاں کا سلسلۂ نسب پدری ومادری شاہ آمون کے قلمی نسخہ (ملفوظ) "تحقیقات المعانی" کے حوالے سے ذیل کے مطابق تحریر کیا ہے:

مخدوم شرف الدین احمد ابن مخدوم کمال الدین احمد یحیٰ، ابن شاہ اسرائیل ابن امام تاج فقیہ، ابن امام ابوبکر، ابن امام ابوالفتح، ابن امام ابوالقاسم، ابن امام ابوالصائم، ابن امام ابوالدہر، ابن امام ابواللیث، ابن امام ابوالسہمہ، ابن امام ابودین، ابن امام ابومسعود، ابن امام ابوذر، ابن زبیر ابن عبدالمطلب، ابن ہاشم، ابن عبدمناف۔

اور سلسلۂ مادری حضرت سیدالشہدا امام ہمام عالی مقام سیدنا امام حسین ابن فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ تک اس طرح پہنچتا ہے۔ جسے پروفیسر معین الدین دردائی نے بہ حوالہ "حیات ثبات" اس طرح تحریر کیا ہے:

مخدوم شیخ شرف الدین بن بی بی رضیہ بنت سید شہاب الدین پیر جگجوت (درگاہ جیٹلی شریف) بن سلطان سید شاہ محمد، بن سید شاہ احمد، بن سید شاہ ناصرالدین، بن سید یوسف، بن سید حسن، بن سید حسن، بن سید قاسم، بن سید موسیٰ، بن سید حمزہ، بن سید داؤد، بن سید رکن الدین، بن سید قطب الدین، بن سید اسحاق، بن سید اسمٰعیل، بن سید امام جعفر صادق، بن امام محمد، بن باقر، بن امام زین العابدین، بن سیدالشہدا حضرت امام حسین بن حضرت علی ابن ابوطالب۔

ولادت باسعادت:

حضرت مخدوم جہاں کی ولادت 29 شعبان المعظم 661ھ سلطان ناصرالدین محمود جو عابد وزاہد سلطان تھا، اس کے زمانے میں بمقام منیر شریف ہوئی تاریخ پیدائش "شرف آگیں" سے نکلتی ہے (حوالۂ مذکورہ ص- 137)

مخدوم الملک کے پردادا جو بیت المقدس سے ہجرت کرکے وارد ہند ہوئے تھے اور منیر کے سرکش راجہ سے اپنے آنے کے چھٹے سال جہاد کرکے مغلوب کیا اور فاتح منیر ہوئے، امام تاج فقیہ کے تین

صاحب زادگان تھے شیخ اسرائیل، شیخ اسمٰعیل اور شیخ عبدالعزیز۔ تاریخوں کے اعتبار سے منیر شریف میں سیدنا امام تاج فقیہ کی اہلیہ کا وصال ہو گیا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ مع اہل وعیال تشریف لائے تھے۔ اہلیہ کے وصال کے بعد آپ بیت المقدس واپس تشریف لے گئے اور اپنی سالی سے عقد ثانی فرمایا اور وہیں رہ گئے، ہندوستان واپس نہیں آئے اور یہاں کا نظم ونسق اپنے صاحب زادوں کے حوالے کر گئے۔ حضرت مخدوم الملک کے دادا حضرت شیخ اسرائیل کی سب سے پہلی اولاد حضرت مخدوم احمد یحییٰ منیری تھے، جن کی شادی سید شہاب الدین پیر جگجوت (جنہوں نے کاشغر کی سلطنت چھوڑ کر فقر اختیار کیا تھا) کی بڑی صاحب زادی حضرت بی بی رضیہ سے ہوئی۔ آپ کی بطن سے چار صاحب زادے شیخ جلیل الدین، شیخ شرف الدین، شیخ خلیل الدین اور شیخ حبیب الدین پیدا ہوئے۔ مخدوم الملک کی والدہ ماجدہ عابدہ زاہدہ اور ولیہ کاملہ تھیں بہ قول دردائی صاحب: "مشہور ہے کہ بغیر وضو کے آپ نے اپنے لڑکے کو دودھ نہیں پلایا۔"

تعلیم وتربیت:

حضرت مخدوم الملک کی ابتدائی تعلیم وتربیت خاندانی روایات کے مطابق گھر پہ ہوئی۔ اور اس عہد کے نصاب تعلیم کے تحت "مصادر" اور "مفتاح اللغات" وغیرہ بالاستیعاب پڑھی۔ پھر حسن اتفاق سے آپ کی ملاقات علامہ اشرف الدین توامہ بخاری سے ہوگئی۔ جن سے علوم نقلیہ کلام پاک، تفسیر، حدیث، فقہ کے علاوہ علوم نقلیہ مثلاً منطق، فلسفہ اور ریاضیات کی تکمیل کی۔ علامہ بخاری کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ علوم ظاہری وباطنی کے علاوہ علم کیمیا، علم سیمیا، طلسم اور سحر جیسے علوم میں اپنی مثال آپ تھے۔ ان کے بارے میں یہ روایتیں بھی ملتی ہیں کہ وہ غیاث الدین بلبن شہنشاہ ہند کے عہد حکومت (1228 -1281) میں بخارا سے دہلی تشریف لائے۔ درس و تدریس اور تربیت تزکیہ باطنی میں مصروف ہوئے۔ علمی اور روحانی وجاہت کے غلغلہ نے عوام کا اژدھام ان کے ارد گرد جمع کر دیا اور شہنشاہوں اور حکمرانوں کی عام ذہنی افتاد کے سبب کہ ہر چمکنے والے سورج کو غروب کرنے کی اور روشن چراغوں کو بجھانے کی فکر میں خود ساختہ (self made) پریشانیاں مول لئے پھرتے ہیں، غیاث الدین بلبن نے بھی حضرت بخاری کی قبولیت عامہ کو اپنی حکومت کے لئے خطرہ گردانتے ہوئے آپ کو دہلی سے نکل جانے کا شاہی فرمان جاری کر دیا اور اس عہد کے دورافتادہ علاقہ سنار گاؤں (موجودہ بنگلہ دیش) جانے کا حکم دے دیا۔ آپ نے رخت سفر باندھا اور قطع منازل کرتے ہوئے راستے میں منیر شریف مقیم ہوئے اور کئی روز وہاں ٹھہر گئے۔ حضرت مخدوم احمد یحییٰ منیری نے جی کھول کر پذیرائی اور ضیافت فرمائی۔ علامہ بخاری کے قیام کے دنوں میں استاد اور شاگرد دونوں کو ایک دوسرے کے تبحر علمی اور اخذ واستفادہ کی صلاحیتوں کا بخوبی اندازہ ہوا اور وہیں سے شاگرد نے استاد کا ایسا دامن تھاما کہ سنار گاؤں جا کر ہی باجازت والدین دم لیا۔ علامہ بخاری نے سنار گاؤں میں ایک مدرسہ اور ایک خانقاہ کی بنا 668ھ مطابق 1270ء میں ڈالی۔ اور تادم حیات 700ھ تک رشد وارشاد اور تعلیم وتعلم میں مشغول رہے۔ حضرت مخدوم الملک نے اپنے استاد کی اس ظاہری وباطنی درسگاہ میں بائیس سال تک اکتساب علوم کی منزلوں سے خود کو گذارا۔ اور عالم روحانیت کے عظیم شاہ سوار، کیمیا صفت عالم وفاضل اور متبحر علوم کثیرہ بن کر انسانی قلوب کی کشت ویراں کو سرسبز وشاداب کرنے کے منبع فیوض بن گئے۔ استاد محترم کی علمیت کے آثار اور اس کی تابانیوں سے خوب خوب منور ہوئے اور استاذ محترم کے ہمیشہ سعادت مند تلامذہ کی طرح مداح رہے۔ آپ نے اپنے استاد علامہ اشرف الدین ابو توامہ بخاری کے اوصاف اور تبحر علمی کا ذکر "خوان پر نعمت" میں کیا ہے۔

نکاح:

مخدوم الملک کے استاد باوقار مخدوم بخاری عطائے الٰہی سے نگاہ کیمیا اثر اور دیدۂ جوہر شناس رکھتے تھے۔ آپ کی مستقبل بیں نگاہوں نے یہ دیکھ لیا تھا کہ یہ جوہر قابل آنے والے زمانے میں بحر معرفت کا گوہر نایاب اور ولایت کا آفتاب عالم تاب بن کر آسمان علم وروحانیت پر چمکے گا۔ نگاہ پسندیدگی اور عنایت خصوصی نے اس جوہر آبدار کو اپنی دامادی میں لینا چاہا مخدوم الملک نے کچھ پس وپیش کیا مگر آپ کی پیش نہ گئی۔ ایک سے زاید تذکرہ نگاران مخدوم نے سیدھے طور پہ آپ کا عقد شاہزادی علامہ بخاری "بی بی بہو بادام" سے منعقد ہو جانے کا تذکرہ فرمایا ہے۔ مگر جہاں تک میرا حافظہ رہنمائی کر رہا ہے مرتب "مرآۃ الکونین" مولوی غلام نبی فردوسی نے عقد مذکور کے ذیل میں جو تحریر

کیا ہے اسے میں نے اپنے عصری جامعاتی عہد سنہ 1986 میں خدا بخش خاں اورینٹل پبلک لائبریری (بانکی پور، پٹنہ) میں مطالعہ کی میز پہ پڑھا تھا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب علامہ ابوتوامہ بخاری نے اپنی شاہزادی سے نکاح کا عندیہ پیش فرمایا تو مخدوم جہاں نے حیلہ اور توریہ کی زبان استعمال کی جس پر علامہ بخاری نے ایک کیمیائی نگاہ ولایت ان پر ڈالی جس سے ایک ایسے مرض کے آثار مخدوم الملک پہ ظاہر ہوئے جس کا علاج اطباے حاذق نے بجز نکاح وتزوج کے کوئی اور نہیں تجویز کیا۔ ناچار نکاح کی رسم ادا کرنی ہی پڑی (روایت راوی بر گردن راوی)

سفر مراجعت:

مخدوم الملک کی وطن واپسی کا تذکرہ انتہائی جامعیت اور اختصار کے ساتھ علامہ اصدق (بہار شریف) نے بایں طور فرمایا ہے۔

"مخدوم جہاں 661 ھ میں پیدا ہوئے۔ آٹھ سال کی عمر میں 668ھ کو سنار گاؤں پہنچے پورے بائیس سال وہاں گذار کر 691ھ میں والد ماجد کی رحلت کی خبر پاکر تیس سال کی عمر میں منیر شریف واپس ہوئے۔"

مولانا ے معظم نے بہ حوالۂ "انوار ولایت" اور "آثار منیر" یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ مخدوم جہاں نے زوجہ بی بی بہو بادام، دونوں دختران، بی بی زہرہ اور بی بی فاطمہ کو بوقت رخصت اپنے خسر شیخ ابوتوامہ کے سپرد کر دیا تھا اور دونوں صاحب زادیوں سے بڑے حضرت مخدوم ذکی الدین کو ساتھ لے کر وطن لوٹے تھے، جنہیں آپ نے اپنی والدہ مخدومہ کی تربیت میں دے دیا تھا۔ اسی مقام پہ خزانۂ اصدقیہ کے جوہر بے بہا حضرت مولانا اصدق قبلہ نے بحوالۂ سید شاہ علی ارشد بلخی الفردوسی، یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ انہوں نے (علی ارشد بلخی) مخدوم جہاں کی اہلیہ اور دونوں صاحب زادیوں کی قبریں سنار گاؤں (بنگلہ دیش) میں دیکھی ہیں۔ (ص 82,83)

بیعت وخلافت:

مخدوم الملک کے پیر ومرشد، خواجہ شیخ نجیب الدین فردوسی ابن شیخ عماد الدین فردوسی سہروردی تھے۔ جن کا سلسلۂ بیعت حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰ سے جا ملتا ہے۔ بے نظیر مرید کے بے مثیل شیخ طریقت کیمیا صفت پیر تھے۔ صاحب "مناقب الاصفیا" نے انہیں "سر حلقہ مجردان، سرور مفردان، مجوعہ اہل صفا" سرچشمۂ مردان خدا" لکھا ہے۔ مخدوم الملک نے منیر تشریف لاکر اپنی بیوہ والدہ ماجدہ کو تسلی وتشفی دی اور کچھ دن منیر شریف میں قیام پذیر رہے کچھ دنوں ہی میں شوق عشق الٰہی کی آگ شعلہ زن ہوگئی اور آپ کے قلب وروح کو خاکستر کرنے لگی۔ آپ نے اپنے بیٹے شیخ مخدوم ذکی الدین کو اپنی والدہ ماجدہ کی گود میں دے کر فرمایا "حضرت آپ اس لڑکے کو اپنے شرف الدین کی جگہ سمجھیے اور اپنے لڑکے شرف الدین کو طلب الٰہی کے لیے باہر جانے کی اجازت دیجیے! آپ کی والدہ ماجدہ عابدہ زاہدہ اور ولیۂ کاملہ تھیں، بخوشی اجازت مرحمت فرماکر اطمینان قلب کی خاطر اپنے بڑے بیٹے شیخ جلیل الدین کو ہمرکاب کر دیا۔ جو منیر سے دلی اور دلی سے بہیا جنگل تک ہم رکاب رہے۔ تلاش پیر کا یہ سفر بھی انتہائی معنیٰ خیز رہا۔ کوئی متلاشی تھا کوئی منتظر!! روایتوں کے مطابق مخدوم الملک نے دلی کے علاوہ پانی پت کی بارگاہ قلندری میں بھی حاضری دی۔ وفور شوق میں ہر دراوزے پہ دستک دی۔ شیخ شرف الدین بوعلی شاہ قلندر پانی پتی کی خانقاہ میں تین دنوں تک قیام کیا اور رجحان قلب کا جائزہ لیتے رہے۔ بالآخر حیران وسرگرداں دربار قلندری سے یہ کہتے ہوئے روانہ ہوئے کہ "مردیست ولے مغلوب الحال است بہ تربیت دیگراں نمی پردازد"......!

پھر دلی کی گلی در گلی خانقاہوں میں حاضری دیتے رہے اور بالآخر اپنے عہد کے مشہور دار القرار، جاے بے اماناں آستانہ شیخ المشائخ، سلطان الاولیا محبوب الٰہی نظام الدین اولیا کے دربار پر انوار میں حاضر ہوئے۔ علمی مجلس گرم تھی محبوب الٰہی بہ صورت حکم تشریف فرما تھے۔ مشکل مسئلہ زیر بحث تھا، قبل اس کے کہ حضور سلطان الاولیا مسئلے کی عقدہ کشائی فرماتے مخدوم الملک نے اجازت لب کشائی چاہی۔ جسے منظور کیا گیا۔ مخدوم جہاں نے اس مسئلے کا دل نشیں حل پیش فرمایا۔ جس سے محبوب الٰہی بیحد مسرو ہوئے۔ اسی درمیان استدعاے بیعت بھی کی گئی۔ حضرت محبوب الٰہی عالم استغراق میں قضاے غیبی اور فیصلۂ لاریبی سے استفسار کے بعد باحسرت ویاس گردن جھکا کر فرمایا: "برادرم شرف الدین! تمھاری ارادت وتعلیم سلوک برادرم نجیب الدین فردوسی سے متعلق ہے، تم ان ہی کے پاس جاؤ وہ تمھارے منتظر ہیں" بہ وقت رخصت ایک بیڑہ پان عنایت فرماکر ارشاد فرمایا:

"سیمرغیست ولیکن نصیب دام ما نیست " وہاں سے رخصت ہو کر لوگوں کی نشاندہی پر خواجہ نجیب الدین فردوسی سہروردی کی بارگاہ معرفت میں پہنچے طالب ومطلوب کی نگاہوں کا تصادم ہوا۔ مخدوم الملک کاسر بہ گریباں اور قلب وارفتگی شوق میں خواجہ فردوسی کے قدموں پر!! دیکھتے ہی ارشاد فرمایا گیا :"درویش آؤ !! برسوں سے تمھارا انتظار کر رہا ہوں تاکہ تمھاری امانت تمھارے سپرد کردوں۔" چنانچہ آناً فاناً گوہر معرفت صدف معرفت میں گم ہو گیا اور صدیوں کا سفر لمحوں میں طے ہو گیا۔

حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسی نے فوراً بیعت لی اور کچھ عجائبات و نوادرات وظائف اور نصائح حوالہ کرکے اس ہدایت کے ساتھ رخصت کیا کہ اگر راستے میں کسی طرح کی اچھی بری خبر سنو تو دہلی واپس نہ ہونا۔ مخدوم الملک نے سالکانہ تعلیم و تربیت کے خیال سے کچھ دن مرشد کے ساتھ رہنے کی اجازت مانگی تو حضرت نجیب الدین فردوسی نے فرمایا کہ تمھاری تعلیم بارگاہِ نبوی ﷺ سے مقدر ہے تم اپنے وطن واپس جاؤ اور اپنے کام میں مشغول ہو۔

تذکرہ سلسلۂ فردوسیہ نے علی العموم یہ بات تحریر کی ہے کہ "حضرت شیخ شرف الدین احمد یحیی منیری کے حلقۂ بیعت میں شامل ہونے سے بارہ برس قبل ہی مخدوم الملک کے لیے خلافت نامہ لکھ رکھا تھا۔ شیخ نجیب الدین فردوسی کے بارے میں یہ بات مشہور تھی کہ آپ کے مریدین بہت کم تھے چوں کہ آپ شہرت پذیری اور ناموری سے دامن کش رہا کرتے تھے۔ آپ "اولیائی تحت قبائی" کے پیکر تھے۔ تاہم دو نابغۂ روزگار شخصیات آپ کے حلقۂ مریداں میں شامل تھیں جن کے علم ومعرفت سے ایک جہان بقعۂ نور بنا ہوا ہے۔ ایک خود حضرت مخدوم الملک اور دوسرے فتاوٰی تاتارخانیہ کے جامع مولانا عالم ابدھنی رحمہا اللہ تعالی ہیں۔ ریاضت و مجاہدہ بیعت کے بعد دہلی سے واپس ہوئے تو راستے ہی میں مرشد کے وصال (6 شعبان المعظم 691ھ) کی خبر ملی لیکن مرشد کے فرمان کے مطابق دہلی واپس نہ ہوئے اور بہار کی طرف بڑھتے ہی چلے گئے جب بہیا (ضلع شاہ آباد) کے جنگل میں پہنچے تو ان پر اچانک جذب کی کیفیت طاری ہو گئی اور گریبان چاک کرکے وہیں غائب ہو گئے۔ ان کے بڑے بھائی شیخ جلیل الدین نے ان کو بہت تلاش کیا لیکن بے سود، بالآخر مایوس ہو کر گھر واپس ہوئے اور اپنی والدہ سے سارا قصہ بیان کرکے مخدوم الملک کا خرقہ اور جو کچھ سامان تھا والدہ کے حوالے کیا، آپ کی والدہ کو سخت افسوس ہوا لیکن راضی برضا ہو کر صبر کر لیا۔

حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسی (شیخ پورہ کلاں) جو مخدوم الملک کے چچازاد بھائی اور ہم عصر ہیں اپنی تصنیف "مناقب الاصفیا" میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک تاریک رات میں سخت بارش بادل کی کڑک اور بجلی کی چمک نے اچانک اپنی والدہ کے یاد کرنے پر موسلا دھار بارش کے درمیان اپنے مکان کے صحن میں کھڑے پائے گئے ماں کی مامتا نہال ہو گئی ۔ مزے کی بات یہ رہی کہ اس طوفانی بارش میں مخدوم جہاں کے جسم پر پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں تھا آپ کچھ دن منیر شریف میں مقیم رہے پھر غائب ہو گئے راجگیر کے جنگل میں ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہے جہاں سخت ترین مجاہدے اور ریاضتیں کیں ان ویرانوں جنگلوں اور بیابانوں میں آپ کا اپنے رب کے ساتھ کیا معاملہ رہا اور ریاض و نیاز کی کن کن منزلوں سے آپ گزرے تاریخ خاموش ہے۔

مذکورہ کتاب میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے مخدوم الملک کو جنگل میں ایک درخت کو پکڑے ہوئے عالم تحیر میں کھڑا پایا آپ کا تمام جسم خشک ہو گیا تھا اور چیونٹیاں حلق اور ناک سے آجا رہی تھیں ، پھر کچھ دنوں بعد آپ راجگیر کے جنگل میں نمودار ہوئے تب لوگوں کو آپ کی موجودگی کا علم ہوا۔

تاریخ سلسلہ فردوسیہ کے مؤرخ پروفیسر معین الدین دردائی اور مخدوم پاک کے دیگر سوانح نگاروں نے جنگلوں بیابانوں میں مخدوم جہاں کی مدت ریاضت و مجاہدہ چالیس سال قرار دی ہے چنانچہ پروفیسر دردائی نے اس سلسلے میں عہد شاہجہانی کے عالم حضرت مولانا شاہ عزیز اللہ حصام الدین بنارسی کبروی کی تصنیف "گوہرستان" کا ایک اقتباس نقل کیا ہے جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مخدوم الملک جنگل میں کتنے سال اور کیسی زندگی گزار رہے تھے اس اقتباس کی کچھ سطریں پیش کرنا خالی از افادیت نہ ہو گا:

" حضرت عبداللہ شطار گوید کہ حالتے برمن کشف کردند و مرا بہ بالا بردند و در سیاق عرش القاب اکابر معرفت انگاشتہ بودند چوں نگاہ کردم لقب شیخ بایزید بسطامی سلطان العارفین دیدم و لقب شیخ شرف

الدین سلطان المحققین اصحاب شریعت و طریقت ہمہ بر بزرگی وے متفق اند ہیچ چیز در پیش آں حضرت از نفس خود خوار ترنہ بود و از کمال فراخ حوصلگی ہر گز نا سوانہ پرداختے و در ریاضت قہر نفس چنداں قدغن داشت کہ چہل سال کامل بوئے طعام بہ مشام او رنہ رسید ۔

مناقب الاصفیا میں مذکور ہے قاضی زاہد کے ایک سوال کے جواب میں حضرت مخدوم الملک نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے کہ تیس سال تک جنگل میں سوائے جنگلی پتیوں کے میں نے کچھ نہیں کھایا اور بول و براز کی ضرورت بھی نہیں ہوتی تھی اسی موقع پر آگے فرماتے ہیں کہ برادرم زاہد! شرف الدین نے جو کچھ ریاضت کی ہے اگر پتھر کرتا تو پانی ہو جاتا لیکن ہائے درماندگی بشریت کی، اسے کچھ نہیں حاصل ہوا وہ ویسا کا ویسا ہی رہا۔

درس و تدریس اور تعلیم رشد و ہدایت :

مخدوم الملک نے اپنی خانقاہ کے گوشے میں بیٹھ کر تحریر و تقریر اور درس و تدریس کے ذریعہ تقریباً باون سال تک خلق خدا کے سینوں میں رشد و ہدایت کی شمع روشن کرتے رہے آپ کی بے شمار تصانیف مکتوبات اور ملفوظات اس کے شاہد عدل ہیں آپ کی خانقاہ میں جن کتابوں کا درس التزاماً ہوتا تھا ان میں چند حسبِ ذیل ہیں:

تفسیر زاہدی ، عوارف المعارف (از شہاب الدین سہروردی)، آداب المریدین (از حضرت ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی)، زبدۃ الحکائق (از حضرت عین القضاۃ) ،مضیب (از شیخ الشیوخ) ملخص احیاء العلوم (حضرت امام غزالی)، مثنوی (حضرت مولانا جلال الدین رومی)، شرح تعرف، لوامع (از حضرت قاضی حمید الدین ناگوری)، سراج العارفین (از سلطان المشائخ)۔

تصنیف و تالیف:

بہ قول ناصر منیری، **آپ کی تصنیفات و تالیفات پچیس سو(2500) سے زائد ہیں کتب متداولہ اور ماضیہ پر ان کے شروح و حواشی عربی فارسی زبانوں میں ممالک عرب و شام میں موجود ہیں**۔ آپ کے مکتوبات و ملفوظات میں درج ذیل کتب کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے:

مکتوبات صدی، مکتوبات دوصدی، مکتوبات بست و ہشت، ملفوظات زاد راہ، ملفوظات صغر، آداب المریدین) (عربی شرح)، مونس المریدین، فوائد المریدین، ارشاد السالکین، ارشاد الطالبین، لطائف معانی، معدن المعانی، رسائل مکیہ، رسائل اجوبہ، رسائل وصول الی اللہ، فوائد رکنی، فوائد غیبی، تحفہ غیبی، گنج لایفنی، رئیس العشاق، سبیل الرشاد، اسباب النجات، راحت القلوب، براءۃ المحققین، اشارا شرفی، ذکر فردوسی، اوراد خورد اور خوان پر نعمت وغیرہ۔

وصال باکمال:

مولانا زین بدر عربی نے حضرت مخدوم الملک کے یوم وصال اور تاریخ وفات اور دیگر تفصیلات کو اپنے دوستوں اور پیر بھائیوں کی فرمائش پر تفصیل سے تحریر کیا ہے جو وفات نامہ مخدوم الملک کے نام سے مطبوعہ ہے اس کے مطابق 5 شوال المکرم. 782 ہجری بروز چہار شنبہ بعد نماز فجر آپ کی طبیعت میں تغیرات کا اظہار ہونے لگا صبح سے لے کر تا وقت مغرب مختلف وظائف اور کیفیات وقت وداع سے گزرتے رہے اور اسی روز 5 شوال المکرم کا دن گزار کر مغرب بعد قریب عشا شب 6 شوال کو ایک سو اکیس سال کی عمر میں اپنے مالک حقیقی سے جا ملے اس طرح قطرہ سمندر میں اور جزو کل میں مل گیا۔

جی مگن میں ہے کہ آئی ہیں سہانی رتیاں
جن کے کارن تھے بہت دن سے بنائی گتیاں

وصال کے وقت آپ نے اپنے مریدوں سے فرمایا تھا کہ میرے جنازے کی نماز ایسا شخص پڑھائے گا جو صحیح النسب سید تارک سلطنت اور حافظ قرات سبعہ ہو گا جنازہ رکھا ہوا تھا اور منتظر تھے کہ یکا یک حضرت مولانا اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس جگہ وارد ہوئے یہ تینوں شرطیں آپ میں موجود تھیں اس لیے جنازے کی نماز پڑھانے کی سعادت آپ ہی کے حصے میں آئی ۔ مزار اقدس بہار شریف محلہ بڑی درگاہ میں واقع ہے اونچی قبر آپ کی ہے اور اس کے مساوی قبر آپ کی والدہ ماجدہ کی ہے تاریخ عرس سراپا قدس 5 شوال المکرم بعد نماز عشا ہے چادر و گل پوشی اور قل شریف کی رسم خانقاہ معظم کے سجادگان طریقت کے ذریعہ ہر عہد میں ادا کی جاتی ہے ۔

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہم چناں باقی

☆☆☆

تذکرہ اک چمکتے سورج کا

پیر سید مقبول احمد شاہ قادری کشمیری علیہ الرحمۃ (ہانگل شریف)

مولانا محمد وارث جمال قادری

میں کہ میری غزل میں ہے آتش رفتہ کا سراغ
یہ تمام سرگذشت کھوئے ہوؤں کی جستجو

اسلام اور سنیت کے پاکیزہ مسلک "حبِّ رسول" کی تبلیغ و اشاعت اور اسلام و مسلمانوں کی حفاظت و صیانت کے لئے ارباب فضل وکمال او رانوارِ قدسیہ کے حاملین کی جو مقدس جماعت تھی جس نے اپنے مرکز عقیدت کا دست و بازو بن کر برصغیر ہند کے کروڑہا کروڑ مسلمانوں کے ایمان و عقیدے کو خارجی و داخلی فتنوں کی یلغار سے محفوظ و مامون رکھنے، دین و سنیت کے دفاع اور شوکت اسلام کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائی تھی۔ انہیں میں ایک ذات علامہ، جلیل عالم ربانی، جامع معقول ومنقول، حاوی فروع واصول، مناظر اعظم، حضرت اقدس بابرکت سید مقبول احمد کشمیری علیہ الرحمہ فاضل جامعہ ازہر شریف مصر بھی تھے۔ جو" ہانگل شریف' ضلع ہاویری (کرناٹک)، میں آسودۂ خاک ہیں اور پورے علاقہ میں دور دور تک " اعلیٰ حضرت کشمیری" کے لقب سے مشہور ہیں۔

شہ کشمیری علیہ الرحمۃ جس نے محبت کے کشت ویراں کو لالہ زار کیا۔ طوفانوں میں کشتیاں چلائیں، بادِ مخالف کا رخ موڑا، آندھیوں کی زد پر عشق و محبت کا چراغ جلایا اور برصغیر میں انگریزی سامراج کے ناپاک بطن سے جتنے بھی مذہبی وسیاسی فتنے نکل کر مسلمانوں کے خلاف آندھی و طوفان بن کر اُٹھے وہ اس کوہ عزیمت و استقامت سے ٹکراکر پاش پاش ہوگئے، جس کی ذوالفقار قلم نے پوری قوت حیدری کے ساتھ دشمنانِ دین وایمان کو خاک آلود کیا اور انہیں خبردار کرتے ہوئے یوں للکارا

کلکِ رضا ہے خنجر خوں خوار برق بار
اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

جس نے کائنات بھر کے اہل ایمان کے دل، جان و ایمان، روح ایمان، اصل ایمان حضور آقائے کائنات جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ارواحنا واجسادنا فداہ ﷺ کی طرف موڑتے ہوئے اپنے قول و عمل سے یہ ثابت کردیا کہ

آبروئے ما زنامِ مصطفیٰ

حبِّ رسول کی روح بھی یہی ہے۔

اللہ کی سرتا بہ قدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہے یہ

حضرت علامہ پیر سید مقبول احمد شاہ قادری علیہ الرحمۃ چمنستان فاطمی کے ایک گلِ سر سبد ہوتے ہوئے وہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے نہ صرف ایک زبردست مداح بلکہ امام اہل سنت کے عاشق صادق اور ان کے مسلک حبِّ رسول کے ایک بڑے داعی بھی تھے۔ اس پورے علاقے میں عوام وخواص سے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کو متعارف آپ ہی نے کرایا ہے۔ یہ امام اہل سنت کے مرید و خلیفہ وتلمیذ تو نہیں تھے مگر آپ سے ایسی والہانہ عقیدت و محبت رکھتے تھے کہ گمان ہوتا تھا کہ امام اہل سنت ہی مرشد ہیں۔

مسلمانانِ عالم کی تمام تر توانائیوں کو ختم کرنے کے لئے دشمنانِ اسلام نے انگریز سامراج کی قیادت میں مسلمانوں کے دلوں سے روح محمد ﷺ کو نکالنے کا منصوبہ بناکر اس پر سختی سے عمل پیرا ہوچکے تھے۔ مسلمانوں کے دلوں، جانوں اور روحوں میں روح محمدی کی بقا و سلامتی کے لیے جو جو نفوسِ قدسیہ دور و نزدیک جہاں بھی تھیں امام اہل سنت کو اپنا قائد و امام مانتے ہوئے ان کے مسلک حبِّ رسول ﷺ کا پرچم بلند کیے ہوئے تھیں۔ ڈاکٹر اقبال کا سوزِ دروں بھی اسی سلسلے میں اپنا کام کر رہا تھا۔

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد اس کے بدن سے نکال دو

فکر عرب کو دے کے فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

حضرت علامہ کشمیری علیہ الرحمۃ مسلمانوں کے دلوں سے روح محمد ﷺ نہ نکلنے پائے اس کے لیے وہ زندگی بھر آبلہ پا رہے۔ انہوں نے دین وسنیت کی اشاعت اور اپنے جد کریم کی امت کے دلوں میں حبّ رسول کی بحالی کے لئے اپنے وطن کشمیر کو ہمیشہ کے لیے چھوڑا اور پھر اس جہادِ زندگانی میں وہ ہمیشہ کانٹوں کو روندتے رہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سے آپ کا قدر مشترک صرف حبِ رسول تھا۔ اور پھر زمانے بھر سے زیادہ حبّ رسول وفنافی الرسول کی دولت گراں یہ امام احمد رضا کی ذات میں محسوس کر لیا۔ تو پھر ہمیشہ کے لئے انہیں اپنا امام و قائد مان کر انہیں ٹوٹ کر چاہا۔ ان سے محبت کی اور ان سے عقیدت ایسی کہ جب کبھی آپ کی پاک مجلس میں اعلیٰ حضرت کا ذکر چھڑ جاتا، یا کسی اہل محبت کے منہ سے آپ کا نام سن لیتے تو دعا کے لئے فوراً ہاتھ اُٹھا دیتے۔ اس معمول میں فرق نہ آیا۔ آپ کے کسی مخلص مرید نے پوچھ لیا: ”حضور! امام اہل سنت کی بارگاہ میں آپ کی نیاز مندی کا عالم یہ ہے کہ ایسا تو فی زمانہ شاید ہی کسی مرید کا اپنے پیر کے لئے ہو۔ جب کہ وہ آپ کے پیر و مرشد بھی نہیں۔“

اس پر آپ آبدیدہ ہوگئے۔ اور خالص کشمیری انداز میں فرمایا:
”آہ! تمہیں کیا معلوم۔ اگر وہ نہ ہوتا تو پورے ہندوستان سے سنیت بے دخل ہوگئی ہوتی۔ آج یہاں دین وسنیت کا جو بھی اُجالا قائم ہے یہ اسی کا احسان ہے۔“

گفت تو کے دیدی آن رخسار را
چشم مجنون باید آن دیدار را
گر بچشم من بہ بینی روئے رو
تو تیار سازی بخاکِ کوئے رو

آپ کی پوری زندگی جہاد مسلسل سے عبارت ہے۔ ترویج دین مصطفیٰ اور بے دینیت کے ردّو استیصال کے لیے وہ ہمیشہ کمربستہ رہے۔ آپ کی خدمت دین وسنیت اور داستانِ عزیمت و استقامت قارئین کرام ”کتاب سوانح مقبول“ میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

بے شک ہمارا تعلق ایک ایسی جماعت سے ہے جو اکابر فراموشی اور ان سے اغماض و چشم پوشی میں یگانہ روزگار ہے۔ بزرگوں، محسنوں اور بے کراں شخصیات کی ایک بڑی فہرست ہے جن پر ہم نے خود ہی ڈھنڈی ڈھول ڈال رکھی ہے۔

ہماری اعتنا کا عالم یہ ہے کہ ایک عدد سالانہ عرس کر کے مطمئن ہوجاتے ہیں ان کا ملت اسلامیہ بالخصوص سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت پر جو احسان ہیں اس سے ہم سبک دوش ہوگئے؟

جو درد چھپا ہے سینے میں اس درد کا کوئی نام نہیں
یہ زخم ہمارا اپنا ہے یہ زخم متاعِ عام نہیں
اس درد لاعلاج کا کوئی دوا نہیں
رضوی ہیں مگر وارث احمد رضا نہیں

جب کہ ان کے حقیقی اخلاف آج اتنی عظمتیں لیے ہوئے ہیں کہ ”دم میں چاہے جو کرے، دور ہے شاہا تیرا“ کے مترادف۔

اعلیٰ حضرت پیر سید مقبول احمد شاہ کشمیری علیہ الرحمہ جو امام اہل سنت کے مسلک حبّ رسول کے ایک بڑے داعی اور مذہب اہل سنت کے ایک الوالعزم ترجمان اور دین سنیت کے ایک زبردست مبلغ کے حالات کو پیش کرنے پر پورے سوادِ اعظم اہل سنت وجماعت کی طرف سے شکریے دعاؤں اور بہت ہی مبارکباد کے مستحق ہیں حضرت مولانا بالفضل الحاج قاضی محمد اسمٰعیل مقبولی صاحب قبلہ جنہوں نے آپ کے حالات سے بہت زیادہ تفصیل نہ سہی پردہ تو اُٹھایا اور دین وسنیت کا وہ درشاہسوار جس پر بے خبری کے کئی پرت پڑے ہوئے تھے اسے حالات کے اجالے میں لاکر ہماری آنکھوں کو خیرہ کیا۔ فَلْحَمْدُ عَلٰى ذَالِكَ۔

☆☆☆☆☆

علامہ سید کفایت علی کافی مرادآبادی

کافیؔ سلطانِ نعت گویاں ہیں رضاؔ

ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہر

نام: سید کفایت علی۔ تخلص: کافیؔ۔ مقام نگینہ، ضلع بجنور کے خانوادۂ سادات سے تھے، برگزیدہ علما میں شمار ہوتا ہے، مرادآباد کے قدیم باشندہ تھے، مگران کا اظہار ایک دوسرے جذبہ کی روشنی میں کیا ہے۔

چل مدینہ طیبہ کو چھوڑ کر شہرِ وطن
اس مرادآباد سے کافیؔ کہاں کا ارتباط

ابتدائی تعلیم مراد آباد میں حاصل کی، اعلیٰ تعلیم علماے بریلی و بدایوں سے حاصل کی اور شاہ ابوسعید مجددی رام پوری تلمیذ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے علمِ حدیث پڑھا، شاہ غلام علی نقشبندی دہلوی نے خلافت سے نوازا اور علم طب مولفِ ''تذکرہ علماے ہند'' کے والد ماجد حکیم شیر علی قادری سے حاصل کی اور مہارت پائی۔ اپنے استاد حکیم شیر علی خاں قادری کی وفات پر کافیؔ نے قطعۂ تاریخ وفات لکھا۔

نوشیر علی نے کیا انتقال
تو کافیؔ مناسب ہے بہرِ ثواب
یہی سالِ تاریخ لکھ دیجیے
بہ لوحِ لحد خادمِ بو تراب
(1256ھ)

مولانا کافیؔ اپنے وقت کے جید عالمِ دین اور فقیہ تھے، مولانا کو علومِ نقلیہ و عقلیہ میں کمال حاصل تھا۔ خصوصاً صرف و نحو، ادب و عروض اور علمِ طب میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے، تاریخ گوئی کے بھی ماہر تھے، مولانا کافیؔ ایک سچے عاشقِ رسول ہونے کے سبب زیارتِ حرمین شریفین کے لیے ہمیشہ بیتاب رہتے اور اپنے دل کی پیاس بجھانے کے لیے ہر دم تڑپتے رہتے جس کا اظہار انھوں نے والہانہ پن کے ساتھ اپنے اشعار میں کیا ہے۔

دکھا دے جلوۂ طیب، دکھا دے روضۂ اقدس
دکھا دے گنبدِ خضرا کہ تسکینِ دل و جاں ہو
دکھا دے وہ بھی دن یارب کہ حاضر ہو کے یہ کافیؔ
جنابِ مصطفٰے کے آستانے پر غزل خواں ہو۔

....

ہے مدینے کی زیارت کا جو کافی مشتاق
یہ ارادہ مرا یارب کبھی پورا ہوگا

....

اللہ رے ان آنکھوں کی ہے یہ عین تمنا
دکھلائے مدینہ ہمیں دکھلائے مدینہ
کافیؔ یہ تمنائے دلی ہے کہ دمِ مرگ
گر آہ یوں کھینچوں تو کہوں ہائے مدینہ

مولانا کافیؔ کی یہ تمنائے دلی پوری ہوئی اور زیارتِ حرمین شریفین سے مستفیض ہوئے۔

ماہر علوم و فنون کے علاوہ آپ کی مجاہدانہ حیثیت بھی صفحاتِ تاریخ پر روشن ہے، بے شمار علماے کرام کے ساتھ تحریک جنگ آزادی میں آپ بھی شریک ہوئے اور ہمت واستقلال اور جواں مردی کا بے لوث مظاہرہ کیا۔ علامہ فضل حق خیر آبادی کی طرح جہاد کی نشر و اشاعت میں آپ کا بھی خصوصی ہاتھ رہا اور 1857ء میں انگریزوں کے خلاف فتویٰ جہاد صادر فرما کر عام کیا، ایک سرگرم عمل رکن کی حیثیت سے روہیل کھنڈ کے اضلاع میں تبلیغی دورے کرنے کے بعد آپ جنرل بخت خاں کی فوج کے ہمراہ مراد آباد پہنچے اور یہاں بھی گوروں کے خلاف اپنی سرگرمیوں کو جاری رکھا، چناں چہ مراد آباد پر قبضہ ہونے کے بعد آپ ہی امیر شریعت بنائے گئے، پھر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد حالات نے پلٹا کھایا اور 25اپریل 1858ء میں مجاہدوں کو شکست ہوئی، گرفتاریاں ہوئیں، خانہ تلاشی ہوئی، اسی خانہ

تلاشی کے دوران فخر الدین کلاں کی مخبری پر مولانا کافیؔ بھی گرفتار ہوئے، مقدمہ قائم ہوا اور پھانسی کی سزا تجویز کی گئی۔ پھانسی کی اطلاع پا کر بہت مسرور ہوئے، چہرے سے کسی خوف وہراس کا اظہار نہ ہوا اور نہ ہی آنکھوں کی مجاہدانہ چمک میں کوئی کمی آئی، چناں چہ 27 رمضان المبارک کی مقدس تاریخ تھی، جمعرات کا دن تھا اور عصر کا وقت، مراد آباد کے ایک چوراہے پر روزے کی حالت میں جب آپ کو تختۂ دار پر لایا گیا تو آپ بڑے اطمینان سے بہ آواز بلند بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں ہدیۂ عقیدت پیش کر رہے تھے، جس کا مطلع ہے۔

کوئی گل باقی رہے گا نے چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہ کا دین حسن رہ جائے گا

حمید راعی اپنے مضمون ”1857 کی جنگ آزادی اور علماے حق“ میں لکھتے ہیں:

”شہادت کے تقریباً 35 سال بعد مولانا کی قبر جو کہ جیل کے پاس واقع تھی، سڑک پر آگئی تھی جس سے قبر مبارک کھل گئی اور دیکھنے والوں نے دیکھا جسم ویسا ہی رکھا تھا پھر جسم مبارک کو دوسری جگہ عقب جیل میں دفن کر دیا گیا۔“ (ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ، شمارہ فروری 1982ء)

مگر مولانا امداد صابری کے حوالہ کے مطابق جسم مبارک کو کسی دوسری جگہ منتقل نہیں کیا گیا، وہ لکھتے ہیں:

مولانا محمد عمر صاحب نعیمی کی روایت میں یہ صحیح نہیں ہے کہ مولانا کافیؔ کا جسم مبارک مولوی محمد عمر صاحب کے نانا کرامت علی ٹھیکیدار نے دوسری جگہ دفن کرایا تھا۔ صحیح واقعہ بقول مولوی ظفر الدین صاحب مراد آبادی خلیفہ مولوی نعیم الدین مرحوم یہ ہے کہ ایک سڑک بدھ کے بازار سے نکالی جارہی تھی، مولانا کافیؔ کے مزار کا نشان نمایاں نہیں تھا۔ مزدور نے جب اس پر پھاوڑا چلایا تو مولانا کافی کی پنڈلی پر لگا اور وہ نظر آئی، مزدور نے انگریز انجینئر سے کہا، اس نے احتراماً فوراً اس قبر کو درست کرا دیا اور سڑک کا رخ بدل دیا، جس کی وجہ سے سڑک پر ٹیڑھاپن پایا جاتا ہے۔ مولانا کافیؔ کی قبر کنجری سرائے مویشی خانے کے سامنے ہے، اسی قبر میں جسم مبارک ہے منتقل نہیں ہوا۔“ (1857 کے مجاہد شعرا، ص:318، مطبوعہ دہلی 1959ء)

مولانا سید کفایت علی کافیؔ مراد آباد کے برگزیدہ علما و شعرا اور مجاہدین آزادی میں سے تھے، شاعری میں مہدی علی خاں ذکیؔ مراد آبادی تلمیذ حضرت ناسخؔ کے ارشد تلامذہ میں شمار کیے جاتے تھے۔ نعت گوئی کے فروغ و ارتقا میں آپ نے قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں۔ بڑے ہی اعلیٰ و ارفع مقام کے مالک ہیں۔ حضرت شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے آپ کے نعتیہ فکر و فن اور اندازِ بیان کو بے حد سراہا ہے۔ اس سے زیادہ مستند ثبوت اور کیا پیش کیا جاسکتا ہے، حضرت کافی کے والہانہ جذبات، بے ساختہ اظہار اور دردِ دل کی کیفیات سے متاثر ہو کر فرماتے ہیں۔

پرواز میں جب حدیث شہ میں آؤں
تا عرش پرواز فکر رسا میں جاؤں
مضمون کی بندش تو میسر ہے رضاؔ
کافیؔ کا دردِ دل کہاں سے لاؤں

ایک دوسری رباعی میں فاضل بریلوی نے حضرت کافی کی شعری عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے ”سلطانِ نعت گویاں“ سے تعبیر فرمایا ہے۔ کہتے ہیں۔

مہکا ہے مِری بوئے دہن سے عالم
یاں نغمۂ شیریں نہیں تلخی سے بہم
کافیؔ سلطان نعت گویاں ہیں رضاؔ
اِن شاء اللہ میں وزیر اعظم

الملفوظ حصہ دوم میں حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں:
”مولانا کافیؔ اور حسنؔ میاں مرحوم کا کلام اوّل سے آخر تک شریعت کے دائرہ میں ہے۔“

کہا گیا ہے کہ نعت گوئی تلوار کی دھار پر چلنے سے زیادہ مشکل کام ہے۔ بڑے بڑے ٹھوکر کھا جاتے ہیں، اسی لیے فاضل بریلوی نے اس اہمیت و ذمہ داری کی طرف اشارہ کیا ہے کہ پاس رعایت عشق، احتیاط و پابندی اور قیود و شرائط کی روشنی میں حضرت کافیؔ اور حضرت حسنؔ کی نعتیہ شاعری بھی عیوب و اغلاط سے پاک ہے اور عشقِ رسالت کی سچی ترجمان ہے۔

حضرت کافیؔ صاحبِ علم و فضل اور صاحبِ زہد و ورع تھے، ایک سچے دیوانۂ رسول تھے، حمد و نعت کے سوا اور کچھ نہ کہا، ساری شاعری جذبات حقیقی اور حقیقت پرستی کی ترجمان و امین ہے۔ نعتیہ غزل کے ابتدائی مبلغوں میں آپ کا نام انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اصحابِ علم و ادب بڑی عقیدت سے آپ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہیں۔ دیوان کافی کے علاوہ احادیث کے تراجم یا اس کی شرح کے طور

پر آپ کی کئی نظمیں ہیں۔ چہل احادیث کا ترجمہ، نسیمِ جنت، شمائل ترمذی کا ترجمہ، بہارِ خلد اور حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی کا رسالہ ترغیب اہلِ سعادت کا ترجمہ خیابان فردوس ہے۔ مولد شریف بہاریہ، مطبوعہ نظامی پریس کان پور 1273ھ حضرت کافی کا دیوان ہے جس میں مذکورہ نظمیں نسیمِ جنت، بہارِ خلد اور خیابان فردوس شامل نہیں ہیں۔ دیوان کافی مین مثنویوں کی تعداد زیادہ ہے جیسے مثنوی داستانِ صادقاں، مثنوی قصہ بست اصحاب، مثنوی جذبۂ عشق، وفات نامہ اور مثنوی تجمل دربار نبی کریم۔ حضرت کافی کو مثنوی گوئی پر ملکہ حاصل تھا، عشق و محبت اور فکر و نظر کی روشنی میں ڈوبی ہوئی ان کی بعض مثنویاں اردو شاعری مین بہترین اضافہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ آپ کے دیوان میں اگر مثنویوں کی تعداد زیادہ ہے تاہم مولد شریف بہاریہ میں شامل چند غزلوں کی فکری و فنی بلندیوں کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اس طور پر بھی کہ اردو نعتیہ غزلوں کے ابتدائی دور کے یہی وہ مخصوص فن پارے ہیں جن کی بنیاد پر نعتیہ غزلوں کو بتدریج فروغ حاصل ہوتا رہا۔ غزلوں کا اندازِ بیاں نہایت سلیس و شستہ اور لطیف و پختہ ہے، معنی و مفاہیم کے اعتبار سے بھی جامعیت کی پیکر نظر آتی ہیں، شعر گوئی میں مہارت و کمال رکھتے تھے، البتہ وہ گہرائی اور تہ داری کے عناصر بہت کم ہیں جو شہیدیؔ اور شہیدؔ کے ہاں ہے۔ تاہم مکمل صحت و سلامتی اور پختہ کاری کے اعتبار سے دیکھا جائے تو حضرت کافی کی غزلوں کی حیثیت مسلم ہے۔ آپ کے شاگردوں کی خاصی تعداد بتائی جاتی ہے۔ مگر 1857ء کے مجاہد شعرا کے مصنف نے صرف سید عباس علی عباسؔ خلف سید نادر علی مراد آبادی کا ذکر کیا ہے۔ مولانا عبد الحی صفاؔ بدایونی کے تذکرہ "شمیم سخن" مولانا عبد الغفور نساؔخ کے سخن شعرا اور صاحب گلستان بے خزاں میں مولانا کافیؔ کے علم و فضل، مجاہدانہ کردار اور شعری عظمت پر تبصرے قابلِ قدر ہیں۔

نمونۂ کلام:

کوئی گل باقی رہے گا نے چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہ کا دینِ حسن رہ جائے گا
ہم صفیرو باغ میں ہے کوئی دم کا چہچہا
بلبلیں اڑ جائیں گی سونا چمن رہ جائے گا
اطلس و کمخواب کی پوشاک پر نازاں نہ ہو
اس تنِ بے جان پر خاکی کفن رہ جائے گا
سب فنا ہو جائیں گے کافی ولیکن حشر تک
نعت حضرت کا زبانوں پر سخن رہ جائے گا

....

اُس رُخِ پاک کا جس بزم میں چرچا ہوگا
در و دیوار سے واں نور برستا ہوگا
کیوں نہ ہو غیرتِ برگِ شجر طور زباں
جب مِرے مُنھ میں تِرا وصفِ سراپا ہوگا
حَبَّذَا صاف جبیں صَلِّ عَلٰی پیشانی
شعلۂ طورِ خجل دیکھ یہ ماتھا ہوگا
اُس قدِ پاک کے سائے کا بندھا ہے جو خیال
اخترِ بخت عدم میں مِرا چمکا ہوگا
ماہِ نو عیدِ شفاعت کا چمک جاوے گا
جس طرف حشر میں ابرو کا اشارا ہوگا
شان محبوبی سے جب آپ نکل آئیں گے
روکشِ صحنِ چمن حشر کا عرصہ ہوگا
جائیں گے سوئے چمن گنجِ قفس سے چھٹ کر
اپنی قسمت میں کوئی اور بھی ایسا ہوگا
ہم صفیرو مرا احوال بھی کہلا بھیجو
کوئی زوّار مدینے کو بھی جاتا ہوگا
ہے مدینے کی زیارت کا جو کافیؔ مشتاق
یہ ارادہ مِرا، یا رب! کبھی پورا ہوگا

....

عرش بریں ایوان محمد صلی اللہ علیہ وسلم
خلد سرا بستانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
آپ کفیلِ کار امت، آپ شفیعِ روزِ قیامت
ہیں بے حد احسانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ہیں وہ شفیعِ روزِ محشر ہیں وہ قسیمِ حوضِ کوثر
سب کچھ ہے شایانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
باعثِ حُسنِ جِنّ و بشر ہے موجبِ نورِ شمس و قمر ہے
مہرِ رُخِ تابانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
آدم اور سلیمان و موسیٰ اور فلک چوتھے پر عیسیٰ
ہیں مہمان خوانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(باقی ص:58پر)

فیض ملت مفسر قرآن علامہ مفتی
محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ

تن تنہا پانچ ہزار سے زائد کتب و رسائل لکھ کر عالمی ریکارڈ قائم کیا

ابوالابدال محمد رضوان طاہر فریدی

مفسر قرآن علامہ مفتی محمد فیض احمد اویسی بن نور احمد کی ولادت 1351ھ/1932ء کو قصبہ حامد آباد ضلع رحیم یار خان میں ہوئی (فیوض الرحمٰن، جلد 1، صفحہ 4)

سلسلہ نسب: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک منتہی ہوتا ہے۔(مظلوم مصنف، صفحہ 9)

آپ مفسر، محدث، مفتی، مناظر، مصنف کتب کثیرہ، عابد و زاہد، صاحب تقویٰ اور بڑی شان والے بزرگ تھے پاکستان کے چاروں صوبوں میں مسلسل پچاس سال تک فی سبیل اللہ دورہ تفسیر قرآن کرواتے رہے، اپنے اوقات کے بڑے پابند تھے، زیادہ عوامی جلسوں میں جانا پسند نہیں کرتے تھے، تن تنہا پانچ ہزار سے زائد کتب و رسائل لکھ کر عالمی ریکارڈ قائم کیا، جن موضوعات پر آپ نے لٹریچر فراہم کیا ہے اگر ان کو جدید طریقہ تحقیق و تخریج، تحشیہ و تسہیل کے ساتھ شائع کیا جائے تو اہلسنت کو آئندہ پچاس سالوں تک کفایت کر جائے گا، **رواں صدی میں پاکستان کے اندر آپ ہی کی ذات ہے جس پر مصنف اعظم کا لقب صادق آتا ہے۔**

آپ نے ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی اس کے بعد جن اساتذہ سے اکتساب فیض کیا ان میں سے بعض کے اسما درج ذیل ہیں:

☆محدث اعظم مولانا سردار احمد چشتی ☆حضرت مولانا سید احمد سعید کاظمی ☆حضرت مولانا سراج احمد مکھن بیلوی ☆حضرت مولانا حکیم اللہ بخش ☆حضرت مولانا عبدالکریم فیضی۔(یادگار فیض ملت، صفحہ 24)

پاک و ہند کے جید اہل علم کے علاوہ عرب کے بھی کئی شیوخ سے سند حدیث کی اجازات حاصل کیں۔

دوران تعلیم آپ کا حافظہ بڑا قوی تھا، فارسی میں ترکیب پر بڑی مہارت رکھتے تھے فارسی اشعار اس طرح یاد تھے جیسے حافظ قرآن کو سورہ فاتحہ یاد ہوتی ہے۔(علامہ فیض احمد اویسی کی مذہبی اور تصنیفی خدمات، صفحہ 17)

فراغت کے بعد اپنے آبائی گاؤں حامد آباد میں جامعہ اویسیہ رضویہ منبع الفیوض کی بنیاد رکھی اور 1959ء میں بہاولپور تشریف لے آئے جہاں جامعہ اویسیہ رضویہ قائم کیا اور آخر تک یہیں تدریس کرتے رہے۔(فیض ملت ایک مثالی معلم، صفحہ 4)

آپ کا انداز تدریس بڑا دلنشین، سادہ عام فہم اور علمی ہوتا، طلبہ کے فطری رجحانات کو مد نظر رکھتے اور ان سے ہمیشہ شفقت اور نرمی کا مظاہرہ کرتے اور نصف صدی سے زائد عرصہ مسند تدریس کو زینت بخشی۔(ایضا، صفحہ 9)

مسلسل کئی سال تک دورہ حدیث شریف میں مکمل صحاح ستہ اکیلے پڑھاتے رہے۔(ایضا، صفحہ 6)

آپ اپنے طلبہ کو باعمل دیکھنا چاہتے تھے اس لیے ان کی تربیت پر بھرپور توجہ دیتے، انہیں رات کو جلد سونے کا مشورہ دیتے، صبح تہجد کے لیے خود بیدار کرتے، نوافل پڑھواتے اور اسباق کا مطالعہ کرنے کا حکم دیتے۔(فیض ملت بحیثیت طبیب، صفحہ 4)

آپ کے شاگردوں میں نامور فضلا شامل ہیں جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

☆شرف ملت علامہ عبد الحکیم شرف قادری ☆حضرت مولانا مفتی غلام سرور قادری ☆حضرت مولانا مفتی رضاء المصطفیٰ نقشبندی ☆حضرت مولانا مفتی عبدالستار چشتی ☆حضرت مولانا قاری طیب نقشبندی۔

آپ کو مدارس سے بڑی محبت تھی بغرض تبلیغ پاکستان کے جس علاقہ میں جاتے وہاں اہلسنت کے مدرسہ کا معلوم فرماتے اور مدرسہ میں جاکر منتظمین اور مدرسین کو زبردست خراج عقیدت پیش فرماتے اور ان کی خوب حوصلہ افزائی فرماتے آپ کی کاوشوں سے بہاولپور اور ملک کے دیگر علاقوں میں بہت سے مدارس قائم ہوئے۔(علامہ فیض احمد اویسی کی مذہبی اور تصنیفی خدمات، صفحہ 64)

آپ بڑے اچھے مناظر بھی تھے اور متعدّد مناظروں میں مدمقابل کو شکست فاش دی ہے، 15 سال کی عمر میں تحریک پاکستان میں حصہ لیا، 1953ء اور 1974ء کی تحاریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور سیاسی لحاظ سے امام شاہ احمد نورانی کو سپورٹ کرتے تھے۔

آپ نے دوران تعلیم الحاج خواجہ محمد الدین سیرانی کے دست اقدس پر بیعت کی اور ان کی وفات کے بعد مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان سے

rizwan.tahir1989@gmail.com

بیعت ہوکر اجازات و خلافت حاصل کی۔ (فیوض الرحمٰن۔ صفحہ 5)

جب کہ آپ کے خلفا میں: ☆ حضرت مولانا پیر سید مسرت حسین شاہ ☆ حضرت مولانا سید شوکت حسین شاہ ☆ بانی دعوت اسلامی حضرت مولانا محمد الیاس عطار قادری ☆ حضرت مولانا احمد رضا بن مولانا محمد الیاس قادری ☆ حضرت مولانا صاحبزادہ محمد فیاض احمد اویسی ☆ حضرت مولانا عبدالجلیل العطامی، شام وغیرہ شامل ہیں۔

علامہ اویسی نے تدریس و تصنیف کے ساتھ عبادت کا بھی وافر ذوق پایا تھا اوراد و وظائف کے ساتھ تلاوت قرآن اور نماز تہجد پابندی سے ادا کرتے چار مرتبہ حج بیت اللہ اور کثیر تعداد میں عمرہ کی سعادت حاصل کی، آپ کی شب گزاری کے حوالہ سے علامہ زاہد حسین نعیمی نے اپنا مشاہدہ اس طرح بیان کیا ہے کہ میں نے جب بھی دیکھا رات کو علامہ اویسی علیہ الرحمۃ کے حجرہ کا بلب جلتا رہتا، میں جب تک جاگتا رہتا یہ منظر دیکھتا رہتا پھر سو جاتا، رات پچھلے پہر مجھے بھی اٹھنے کی عادت تھی لیکن میں جب بھی وضو کرکے سیرانی مسجد کے صحن میں پہنچتا تو میں نے علامہ اویسی علیہ الرحمۃ کو تہجد پڑھتے دیکھا، میں نے بہت کوشش کی کہ کبھی ان سے پہلے اٹھ جاؤں لیکن کبھی ایسا نہ ہوا کہ وہ مسجد میں موجود نہ پائے جائیں یہی ایک بات آج تک میں سمجھنے سے قاصر رہا کہ آخر حضرت کب سوتے تھے اور پھر تہجد کے لیے اٹھ جاتے تھے اور دن کے تمام معمولات میں کوئی فرق نہیں آتا تھا یہ تو کسی عام انسان کے بس کی بات نہیں۔ (علامہ فیض احمد اویسی کی مذہبی اور تصنیفی خدمات، صفحہ 28)

آپ نماز باجماعت کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے حتیٰ کہ آخری عمر میں جب بہت زیادہ ضعیف ہوگئے تو اس حالت میں بھی خدام ویل چیر پر مسجد میں لاتے تاکہ آپ باجماعت نماز ادا کرسکیں۔

سفر ہو یا حضر کسی بھی صورت نماز قضا کرنا گوارہ نہیں تھا آپ نے اپنی تالیف نماز کے نقد فوائد میں ایسے کئی وقعات لکھے ہیں جب بظاہر نماز پڑھنے کی کوئی سبیل نظر نہیں آرہی تھی مگر آپ نے ہمت کرکے نماز پڑھنے کا اہتمام کرہی لیا ان میں سے ایک واقعہ ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

ایک دفعہ کوٹ مٹھن شریف میں تقریر کے لیے آپ کو جانا تھا راستہ میں جانجنی کے مقام پر نماز عصر کا آخری وقت ہونے لگا آپ نے ڈرائیور کو گاڑی روکنے کے لیے کہا کہ میرا وضو ہے صرف دو رکعت پڑھوں گا، زیادہ وقت ضائع نہیں ہوگا مگر ڈرائیور نے ایک نہ سنی، تو آپ نے کہا بس روک دو ورنہ میں چلتی بس سے چھلانگ لگا دوں گا اس کے بعد جو کچھ ہوگا خدا کو سپرد۔ ڈرائیور نے آپ کی دھمکی کی وجہ سے بس روک کر آپ کو نیچے اتار دیا اور خود چلتا بنا، آپ نے اطمینان سے نماز پڑھی اور باقی سفر کچھ پیدل تو کچھ دوسری بس کے ذریعہ پورا کرکے مقررہ وقت پر کوٹ مٹھن شریف تقریر کے لیے پہنچ گئے۔

علامہ اویسی جب بہاولپور تشریف لائے تو یہاں بد مذہبیت اپنے عروج پر تھی ہر بات کو شرک و بدعت کہا جاتا اگر کوئی دوکان دار اپنی دوکان پر یا رسول اللہ ﷺ لکھواتا تو مخالفین اس پر شرک کا فتویٰ لگا کر اس کی دوکان بند کروا دیتے آپ کے بہاولپور آتے ہی یہاں کی فضاء تبدیل ہونا شروع ہوگئی اور لوگوں کے دل الفت و محبت رسول ﷺ سے منور ہونا شروع ہوگئے جس پر مخالفین بوکھلاہٹ کا شکار ہوگئے اور آپ کو پریشان کرنا شروع کردیا، آپ کے خلاف عدالتی مقدمات قائم کیے گئے، قاتلانہ حملوں کی سازشیں ہوئیں کبھی مسجد سے ملحقہ حجرہ کی تاریں کاٹ کر پریشان کیا جاتا اور کبھی اہل محلہ کو آپ سے متنفر کرنے کے لیے تمام اخلاقی حدیں عبور کرجاتے اس ساری صورت حال کی وجہ سے آپ کو بہاولپور کی کئی مساجد کی طرف ہجرت کرنا پڑی مگر آپ کے پائے استقامت میں ذرہ بھر لغزش نہ واقع ہوئی اور انتہائی صبر و تحمل کے ساتھ اپنے مشن کو جاری رکھا یہاں تک کہ دشمنان اہل سنت ناکام و نامراد ہوئے، جب آپ نے اس شہر میں قدم رکھا تھا تو اہل سنت کی چند مساجد تھیں جب کہ اب ڈیڑھ سو سے زائد مساجد سے **الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ** کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔

علامہ اویسی دیگر علوم کی طرح فقہ میں بھی کامل تھے فقہی مسائل پر آپ کی گرفت بہت اچھی تھی مسائل کا استحضار و استنباط، قرآن و حدیث سے استدلال اور اقوال فقہا کی تطبیق و توضیح کا پورا پورا ملکہ حاصل تھا بعض اوقات کسی سوال کے جواب میں پورا رسالہ تصنیف فرما دیتے اور فتویٰ ہمیشہ امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خان کی تحقیقات کی روشنی میں دیتے تھے۔

عقائد کے حوالہ سے آپ کی ثابت قدمی کے متعلق سید محمود الحسن شہاب دہلوی صاحب مشاہیر بہاولپور نے یوں تعارف کروایا ہے، عقائد کے معاملہ میں مولانا اویسی بڑے متشدد واقع ہوئے ہیں آپ اس سلسلہ میں کوئی رورعایت کے قائل نہیں تھے جو ان کے عقائد کے خلاف ہوتا ان سے میل وجول تو دور کی بات مصافحہ تک نہیں کرتے، ڈنکے کی چوٹ پر ان کی مخالفت کرتے تھے تقریر و تحریر میں ان کے خیالات کا رد بڑے شد و مد سے کرتے تھے بعض حضرات کہتے تھے کہ اگر مولانا اپنے مخالفوں کے ساتھ اتنا سخت رویہ نہ رکھتے تو لوگوں میں ان کا وقار اور احترام کافی بڑھ سکتا تھا اور ان کے خلاف محاذ آرائی بھی بند ہوسکتی تھی لیکن اس سلسلہ میں وہ اپنی ذات کی پرواہ نہیں کرتے تھے وہ کہتے تھے عظمت مصطفیٰ ﷺ میں ان کی ذات کیا حقیقت رکھتی ہے جو لوگ اہانت رسول ﷺ سے باز نہیں آتے ان سے وہ کسی قسم کا سمجھوتا کرنے کو تیار نہیں تھے۔

(علامہ فیض احمد اویسی کی مذہبی اور تصنیفی خدمات، صفحہ 27)

علامہ اویسی کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ تصانیف و تالیفات ہیں

تدریس کے بعد یہی آپ کا محبوب مشغلہ تھا عالم دنیا میں ہم کسی دوسرے مصنف کو نہیں جانتے جس نے گوناں گو موضوعات پر پانچ ہزار سے زائد کتب کا ذخیرہ یاد گار چھوڑا ہو، آپ نے جن موضوعات پر قلم اٹھایا ان کی تعداد چالیس سے زائد ہے۔آپ سے جب سوال ہوا کہ اس قدر تیز رفتار علمی کام کا راز کیا ہے؟ تو ارشاد فرمایا، فقیر نے بچپن سے اپنے اساتذہ کی نگرانی میں قلم کی تیز رفتاری سیکھی، سوائے حوائج ضروریہ اور مقاصد اصلیہ کے قلم چلتا ہی رہتا، سفر و حضر اور تنہائی و جلوت کی کوئی قید نہیں، بسوں، گاڑیوں، جہازوں کی سواری فقیر کے قلم کو نہیں روکتی صحت و عافیت کے ساتھ اولاد صالحہ سے نوازہ گیا ہوں، انہوں نے مجھے ہر کام سے فارغ البال رکھا ہوا ہے اسی لیے شب روز مشغلہ اپنے جوش و جوبن میں رہتا ہے۔

(علم کے موتی، صفحہ 12)

آپ کی کتب صرف چھوٹے رسائل ہی نہیں بلکہ بعض ضخیم اور کئی کئی مجلدات پر مشتمل ہیں جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

1-فیض القرآن فی ترجمۃ القرآن 2-فیوض الرحمٰن۔

علامہ اسماعیل حقی کی روح البیان کا ترجمہ مطبوعہ ہے اور صفحات کی تعداد تقریبا دس ہزار ہے یہ ترجمہ آپ نے تقریبا 31 سال میں کیا جبکہ اس دوران بہت سی کتب و رسائل بھی تحریر کیے۔

3- تفسیر اویسی، 15 مجلدات 4-فضل المنان فی تفسیر القرآن، 10 مجلدات

قرآن مجید کی یہ مکمل تفسیر عربی زبان میں ہے اس کے مختلف اجزا مختلف جگہوں سے شائع ہوئے ہیں اور یہ بھی سننے میں آیا کہ اب یہ مکمل تفسیر بیروتی طرز پر دبئی سے طبع ہونے جا رہی ہے اللہ کرے یہ خبر درست ہو

5-فیض الرسول فی اسباب النزول، 10 مجلدات -6-الھلالین ترجمہ و شرح جلالین، 5 مجلدات -7-تفسیر بالرائے 3 مجلدات -8-احسن البیان فی اصول تفسیر القرآن، 3 مجلدات -9-فیض القدیر فی اصول تفسیر -10-فیض القرآن فی تفسیر آیات القرآن -11- تاریخ تفسیر القرآن -12-الفیض الجاری شرح بخاری، مطبوعہ 10 مجلدات -13- انوار المغنی شرح سنن دارقطنی 10 مجلدات -14- شرح سنن دارمی، 8 مجلدات -15- شرح صحیح مسلم، 10 مجلدات -16- شرح جامع ترمذی، 5 مجلدات -17- الاحادیث السنیہ فی الفتاوی الرضویہ، 10 مجلدات -18-الاحادیث الموضوعۃ، 5 مجلدات -19- اللمعات شرح مشکوۃ، 4 مجلدات -20- تعلیقات علی المشکوٰۃ -21- شرح اربعین نووی -22- اصطلاحات علم الحدیث -23- اقسام الحدیث -24-فتاوی اویسیہ، 12 مجلدات -25-حاشیہ قدوری -26-شرح ہدایہ -27- شرح وقایہ -28- شرح اصول الشاشی -29-اصول فقہ -30- زینۃ القرطاس بالاجماع و القیاس -31- حقیقۃ الیاقوت شرح مسلم الثبوت -32-المیقاس فی ابحاث القیاس -33- سر المکتوم ترجمہ و شرح سلم العلوم -34-قواعد منطق -35- تعلیم المنطق -36-علم المناظرہ -37- شرح مناظرہ رشیدیہ -38-النجاح شرح مراح الارواح -39-نعم الحامی شرح شرح جامی -40-شرح کافیہ -41-فضائل میلاد النبی -42-تصانیف المیلاد -43-القول السداد فی بیان المیلاد -44- بارہ ربیع الاول کے جلوس کا ثبوت -45-انطاق المفہوم فی ترجمہ احیاء العلوم، 4 مجلدات -46-ترجمہ کیمائے سعادت -47- شرح حدائق بخشش، 25 مجلدات -48- ترجمہ وحاشیہ حلیۃ الاولیاء -49- احادیث تصوف -50- انوار مصطفیٰ فی کرامات الاولیاء -51-تصوف اور اسلام -52- تصوف کی شرعی حیثیت -53- بیعت کا جواز -54- تعارف سلاسل طریقت -55- صوفیاء کرام اور اشاعت اسلام -56- اصطلاحات تصوف -57- سلوک العارفین -58- القواعد الاویسیہ شرح عقائد نسفیہ -59- عقائد اسلامی -60-کشف الغمہ فی عقائد اہلسنۃ -61- عنایۃ اللہ فی عقائد شاہ ولی اللہ -62- فیض اللغات -63- لغات القرآن -64- سائنس اور اسلام -65- قرآن اور سائنس -66-خاندانی منصوبہ بندی -67- گستاخ صحابہ کا انجام -68- کرامات صحابہ -69- صحابہ کرام اور علم غیب رسول ﷺ -70- فضائل نکاح -71- مناقب امام اعظم -72- امام اعظم اور علم الحدیث -73- امام احمد رضا اور علم الحدیث -74- مرزا قادیانی کے عقائد و اخلاق -75- آئینہ مرزا نما -76- امی، رد مودودی -77- اسلام اور عیسائیت کا موازنہ -78- ہمارے نبی ﷺ غیر مسلموں کی نظر میں -79- تقابل ادیان -80-رد کیمونسٹ۔

علم کے موتی نامی کتاب میں آپ کی کتب کی فہرست حروف تہجی کے اعتبار سے دے دی گئی ہے جہاں تفصیل دیکھی جا سکتی ہے آپ کی کتب کی اشاعت کے لیے کئی ادارے کام کر رہے ہیں جن کے تحت تقریبا پچیس سو سے زائد کتب شائع ہو چکی ہیں اس کے باوجود بھی ایک ایسے ادارے کی ضرورت ہے جہاں پر آپ کی تمام چھوٹی بڑی کتب موجود ہوں اور اس کے تحت قلمی کتب کی بہترین انداز میں اشاعت ہو اور مطبوعہ کتب کو جدید طریقہ تحقیق کے مطابق دوبارہ شائع کیا جائے نیز ایک ایسی ویب سائٹ کو بھی لانچ کیا جائے جہاں نہ صرف آپ کی تمام مطبوعہ کتب موجود ہوں بلکہ آپ کی شخصیت پر لکھی گئی کتب، رسائل و مقالات بھی دستیاب ہوں۔

علامہ فیض احمد اویسی نے خدمات اسلام سے پر زندگی گزارنے کے بعد 15 رمضان المبارک 1431ھ/26 اگست 2010ء کو انتقال فرمایا، مزار مبارک دار لعلوم جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور میں مرجع خلائق ہے۔(فیض ملت ایک مثالی معلم، صفحہ 9 مشمولہ، تذکرۃ الخواص)

ایک تھے مولانا ابوالحقانی علیہ الرحمۃ

احمد جاوید

یہ ستمبر ستمگر کی ایک صبح تھی۔ ہر لحظہ ایک خوف ، ہر ساعت نیا داغ، نئی برق جدائی، آج اس دوست نے زندگی کی جنگ ہار دی، ابھی اس بھائی کے آکسیجن لگ گئی، یہ لو! اچھے خاصے دوڑتے بھاگتے جوان و توانا پڑوسی پر نمونیہ کا حملہ ہو گیا۔ یہ سنو! اس روشن ضمیر درویش پر دل کا دورہ پڑا اور چل بسا جو خود جانے کتنے دلوں کی راحت، کتنے بے سکونوں کا سکون، بے آسوں کی آس تھا۔ کبھی ممبئی سے کسی ادیب کی ناگہانی موت کی خبر آ رہی ہے، کبھی دہلی میں کسی صحافی کے زکام میں مبتلا ہونے اور دوسرے ہی لمحے لائف سپورٹ پر چلے جانے کی اطلاع مل رہی ہے تو کبھی حیدرآباد یا ناگپور میں کسی شیخ الشیوخ کا وصال ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر تو دوسروں کی زندگی بچاتے بچاتے خود کتنے، کب اور کہاں کہاں دنیا سے جا رہے ہیں شمار ہی نہیں ہے۔ ابھی کلکتہ سے خبر آئی کہ میاں جس عزیز سے مارچ میں مل کر آئے تھے، ستمبر میں آئے تو آنکھیں حسرت سے دیوار و در کو تکا کریں گی، اس ہنستے مسکراتے چہرے اور ان پیاری پیاری بولتی آنکھوں کو اب آنکھیں ڈھونڈا کرتی ہیں۔ کوئی شہر نشاط بھی اب شہر نشاط کہاں رہا، عجیب پراسرار وبا[1] ہے، جسموں سے زیادہ ذہنوں کو گرفت میں لے لیا، کیا بلا ہے کہ ہر شخص ایک چلتی پھرتی موت ہے، اپنے سایہ سے بھی سراسیمہ، جانے کب، کہاں، کس کے سر کون سی قیامت گزر جائے۔ بھئی! مرنا تو ایک دن سب کو ہے لیکن یہ کیا کہ موت نے اسی پھول کو اچک لیا جس کے وجود سے چمن میں رونق تھی۔ سنا تھا فتنوں کے وقت کوئی ہوا چلے گی جو قیامت سے پہلے نیکوں کو اس خرابے سے اٹھا لے گی لیکن ہم پر تو قیامت سے پہلے ہی قیامت آن پڑی، جدھر دیکھیے نفسی نفسی کا عالم، ایک زہریلی ہوا ہے جو بچے، بوڑھے اور جوان، کسی کے دائیں سے گزر جاتی ہے اور جاں بلب کر دیتی ہے، کسی کے بائیں پہلو کو چھو جاتی ہے اور ہنستے کھیلتے گھر ماتم کدہ بن جاتے ہیں۔ ہمارے بزرگ و شفیق دوست، گزرے وقتوں کی شرافت کا نمونہ اور ہر دل عزیز صحافی خورشید ہاشمی نے ایک دن دوستوں کو اطلاع دی کہ ان کی طبیعت ذرا ناساز ہے، دو دن بعد بتایا کہ کچھ خاص بات نہیں ہے، زکام ہی تو ہے اور اگلے دن آدھی رات کو دنیا چھوڑ گئے۔ مرحوم بہت کم گو تھے، ہر شور و شر سے دور ونفور، گئے تو ایک خوفناک سناٹا دے گئے۔ اسی رات ان کے چھوٹے بھائی مگر بڑے بافیض عالم و خطیب مولانا سید اقبال حسنی نے بھی جان جاں آفریں کے سپرد کر دیا۔ چھوٹے بڑے تھے پر مدرسے گئے تو ساتھ گئے، درس نظامی کی تکمیل ساتھ ساتھ کی، مدرسہ سے نکالے بھی ساتھ گئے[2]، مبارکپور سے بنارس ساتھ آئے جہاں دونوں کے سروں پر فضیلت کی دستار بھی ساتھ ساتھ باندھی گئی لیکن کیا غضب ڈھایا کہ ساتھ ساتھ رخت سفر باندھا جب کہ عملی زندگی میں ایک نے تبلیغ و تدریس کو اپنا میدان بنایا تھا، دوسرے کو وقت نے قلم کا مزدور بنا دیا تھا۔ مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری کو کچھ زکام سا تھا، اپنے ایک رشتہ دار کی بارات میں چلے گئے، طبیعت ذرا بگڑی تو شہر کے سب سے اچھے ہاسپیٹل میں داخل کرائے گئے لیکن جلد ہی کورونا وارڈ میں بھیج دئے گئے جہاں سے وہ نہ آئے، ان کا جسد خاکی آیا۔ اس دن بھی یہی ہوا، اس گھر کی حالت بھی یہی ہوئی، اس درد اور اس دکھ کا ادراک کس کو ہو سکتا ہے جو ایک باغ و بہار شخصیت کے اچانک اٹھ جانے سے اس کے عزیزوں رفیقوں کو ہوا ہو گا۔ یہ بھی کوئی جانے کا وقت تھا، ایسے بھی کوئی روٹھتا ہے، اس طرح ہاتھ جھٹک کر بھی کوئی گزر جاتا ہے۔ جانے والا کبھی تو ایسا نہ تھا۔ ہنستا کھیلتا انسان بھری بزم سے اٹھ گیا جیسے اسے کہیں جانے کی بہت جلدی تھی اور ہم نفسوں کی آنکھیں پتھرا گئیں کہ یہ کیا ہوا۔

میری آنکھیں آج ذرا دیر سے کھلی تھیں، سوشل میڈیا پر جانے کب سے خطیب اہل السنۃ، حافظ الاحادیث، فخر ایشیا، فاتح افریقہ علامہ محمد حسین صدیقی ابوالحقانی کی رحلت کی خبر گردش کر رہی تھی۔ وہ ابھی دو تین دن پہلے بنارس میں تھے، وہاں سے رانچی گئے، پھر اچھے بھلے دربھنگہ آئے جہاں اچانک طبیعت بگڑی اور پھر اتنی بگڑ گئی کہ ڈاکٹروں کی انتہائی

ahmadjwd@gmail.com

نگہداشت (آئی سی یو) میں چلے گئے لیکن سب تدبیریں الٹی ہوگئیں دوسرے دن کا سورج ڈوبا تو اپنے ساتھ اس آفتاب کو بھی لے ڈوبا۔ وہ پلٹ کر نہ آنے کے لیے ہم سے دور بہت دور چلے گئے [3]۔

میری آنکھوں میں اس وقت ایک ساتھ دو تصویریں گردش کررہی ہیں۔ کتابی چہرہ، کشادہ پیشانی، بولتی آنکھیں مسکراتے ہونٹ، حنائی داڑھی جو کبھی گہری سیاہ تھی، دوہرا بدن، سر پر مضبوطی کے ساتھ مگر سلیقہ سے بندھی دستار یا صاف ستھری سفید کامدار اونچی ٹوپی نہ اتنی اونچی کہ سراٹھائیں تو گرجائے نہ اتنی بھاری کے سر جھکائیں تو سنبھل نہ پائے، پورے عالمانہ وقار کے ساتھ مضبوط قدموں سے مجمع کے سامنے کھڑا ایک ایسا شخص جس کی زبان دریا کی روانی کو مات دیتی ہے، ایک ایک سانس میں کئی کئی حدیثیں سناتا ہے، ان کے حوالے پیش کرتا ہے، شارحین کی تشریحات اور حاشیے کی عبارتیں تک پڑھتا جاتا ہے، پھر اسی والہانہ انداز میں اسی مضمون کے اشعار پڑھتا ہے اور کیا علما و دانشوران کیا کوئی عام آدمی جو سنتا ہے سنتا ہی رہ جاتا ہے، ابھی ایک جلسہ کے منبر خطابت سے اترا نہ تھا کہ دوسرے جلسہ کے لیے پابہ رکاب، ایک شہر سے آیا اور دوسرے شہر کو جانے کو تیار، خدا نے کیسی شہرت و مقبولیت سے نوازا ہے، لوگوں کے دلوں میں کیسی محبت اور طلب رکھ دی ہے کہ کورونا کی بندشوں کے زمانے میں بھی وہ گوشۂ عافیت میں بیٹھ نہیں سکتا تھا مگر اس کے باوجود کیا مجال ہے کہ طبیعت میں عجب، کردار میں تصنع اور مزاج میں احساس برتری نے خلل ڈالا ہو۔ چہرے پر بشاشت، ملنے جلنے میں بے تکلفی اور سلوک میں وضع داری کوئی اس سے سیکھے، حد تو یہ ہے کہ بچپن کے دوستوں، ہم سبق ساتھیوں، ابتدائی زندگی کے شناساؤں اور رشتہ داروں کے لیے جو دلچسپی محمد حسین کی ذات میں تھی، وہی مولانا ابوالحقانی کی شخصیت میں بھی ہے۔ دوسری تصویر معمولی چہرے مہرے کے دبلے تپلے، بوٹے قد کے پھرتیلے اور تیز تیز قدموں سے چلتے ایک جواں سال مولوی کی ہے، آپ جس کے وجود کا نوٹس بھی نہیں لیتے۔

میں اس وقت غالباً ساتویں کا طالب علم تھا۔ اطراف دربھنگہ مدھوبنی میں اچانک کسی پالن حقانی کے جلسوں کا غلغلہ برپا ہوا۔ یہ صاحب گجرات کے پالن پور سے تعلق رکھتے تھے اور نام محمد حقانی تھا۔ موصوف کے عجیب و غریب کوائف مشہور تھے۔ مثلاً یہ کہ ان کے والدین غیر مسلم تھے، دونوں ڈاکو تھے اور یہ کچھ کے جنگل میں پیدا ہوئے، حمل میں تھے تو والدہ نے جنگل میں کسی فقیر کی کھچڑی کھائی تھی۔ یہ خود بھی قوال ہوا کرتے تھے، تائب ہو کر تبلیغ دین کے لیے خود کو وقف کردیا۔ یہ جو وعظ کہتے ہیں وہ فقیر کی اسی کھچڑی کی کرامت ہے ورنہ ان کی کوئی باضابطہ تعلیم نہیں ہوئی، صرف تبلیغی جماعت میں چند چلے لگا چکے ہیں۔ بڑا تام جھام تھا جناب کا، مولویوں کی ایک جماعت ہاتھوں ہاتھ لیے پھرتی تھی۔ ابھی تک لاؤڈاسپیکر کا اسٹیریو ساؤنڈ سسٹم اتنا عام نہیں تھا۔ یہ جناب اپنے ساتھ ایک جیپ لے کر چلتے جو لیٹسٹ ساؤنڈ سسٹم سے لیس ہوتی۔ جلسہ گاہ میں ان کے پہنچنے کے بعد مائک بدلے جاتے، سسٹم انسٹال کیا جاتا اور پھر جناب خطاب کے لیے تشریف لاتے۔ ایک قوالی کے بول سے وعظ شروع کرتے: 'اے ابر کرم اتنا نہ برس کہ وہ آنہ سکیں / اور آجائیں تو اتنا برس کہ وہ جانہ سکیں'۔ پھر قرآن کی آیات اور احادیث پڑھتے، ان کا اپنا سا ترجمہ اور تشریح کرتے۔ ایسا کرتے وقت کتابوں کے حوالے بڑے اہتمام سے آیت نمبر، حدیث نمبر اور صفحہ نمبر کے ساتھ دیتے۔ اس وعظ کا یہی ایک نیا پٹ اور اسٹیریو ساؤنڈ سسٹم پر آواز کا زیر و بم تھا جس نے چاہنے والوں کو مبہوت کررکھا تھا، جلسوں میں دور دور سے لوگوں کی بھیڑ آتی تھی۔ یہ اپنے ساتھ کچھ کتابیں بھی رکھتے تھے۔ یاد آتا ہے کہ حمد و نعت کا ایک بے ترتیب سا مجموعہ تھا جو ان کے وعظ ہی کی طرح 'اے ابر کرم اتنا نہ برس' کے بول سے شروع ہوتا تھا اور 'شریعت یا جہالت' نام کی کوئی کتاب تھی جو ہاتھوں ہاتھ لی جاتی تھی۔ [4]

لوآم میں مدرسہ اسلامیہ امانیہ کا ایک جلسہ ہونا تھا۔ ہمارے استاذ مولانا سلیم اختر بلالی نے مدرسہ کے پرنسپل مولانا شبنم کمالی (رحمۃ اللہ علیہ) سے اپنے دوست مولانا محمد حسین صدیقی کا ذکر کیا کہ وہ اچھے خطیب ہیں۔ وہ ان دنوں آرہ کے مدرسہ فیض الغربا میں پڑھاتے تھے، مولانا کی خواہش پر مدعو تو کرلیے گئے لیکن آئے تو کسی نے کچھ نوٹس نہ لیا۔ منبر خطابت پر لے جانے سے پہلے ہمارے 'بڑے مولانا' نے ان کو اپنا جبہ پہنایا تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حاضرین ان کو طالب علم تصور کریں اور سنجیدگی سے نہ لیں لیکن تقریر ہوئی تو ایسی ہوئی کہ کیا علما و طلبہ اور کیا عوام سب کے سب مسحور۔ پالن حقانی کے وعظ میں چند آیات اور احادیث کے مختصر ٹکڑوں کے ترجمے ہوتے تھے، یہ بات کسی طرح بھی ہمارے گلے سے نہیں اترتی تھی کہ یہ وعظ کسی خدا رسیدہ فقیر کی کھچڑی کی کرامت ہے لیکن یہ جثہ اور یہ عالمانہ وفور یقیناً کسی کرامت سے کم نہ

تھی۔ صحیحین اور دوسری کتب احادیث کے صفحے کا صفحہ پڑھتے جاتے ہیں اور مجمع دم بہ خود ہے۔ بڑے مولانا نے جوش محبت میں 'چھوٹے مولانا' کا نام ابوالحقانی رکھ دیا۔ پھر تواتر کے ساتھ اطراف میں مولانا ابوالحقانی کے جلسے ہونے لگے اور یہ سلسلہ مہینوں جاری رہا۔ استاذی مولانا بلالی مدظلہ العالی اب بھی اس واقعہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کی سرشاری قابل دید ہوتی ہے۔ وہ اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں: "علامہ شبنم کمالی کی زبان سے بیساختہ نکلے الفاظ کسی فقیر کی دعا سے زیادہ تیر بہدف ثابت ہوئے۔ مولانا محمد حسین صدیقی مشرق و مغرب میں اسی نام سے جانے گئے، ان کے دیے ہوئے اس لقب نے جلد ہی ان کے نام کی جگہ لے لی اور ان کی شہرت دیکھتے ہی دیکھتے آسمان کی بلندیوں کو چھونے لگی۔ آج بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ ابوالحقانی کا لقب ان کو علامہ شبنم کمالی نے دیا تھا اور ان کا اصل نام محمد حسین صدیقی ہے۔"[5] آپ نے نصب العین چترویدی کو ضرور دیکھا سنا ہوگا، محمد حسین ابوالحقانی کی طرح، ان میں چترویدی بھی ہمارے بڑے مولانا کی دریافت تھے ورنہ موصوف دینی جلسوں میں اپنے بھوجپوری کلام اور خوبصورت نعت خوانی کے لیے جانے جاتے تھے۔

ان ہی دنوں کا ذکر ہے، جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے ایک سالانہ جلسہ (عرس حافظ ملت) میں مشائخ چشت کے ایک مشہور خانوادہ کے چشم و چراغ سید فاروق چشتی[6] کے کندھے پر کسی نے ہاتھ رکھا۔ پلٹ کر دیکھا تو وہ ان کی طالب علمی کے زمانے کا ایک دوست تھا۔ تھوڑا کھسک کر اس کے لیے جگہ بنائی، پہلو میں بیٹھتے ہوئے اس نے سرگوشی کی' ہم جیسے مقررین کی موجودگی میں یہ کس کس سے تقریر کروارہے ہیں'۔ انہوں نے جواباً طنز کیا' آپ سے دعا کرائی جائے گی'۔ دو تین تقریروں کے بعد ناظم اجلاس مولانا علی احمد سیوانی نے ایک ایسے خطیب کا تعارف کرانا شروع کیا جس کی زبان میں جادو ہے، جو بولتا ہے تو منھ سے پھول جھڑتے ہیں، جس کا سینہ احادیث کا گنجینہ ہے اور جو احادیث کی چلتی پھرتی انسائیکلوپیڈیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ سیوانی صاحب کو جنھوں نے دیکھا سنا ہے جانتے ہیں کہ ان کا انداز نقابت کیا تھا۔ مجمع حیران ہے کہ یہ کون ہوسکتا ہے۔ نام لیا تو سید صاحب نے دیکھا کہ ابوالحقانی کوئی اور نہیں ان کا وہی دوست ہے۔ وہ مسکراتے ہوئے ان کے پہلو سے اٹھا اور بولا' بتاتا ہوں کہ تقریر کیا ہوتی ہے'۔ پھر اس نے احادیث و قرآن کا ایسا دریا بہایا کہ چھوٹے بڑے سب حیران، تقریر ختم کی تو سید شاہ فاروق چشتی اپنے آپ پر قابو نہیں رکھ پائے، اٹھ کر گلے سے لگالیا۔

ابوالحقانی خلد آشیانی کی یہ بے تکلفی ان کے ہم عمر دوستوں اور ہم سبق ساتھیوں تک ہی محدود و موقوف نہ تھی، وہ اپنے ان دوستوں اور عزیزوں سے بھی اسی گرمجوشی اور بے تکلفی سے ملتے اور انتہائی مخلصانہ و مشفقانہ تعلق رکھتے تھے جو عمر اور حیثیت میں ان سے بہت ہی کم تھے۔ میرا دوست اور مشہور ثناخواں جابر اختر ان سے پندرہ سولہ سال سے کم چھوٹا نہ ہوگا لیکن اسی طرح بے تکلف تھا جس طرح ہمارے استاد مولانا سلیم اختر بلالی جن کو وہ کبھی بلالی بھائی اور کبھی مولانا بلالی پکارتے تھے۔ دہلی میں وہ اکثر و بیشتر قاضی اہل سنت مولانا ڈاکٹر مفتی محمد میاں ثمر دہلوی (علیہ الرحمۃ والرضوان) کے مہمان ہوتے تھے اور ان کے والد مفتی اعظم مولانا شاہ مشرف احمد دہلوی (سابق امام و خطیب شاہی مسجد فتحپوری دہلی) کے عرس میں تقریباً ہر سال شرکت کرتے۔ میری ان سے اکثر ملاقاتیں وہیں ہوئیں۔ ایک بار اس موقع سے ملے تو کہنے لگے کہ' پاکستان جارہا ہوں، اخبار میں خبر آنی چاہیے'، میں نے کہا' یہ دہلی ہے اور یہاں سے تو ہر دن کئی لوگ دنیا بھر کے ملکوں کا سفر کرتے ہیں'۔ وہ بولے' بات تو صحیح ہے لیکن ابوالحقانی تو دنیا میں ایک ہی ہے اور ہندوستان کا دوسرا کون سا خطیب ہے جو اس طرح وہاں بلایا جاتا ہے'۔ سنا ہے کہ کراچی کے جس مقام پر ان کی تقریر ہوئی تھی، اس کا نام ابوالحقانی چوک رکھ دیا گیا۔

ہر سال صفر کے مہینے میں منعقد ہونے والا بریلی شریف کا عرس اعلیٰ حضرت غالباً اپنی نوعیت کا واحد میلہ ہے جس میں دنیا کے کونے کونے سے اتنی بڑی تعداد میں علما و فقہا شریک ہوتے ہیں جتنی تعداد میں کہیں اور جمع نہیں ہوتے، ایک سے بڑھ کر ایک خطیب، مدرس، مصنف، قاضی اور مفتی۔ کون کس کو پوچھتا ہے کہ کون آیا، کون گیا اور کس کے منھ میں کتنے دانت ہیں۔ ایک ایسے موقع پر بھی مولانا ابوالحقانی اپنی رہائش گاہ سے نکلتے تو ان کے پیچھے چاہنے والوں کی بھیڑ لگ جاتی۔ اس واقعہ کا ذکر ان کے رفیق دیرینہ مولانا بلالی نے ایک موقع پر کیا تو مولانا قمر الزماں مصباحی[7] نے ان سے کہا کہ میں نے تو مکہ مکرمہ میں بھی ان کے ساتھ یہی دیکھا۔ وہ جدھر جاتے چاہنے والوں کی بھیڑ ان کو گھیر لیتی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

محمد حسین صدیقی ابوالحقانی کی ولادت شمالی بہار میں نیپال کی سرحد پرواقع مدھوبنی ضلع کے ایک بہت ہی دور افتادہ گاؤں لوکہا کے ایک متوسط کاشت کار عبدالجلیل کے گھر 1956ء میں ہوئی۔وہ اپنے چھ بھائیوں میں والدین کے پانچویں بیٹے تھے۔ان کی ابتدائی تعلیم گاؤں کے مدرسے میں شروع ہوئی لیکن حسن اتفاق ان ہی دنوں ان کی بڑی بہن کی شادی ہوئی اور اس شادی نے ان کی زندگی کا رخ بدل دیا۔وہ اپنے بہنوئی مولانا زبیر احمد کے ساتھ مدرسہ حنفیہ غوثیہ جنکپور دھام (نیپال) بھیج دیے گئے جو نیپال میں لوہنہ کے باشندہ اور مولانا جیش محمد صدیقی برکاتی کے بڑے بھائی ہیں۔یہ دونوں بھائی اسی مدرسے میں مدرس تھے۔ انہوں نے اس بچے کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی۔اعلیٰ تعلیم کے لیے پہلے بریلی شریف بھیجا، پھر جامعہ اشرفیہ (مبارکپور) میں داخل کرایا جہاں انہوں نے 1975ء میں درس نظامی کی تکمیل کی۔مبارکپور میں ان کے ساتھیوں اور دوستوں سے پوچھیے تو کہیں گے کہ محمد حسین ایک اوسط طالب علم تھا، دور دور تک کسی کا گمان نہیں گزرتا تھا کہ ہمارا یہ قلیل الجثہ ساتھی ایک دن یہ مقام حاصل کرے گا کہ لوگ اس کو سننے دیکھنے کی آرزو کریں گے لیکن کوزہ گر جانتا تھا کہ مٹی میں کیا ہے۔

کچی مٹی کو کسی کوزہ گر کی ضرورت ہوتی ہے اور اسے کمہار کا ہنرمند ہاتھ مل جائے تو اس سے دیدہ زیب، قیمتی اور کارآمد ظروف نکل آتے ہیں۔بت گر کی انگلیاں اسی مٹی سے وہ نقش و نگار نکال لیتی ہیں جو حسینوں کے لب و رخسار کو بھلا دیں مگر شرط ہے کہ مٹی نرم ہو، خود کو کمہار کے چاک کے سپرد کر دے اور اس کی انگلیوں پر گھومے۔اسی طرح سنگ تراش کی نگاہیں پتھر میں مونا لیزا دیکھ لیتی ہیں اور اس کی ہتھوڑی چھینی اسے وہاں سے نکال کر ہی دم لیتی ہے۔محمد حسین اور مولانا جیش محمد میں کچھ ایسا ہی تعلق تھا۔وہ ان ہی کے تتبع میں نام کے ساتھ صدیقی لکھنے لگے تھے ورنہ خاندان میں کچھ ایسا چلن نہ تھا۔مولانا جیش محمد سچ مچ جیشِ محمد (محمد ﷺ کے شیر) تھے، نیپال میں احیائے سنت، عشق رسول اور تحفظ عظمت مصطفیٰ ﷺ کی اس تحریک کے ایک بہت ہی پرجوش و بے خوف، راسخ و متصلب مبلغ و مناظر جس کے امام و پیشوا پچھلی صدی کے ربع اول میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی (نوراللہ مرقدہ) ہوئے ہیں۔ مولانا نے اس نوجوان فاضل کی تعلیم و تربیت اشرفیہ سے اس کی فراغت کے بعد بھی جاری رکھی۔وہ ان سے احادیث یاد کرواتے، سنتے اور تلفظ یا اعراب کی کوئی غلطی پاتے تو درست کرواتے۔ان کی باضابطہ عملی زندگی کا آغاز آرہ سے ہوا جہاں ان کو سید شاہ محمد قائم چشتی قتیل داناپوری (سجادہ نشین خانقاہ چشتیہ نظامیہ داناپور) اور ان کے خلف و جانشیں پروفیسر سید شاہ طلحہ رضوی برق داناپوری کی بافیض صحبتیں حاصل ہوئیں[8]۔ مدرسہ فیض الغربا آرہ جو شیخ المشائخ مولانا حافظ شاہ محمد فریدالدین جونپوری اور مولانا شاہ حکیم محمد معین الدین معین آروی (صاحب تحفہ الرسول) کی یادگار ہے، موصوف کو خوب راس آیا لیکن ابھی یہاں دو ڈھائی سال بھی نہیں ہوئے تھے کہ ان کی شہرت و مقبولیت کو وہ پر لگ گئے کہ ہر دن سفر میں گزرنے لگا۔ ہندوستان کا کون سا ضلع اور قصبہ تھا جہاں یہ نہیں گئے۔درجنوں بار حج و زیارت کا سفر کیا، ملک کے کئی شہروں اور قصبوں کے لوگ ان کے ہمراہ حرمین شریفین کا سفر کرنا سعادت کا مقام تصور کرتے تھے۔دنیا کے کئی دوسرے ملکوں کا بھی سفر کیا اور جنوبی افریقہ بار بار گئے۔مولانا ابوالحقانی کی رحلت وبا سے ہوئی یا نہیں، کچھ کہا نہیں جا سکتا لیکن وہ خود ایک وبا تھے، جہاں جاتے لوگوں کے دل و دماغ میں سرایت کر جاتے۔ایک وقت تھا کہ جس مولوی کو دیکھیے وہی ابوالحقانی بننا چاہتا تھا، آیت نمبر، حدیث نمبر اور صفحہ نمبر رٹ رہا ہے لیکن ان کے سامنے کسی کا چراغ نہیں جلا۔ چالیس بیالیس برسوں سے ایک ہی ابوالحقانی تھا جس کا ثانی پیدا نہیں ہوا۔

ان کی عملی زندگی کا بیشتر وقت سفر میں گزرا، جلسوں میں بیتا لیکن وہ دوسرے خطیبوں کی طرح ٹھوس کاموں سے غافل نہ تھے۔آبائی گاؤں لوکہا میں دارالعلوم رضائے مصطفیٰ قائم کیا، دربھنگہ میں جامعہ فاطمۃ الزہرا اور آرایس میموریل ہاسپٹل بنایا۔مولانا سلیم اختر بلالی کے ساتھ سنی جمعیۃ العلما کے نام سے ایک مقامی تنظیم بھی قائم کی جس سے اس کمشنری کے اضلاع میں کئی کام کیے۔ 8 مارچ 2008ء کو دربھنگہ کے راج میدان میں امام احمد رضا عالمی کانفرنس میں وزیر اعلیٰ نتیش کمار کو بلایا، ان سے آرایس میموریل ہاسپٹل کا افتتاح کرایا، جلسے میں پندرہ غریب بچیوں کے نکاح کے بعد تحفے میں ہر جوڑے کو پندرہ پندرہ ہزار روپے پیش کیے، لوگ باگ آج تک اس جلسے کو یاد کرتے ہیں۔ سنی جمعیۃ العلما کی دوسری دوروزہ کانفرنس[9] میں ایک شب خواتین کا جلسہ رکھا اور اس جلسہ سے خطاب کے لیے لندن، ممبئی اور بنگلور سے ڈاکٹر شیریں فاطمہ، محترمہ سلمیٰ باجی اور محترمہ غزالہ کو بلایا تاکہ مقامی خواتین کو تحریک ملے اور ان میں تعلیمی بیداری آئے۔دربھنگہ سے انہوں نے سہ

ماہی رسالہ 'خاتون جنت' جاری کیا۔ کئی کتابیں بھی لکھیں جن میں 'حاضر وناظر' زیادہ مشہور ہے ۔ جاتے جاتے کئی سوصفحات پر مشتمل 'اربعین حقانی' دے گئے جو ابھی زیر طباعت تھی۔ صحیح بخاری کی چالیس روایات پر مبنی یہ کتاب اصل میں سیکڑوں احادیث کو محیط اور رسول اکرم ﷺ کی محبت و عظمت اور عشق و عرفان کا ایک دریا ہے۔ اردو کے مشہور شاعر و ناقد اور اقبال اکیڈمی لاہور کے سابق ڈائریکٹر احمد جاوید کہا کرتے ہیں کہ اسلام ایک رسول مرکز (Prophet Centric) دین ہے اور اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا ایک بہت بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے ربانی حکمت کے اس سر (بھید) بلکہ سر اکبر کو نہ صرف دریافت کیا بلکہ اس دولت کو عام کرنے کا ذریعہ بنے۔ اسی سیاق و سباق میں وہ یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت تو 'حدائق بخشش' میں ہیں اور آپ نے صرف ان کے فتوے رٹ رکھے ہیں، آپ ان کو ان کے فتووں میں ڈھونڈتے ہیں۔ مولانا ابوالحقانی ذہن میں آتے ہیں تو 'حدائق بخشش' کے اشعار کے ساتھ آتے ہیں، انہوں نے اعلیٰ حضرت کے فتووں سے زیادہ حدائق بخشش کو حرز جاں بنایا تھا، اس سے ہٹ کر آپ ان کو سوچ ہی نہیں سکتے۔ نصیب کی بات ہے کہ جاتے جاتے وہ اس دولت کو کتابی صورت میں بھی محفوظ کر گئے۔

انسان کی یہ کمزوری بہت عام ہے۔ وہ اپنے ارد گرد کے حسن اور اس کی قدر و منزلت کو آسانی سے محسوس نہیں کرتا، یہاں تک کہ خود اپنے اندر کے جوہر کو دریافت کرنے میں بھی اکثر دیر کر دیتا ہے، چیز ہے تو اس کی قدر نہیں کی، چلی گئی تو ہاتھ ملتا ہے۔ مولانا موصوف و مغفور کے ساتھ میرا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ وہ ایسے کھلے اور بے تکلف تھے کہ کبھی محسوس ہی نہیں ہونے دیا کہ وہ میرے بعض اساتذہ کے احباب میں ہیں اور اب ترسٹھ پار کر چکے۔ میں ان کو اپنے شاعر و ثنا خواں دوست جابر اختر سے ذرا زیادہ اور خطیب الہند سے کچھ کم تصور کرتا تھا، اس سے زیادہ سنجیدگی سے کبھی نہیں لیا۔ 'میاں! یہ بھی ثنا خوانی ہی تو ہے مگر منثور و مدلل، احادیث و آیات اور ان کے حوالوں سے مزین۔ وہ بھی یقیناً ہمارے تعلق سے کچھ ایسی ہی رائے رکھتے ہوں گے۔ ان سے آخری ملاقات مولانا مفتی عبدالواجد قادری (رحمۃ اللہ علیہ) کے عرس چہلم کے جلسے میں ہوئی تھی، شہ نشین کی دوسری تیسری صف میں تشریف رکھتے تھے، ہم سے ذرا روٹھے روٹھے سے تھے کیونکہ جو وقت علمائے کرام کو دیا جانا تھا، وہ 'غیر علما' کو دے دیا گیا تھا جن میں پروفیسر فاروق احمد صدیقی کے ساتھ یہ ناچیز بھی شامل تھا۔ یہ جو ہمارے معاشرے میں 'تعلیم یافتہ' اور 'عالم' کی تفریق و تقسیم ہے، یہ نفسیات بھی ہمیں ایک دوسرے کو سمجھنے نہیں دیتی۔ ان کے جیتے جی توان میں کسی بزرگی اور عظمت و کرامت کو دیکھنے کی توفیق نہ ہوئی لیکن اب جب کہ وہ ہمارے درمیان سے اچانک اٹھ گئے تو احساس ہوتا ہے کہ حبیب خدا ﷺ کی محبت و عظمت کا ایسا مبلغ اور مقام مصطفےٰ ﷺ کا ایسا پاسبان بھی ہمارے درمیان اب اور کون ہے؟ قحط الرجال کے اس دور میں ایک ہی عالم تو تھا جس کی نوک زباں پر امہات الکتب کے حوالے رہتے تھے، چٹکیوں میں دلوں کے خطرات کی دھول اڑا دیتا تھا۔ اچھا کیا کہ عظیم آباد (پٹنہ) کی تاریخی خانقاہ 'درگاہ شاہ ارزانی' کے صاحب سجادہ پروفیسر سید شاہ حسین احمد نے 'کورونا' کی دارو گیر کے دوران اٹھ جانے والوں کی یادوں سے یادداشتوں کو اجالنے کی تحریک دی اور میں نے اس گنج گرانمایہ کو اپنے لیے از سر نو دریافت کیا۔

اہل خانقاہ اور اہل طریقت و تصوف نے تو ویسے بھی لوگوں کو ہمیشہ اپنے گرد و پیش کے حسن کو محسوس کرنا سکھایا اور اپنے اندر کے جوہر کو دریافت کرنے کے ٹولس، طریقے اور سلیقے دیے تاکہ ہماری سوچ کی نہج درست رہے، ہمارا اندر باہر دونوں مضبوط اور مثبت (پازیٹو) ہو، انسان اور انسانی معاشرے کی خوشحالی اور خوشگواری کا یہ ایک ازلی راز ہے۔ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ اسی اسرار کی نشاندہی ہے۔ ٹالسٹائی نے اپنی مشہور حکایت تین سوال میں اسی سچ سے پردہ اٹھایا ہے۔ اہم آدمی کون ہے، صحیح وقت کیا ہے اور اہم کام کون سے ہیں؟ میاں! جو کچھ میسر ہے، اس کی قدر کریں ورنہ وہ بھی چھن جائے گی اور آپ دور کے جلووں کی آرزو ہی کرتے رہیں گے۔

اہل طریقت و تصوف زندگی کے رازداں ہیں، ان کا مشرب کسی کی موت کا ماتم بالکل نہیں، موت توان کے نزدیک وصال ہے، عشرت قطرہ ہے، یہاں تو فنا ہے ہی نہیں، فنا بھی بقائے دوام ہے، درد کا حد سے گزرنا دوا ہو جانا ہے، اسی لیے وہ اس موقع کو عرس (شادی) کا نام دیتے ہیں۔ بعض اہل ماتم و نوحہ صوفیہ کو اسی لیے اپنا مخالف تصور کرتے ہیں حالانکہ دلوں کی زمین کو آنسوؤں سے گیلا کرنے، غم فراق میں رونے اور اشکوں سے دل کو دھونے میں ان سے بازی کون لے سکتا ہے۔ انسانی جذبات کی یہ دونوں کیفیات تصویر کے دو رخ ہیں، ان میں تطبیق و توازن ہے، تضاد و

تفریق نہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ فطرت کے مختلف رنگوں اور شعور و لاشعور کے مختلف زاویوں میں یہی توازن اور یہی نظم وضبط صوفیہ کا کمال ہے۔ سائنس نے جب اسرار ذات و کائنات ہر کس وناکس پر کھول کر رکھ دئے، یہ سمجھنا مشکل نہیں رہ گیا ہے کہ اس کی حکمت کیا ہے۔ معاف کیجیے، میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ پت جھڑ کے اس موسم میں جب ہر دن شجر حیات کا کوئی پتا ٹوٹ جاتا ہے، ہم قدرت کی اس حکمت کو فراموش کر کے نہ بیٹھیں کہ ہمارا وجود بھی دریائے حیات کا ایک قطرہ ہی تو ہے مگر کوئی بے قدر اور بے مقصد قطرہ ہر گز نہیں، دجلہ حیات کی موجوں پر اثر انداز نہ ہوئے تو کیا ہوئے، ایسا ہونا نہ ہونا برابر۔ شان کریمی نے موتی کی طرح چن لیا تو موت وصال ہے، عرس ہے، عشرت قطرہ ہے ورنہ خس وخاشاک کے لیے کیا دریا اور کیا جوہڑ جس کی قسمت میں ہواؤں کے جھونکے ہیں، موجوں کی مار ہے، تھپیڑے ہیں، طلاطم ہیں، ٹھوکریں ہیں اور دونوں جہان کی رسوائیاں ہیں۔ مولانا محمد حسین صدیقی رضوی ابوالحقانی کی ناگہاں رحلت کا سبق بھی یہی ہے۔ خداوند کریم ان کی نیکیوں کو قبول فرمائے، ان کی خطاؤں کو بخشے اور ان کے درجات بلند کرے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

(خانقاہ دیوان شاہ ارزانی، پٹنہ کے سیمینار ’ یادرفتگان‘ کے لیے لکھا گیا خاکہ)-*-*-*-*-

(1)-وبائی زکام کورونا (کوویڈ-19)

(2)-1975ء میں جامعہ اشرفیہ مبارکپور سے چار طلبہ کا اس شک کی بنا پر اخراج کیا گیا کہ انہوں نے ایک احتجاجی پوسٹر چسپاں کیا ہے جن میں یہ دونوں بھائی بھی شامل تھے حالانکہ اس میں ان چاروں میں سے کسی کا بھی کوئی ہاتھ نہ تھا۔ اس وقت یہ درس نظامی کے آخری سال میں تھے جب ان کے ساتھ یہ حادثہ ہوا۔

(3)-ہفتہ 12 ستمبر 2020ء

(4)-بعد میں اس کتاب پر بڑی لے دے ہوئی اور بریلوی علما تو پہلے ہی گرفت کر چکے تھے، دیوبند کے دارالافتا سے بھی فتوے آئے۔

(5)-علامہ ابوالحقانی / محمد سلیم اختر بلالی / روزنامہ ’انقلاب‘ پٹنہ / اتوار 19 ستمبر 2020ء، ص 9

(6)-خانقاہ سلطانیہ بارہ بنکی اور خانقاہ سراجیہ ممبئی کے موجوہ صاحب سجادہ۔

(7)-طبیہ کالج رائے پور کے سابق استاد عربی و فارسی، مشہور خطیب، مصنف اور مدرسہ دینیہ غوثیہ کے صدر المدرسین۔

(8)-مولانا مرید تو مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضاخاں نوری میاں بریلوی (علیہ الرحمۃ) کے تھے لیکن ان کو حضرت داناپوری سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی۔

(9)-13 و 14 مارچ 2010ء لہریا گنج، مدھوبنی (بہار)

(ص:49 کا بقیہ)

مظہر رحمت، مصدر رافت، مخزن شفقت، عین عنایت
ذات محمد جانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
جان مری کیا جانِ جہاں کی اور بہار باغِ جناں کی
کیجیے سب قربانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
بہر شفائے درد و مصیبت اور برائے رنج و فلاکت
کافیؔ ہے درمانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

....

اون کے ناخن پر فدا جاں کیجیے
اور ماہِ عید قرباں کیجیے
جان کیا ہے اور ماہِ عید کیا
یاں فدا ملکِ سلیماں کیجیے
اون کے ناخن کا تراشا گر ملے
جیبِ جاں میں اس کو پنہاں کیجیے
اور روزِ حشر ہو جب آشکار
پیش اوس کو پیشِ یزداں کیجیے
صحنِ محشر عید گاہِ مغفرت
از برائے اہلِ عصیاں کیجیے
صاحبِ لو لاک کی امت ہیں ہم
آج ہم پر بذل غفراں کیجیے
تجھ کو لکھنا ہے سراپائے نبی
کافیؔ مداح ساماں کیجیے

....

واہ کیا جلوۂ رندان ہے سبحان اللہ
کیا تبسم کا یہ سامان ہے سبحان اللہ
محوِ دیدار فرشتوں کو کیا گردوں پر
کیا ہی محبوبی کی یہ شان ہے سبحان اللہ
ہے وہ سیمائے مبارک کہ تجلی جس سے
رونقِ روضۂ رضوان ہے سبحان اللہ
حسن وحسن کہ جس حسن کا عاشق ہے خدا
وصف اس حسن کا قرآن ہے سبحان اللہ
نورِ ذاتِ نبوی صلِ علیٰ اے کافی
آیتِ رحمتِ رحمان ہے سبحان اللہ

بیرونی ممالک میں فرزندانِ اشرفیہ کی خدمات

محمد ابوہریرہ رضوی مصباحی

حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ کی علمی و فکری ضیا باریوں سے جہاں ہندوستان کا چپہ چپہ منور ہو رہا ہے۔ وہیں بیرونی ممالک میں بھی آپ کا فیضان جھوم جھوم کر برس رہا ہے۔ آپ کے تلامذہ اور قائم کردہ علمی تحریک جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے فارغین پوری دنیا میں ایک امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔

آنے والی سطور میں نہایت اختصار کے ساتھ ان جیالوں میں سے فقط بیرون ممالک میں دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دینے والے مصباحی حضرات کے کارناموں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی جا رہی ہے:

----* **پاکستان** *----

(1) حضرت مفتی ظفر علی نعمانی مصباحی:

انھوں نے جامعہ اشرفیہ سے تعلیم حاصل کی اور قیام پاکستان کے دوسرے سال 1948ء میں کراچی منتقل ہوگئے، وہاں پہنچ کر ”دارالعلوم امجدیہ“ کی بنا رکھی۔ اور دین و سنت کی خدمت انجام دیتے رہے۔ ساتھ ہی مساجد و مدارس اور مکتبوں کا جال بچھایا۔

پاکستان میں رضویات کے اولین ناشر ہونے کا شرف آپ کو حاصل ہے۔ اس کے لیے ”مکتبہ رضویہ“ کا قیام عمل میں لائے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا و دیگر علمائے اہل سنت کی کتابیں شائع کرتے رہے۔

اعلیٰ حضرت کا نعتیہ مجموعہ ”حدائق بخشش“، پھر اس کے بعد ”کنزالایمان“ مع ”خزائن العرفان“ اور ”حیات اعلیٰ حضرت“ کی پہلی جلد بھی آپ ہی نے پاکستان میں شائع کی۔ کنزالایمان کی اشاعت کا کام آسان نہ تھا لیکن آپ کی حکمت علمی نے وہ کام کیا کہ آج بغرض تجارت ہی سہی اپنے تو اپنے بیگانے بھی ترجمۂ اعلیٰ حضرت کو چھاپ رہے ہیں۔ پیش ہے اس کی کچھ تفصیل :

آج کے دور میں امام اہل سنت کی کتابوں کو شائع کرنا کوئی خاص بات نہیں یہ اس دور کی بات ہے جب دہلی اور کراچی میں اہل سنت کا کوئی مکتبہ نہیں تھا، اگر کوئی کسی مکتبہ پر اعلیٰ حضرت کا ترجمہ مانگتا تو بدعتی کہ کر دکان سے واپس کر دیا جاتا۔ جب مفتی صاحب نے کنزالایمان شائع کیا تو مارکیٹ میں کوئی نسخہ اپنے پاس رکھنے کو تیار نہیں تھا، آپ نے بہ ہزار اصرار ایک مکتبہ والے کو اس شرط پر راضی کیا کہ آپ چند نسخے رکھ لیں اگر فروخت ہوگئے تو ٹھیک ورنہ میں واپس لے لوں گا، پھر اپنے خریداروں کو اس مکتبہ پر بھیجنا شروع کیا اس طرح تجارتی نقطۂ نظر سے اس کا حوصلہ بڑھا اور پھر تعارف کا دائرہ بوئے مشک کی طرح پھیلنے لگا۔

(شہر خموشاں کے چراغ۔ از: مولانا مبارک حسین مصباحی ص:400)

آپ نے میدان سیاست میں بھی طبع آزمائی کی، اور اس کے ذریعہ اہل سنت کے حق میں آواز بلند کی۔

(2) حضرت مولانا قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی مصباحی:

1958ء میں آپ ترک وطن کرکے پاکستان تشریف لے گئے۔ اسی سال نیو میمن مسجد، بولٹن کراچی میں بحیثیت خطیب و امام آپ کا انتخاب ہوا، آخیر وقت تک اس مسجد سے منسلک رہے، اور اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ دارالعلوم امجدیہ کراچی کے شعبۂ تجوید و قرأت کو خصوصی طور پر نوازا۔ یہاں 1958ء سے 1983ء تک اپنی ذمہ داری نبھاتے رہے۔

پھر دارالعلوم رضویہ کی بنا رکھی، اس میں ایک خوب صورت مسجد بھی بنوائی۔ لڑکیوں کی تعلیم کے لیے آپ نے کلیۃ البنات کا انتظام کیا، جو رہائشی ہاسٹل پر مشتمل ہے۔ کتابوں کی اشاعت کے لیے مکتبہ رضویہ بھی قائم کیا، اس مکتبہ سے اعلیٰ حضرت اور علمائے اہل سنت کی کتابیں شائع کرتے رہے۔

(3) حضرت مولانا عطاء المصطفیٰ قادری مصباحی:

آپ ابھی ماشاءاللہ باحیات ہیں اور دارالعلوم امجدیہ کراچی میں تدریسی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

----* **نیپال** *----

(1) حضرت مفتی جیش محمد برکاتی مصباحی:

آپ شیر نیپال کے نام سے مشہور ہیں، 1387ھ میں آپ مدرسہ اصلاح المسلمین جنک پور میں بحیثیت صدر المدرسین تشریف لے گئے اور تدریسی امور کے ساتھ خدمت فقہ وافتا بھی کرتے

رہے۔ آپ کی کچھ تصنیفات موجود ہیں۔ ملک نیپال میں آپ نے الجامعۃ البرکات، نارائن گھاٹ۔ اور مدرسہ حنفیہ اشرفیہ لہان۔ کی بنیاد رکھی اور تعلیمی سلسلے کو بحال کیا۔

----*امریکہ*----

(1) حضرت مولانا قمر الحسن بستوی مصباحی:

آپ ہیوسٹن امریکہ میں دعوت و تبلیغ، تصنیف و تالیف، درس و تدرس، مسجد النور میں امامت و خطابت کے فرائض بحسن و خوبی انجام دے رہے ہیں۔ ہیوسٹن میں بزم حسان نیشنل نعتیہ تنظیم، کی بنا رکھی۔ ساتھ ہی النور سوسائٹی تحریک بھی آپ نے قائم کی ہے۔ مختلف ممالک کا دورہ کرتے اور دعوت تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔

(2) حضرت مولانا احمد القادری مصباحی:

آپ نے 1995ء میں پہلی مرتبہ افریقہ کا سفر کیا۔ یہاں آپ نے دعوت و تبلیغ کا اچھا خاصا کام کیا۔ یہی وجہ ہے کہ افریقہ میں آپ کے ہاتھوں سو افراد دامن اسلام سے وابستہ ہوئے۔

اس کے بعد 1997ء میں آپ امریکہ تشریف لے گئے اور یہاں پر اسلامک اکیڈمی کی بنیاد رکھی۔ اس کے بینر تلے حفظ و قرأت، درس نظامی اور افتا کے شعبے چلا رہے ہیں۔ جس کی تفصیل کچھ یوں ہے :

دارالعلوم عزیزیہ۔ مدرستہ البنات۔ دارالفتوی۔ ویکلی اجتماع۔ یوتھ لیڈرس اجتماع۔ اسلامک ویب سائٹ۔ مزید اور بھی دینی کاموں کا منصوبہ آپ نے بنا رکھا ہے، اللہ کامیابی عطا فرمائے۔

(3) حضرت مولانا مسعود احمد برکاتی مصباحی:

آپ نے مختلف موقعوں پر بیرون ملک کا دورہ کیا ہے، 2000ء میں سری لنکا گئے۔ 2002ء میں شمالی امریکہ کا پہلا سفر کیا، 2003ء میں امریکہ کا دوسرا سفر کیا۔ اس سفر میں حضرت مولانا احمد القادری صاحب کے ساتھ مل کر ڈیلس، ٹکساس میں دارالعلوم عزیزیہ کی بنیاد رکھی۔ پھر 2006ء میں امریکہ کا تیسرا سفر کیا اور 2007ء میں امریکہ کا چوتھا سفر کیا۔ اس دفعہ آپ نے گارلینڈ، ٹکساس میں مکہ مسجد کے نام سے ایک عظیم الشان مسجد اور اسلامی مرکز کی بنیاد رکھی۔ کچھ عرصہ آپ امریکہ میں مقیم بھی رہے اور دعوت و تبلیغ کا کام انجام دیا۔

(4) حضرت مولانا سید اولاد رسول قدسی مصباحی:

1997ء سے لے کر 1999ء تک بحیثیت خطیب و امام زامبیا تشریف لے گئے، 2000ء کے شروع میں کینیڈا پہنچے اور ایک سال یہاں پر دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیا۔ پھر 2001ء میں سیکرامنٹو، کیلی فورنیا امریکہ کے لیے روانہ ہوئے اور 2000ء سے 2007ء تک وہاں قیام فرمایا۔ 2008ء میں اس جگہ کو خیرباد کہ کر ہیوسٹن ٹیکساس آ گئے۔ یہاں سے 2013ء میں مسجد قریش ہیوسٹن سے مستعفی ہو کر نیویارک مسجد خضری پہنچے اور تا حال یہیں درس و تدریس، امامت و خطابت اور دعوت و تبلیغ کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

(5) حضرت مولانا عبد الرب نوری مصباحی:

1998ء کو تراویح کے لیے شکاگو امریکہ کا پہلا سفر آپ نے کیا۔ بعد تراویح امریکہ کے دوسرے شہر ہیوسٹن کی مرکزی مسجد النور میں بحیثیت نائب امام و خطیب اور شعبۂ حفظ کے استاذ منتخب ہوئے۔ 2009ء مسجد النور سے سبکدوش ہونے کے بعد

2011ء سے امجدیہ فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام قائم مسجد آدم میں امامت و خطابت اور تدریسی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ ساتھ ہی بعد نماز فجر و عشا درس بخاری کا اہتمام بھی کرتے ہیں۔

(6) حضرت مولانا فیضان المصطفیٰ قادری مصباحی:

پہلی مرتبہ 2003ء میں آپ امریکہ تشریف لے گئے اور پانچ سال تک وہاں دعوت و تبلیغ کا کام کرتے رہے، پھر انڈیا آ گئے اور 2012ء میں ایک مرتبہ پھر امریکہ چلے گئے اور تا حال یہیں درس و تدرس، تصنیف و تالیف کا کام کر رہے ہیں۔ الحنیف ویب سائٹ بھی جاری کیا ہے، جس کے ذریعہ مذہب حنفی کے فقہی مسائل نشر کرتے ہیں۔

(7) حضرت مولانا محسن ملکی قادری مصباحی:

آپ 2006ء میں شکاگو امریکہ تشریف لے گئے اور مسجد عائشہ صدیقہ میں شروع سے لے کر اب تک ایک ہی جگہ خدمت دین متین میں مصروف عمل ہیں۔ 2012ء میں ایک چرچ خرید کر عالیشان مدینہ مسجد قائم کی۔ 2013ء میں جماعت رضائے مصطفیٰ کے نام سے ایک تنظیم اس اعتبار سے قائم کی کہ اس کے بینر تلے علمائے اہل سنت کی کتابیں تخریج اور جدید انداز میں شائع ہوں۔ اس تنظیم کے تحت اب تک علمائے اہل سنت کی بہت ساری کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں۔ ساتھ ہی حفظ کے لیے بھی ایک شعبہ قائم کیا، اور خود بھی درس و تدریس کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

(8) حضرت مولانا غلام سبحانی مصباحی:

آپ 2001ء کو امریکہ پہنچے شروع میں آئڈیا سنٹر مسجد میں تھے، بعد میں ضیاء القرآن مسجد (آرلنگٹن) قیام عمل میں آیا اسی میں آپ

بحیثیت امام وخطیب خدمت انجام دے رہے ہیں۔

(9)حضرت مولانا سراج احمد مصباحی:

2003ء میں آپ امریکہ تشریف لائے، پہلے چھ مہینے فیری میں رہے، اس کے بعد سے مدینہ مسجد آف کیرلٹن ٹکساس امریکہ میں امامت وخطابت اور دعوت وتبلیغ کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

ان کے علاوہ مولانا نعیم اختر اعظمی مصباحی، مولانا عبد الغفار مصباحی مئوی وغیرہ بھی امریکہ میں درس وتدرس اور امامت وخطابت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

----٭ہالینڈ٭----

(1)حضرت مولانا بدالقادری مصباحی:

1978ء میں آپ نے تبلیغ اسلام کی غرض سے ہالینڈ کا سفر کیا اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ 12 جولائی 1978ء کو نیدرلینڈز اسلامک سوسائٹی امسٹرڈم میں آپ نے مشیر دینیات کی حیثیت سے ذمہ داری سنبھالی اور اشاعت اسلام اور تبلیغ دین متین کا کام شروع کیا۔ آپ کی مساعی جمیلہ سے ہالینڈ اور گرد ونواح بلجیم، فرانس اور جرمنی تک کے اہل علم آپ سے دینی وعلمی استفادہ کرتے ہیں۔

اب تک آپ کے ہاتھوں ڈھائی سو سے زائد غیر مسلم اسلام قبول کر چکے ہیں اور بہت سے لوگ تائب ہو کر صراط مستقیم پر گامزن ہوئے۔ جولائی 1986ء میں انٹرنیشنل سہ ماہی میگزین وائس آف اسلام انگلش، اردو، نیدرلینڈز زبانوں میں جاری کیا اور مدیر مسئولیات کی ذمہ داریوں پر بحسن وخوبی کار فرما ہے۔ آپ کی کوششوں سے ہالینڈ اور گرد ونواح میں تین اسلامی تنظیمیں قائم ہوئی۔ (1) اسلامک سینٹر نیدرلینڈز۔ (1) انوار القرآن روئرڈم کال آف اسلام۔ (3) تنظیم العلماہالینڈ۔

(2)حضرت مولانا شفیق الرحمٰن عزیزی مصباحی:

1986ء اپ کینیا ممباسا دار العلوم برکات مصطفیٰ تشریف لے گئے۔ پھر علامہ شاہ احمد نورانی کے ایما پر 1992ء میں ہالینڈ پہنچے اور علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ کے قائم کردہ ادارہ جامعہ مدینۃ الاسلام میں درس و تدریس میں مصروف عمل ہیں، ساتھ ہی ہالینڈ کے شہر ایمسٹرڈم کی جامع مسجد طیبہ میں خطیب وامام کی حیثیت سے اپنی خدمات پیش کر رہے ہیں۔ مجلس علما یورپ کے قاضی و مفتی اعظم ہالینڈ ہیں۔ مفتی عبد الواجد علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد آپ قاضی منتخب ہوئے۔ نیز رویت ہلال نیدر لینڈ کے عہدے پر بھی فائز ہیں۔ ساتھ ہی کئی مساجد ومدارس کے آپ سربراہ وسرپرست ہیں۔

(3)حضرت مولانا سلطان احمد القادری مصباحی:

آپ کی پیدائش امریکہ میں ہوئی۔ دینی تعلیم سے فراغت کے بعد اسلامک اکیڈمی میں کئی سالوں تک درس وتدرس کے فرائض انجام دیے۔ اس کے بعد مسجد القادری سینٹر آ گئے اور درس وتدرس کے ساتھ وعظ وخطابت کے بھی فرائض انجام دیتے رہے اور اب بھی امامت سے جڑے ہوئے ہیں۔ الجامعہ انوار العلوم ہالینڈ میں درس و تدریس کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ ساتھ ہی تصنیف وتالیف کے ذریعے بھی دعوت کا کام کر رہے ہیں۔

(4)حضرت مولانا زعیم مصباحی:

جامعہ اشرفیہ سے 2003ء میں فراغت کے بعد ہی سے ہالینڈ کے جامعہ مدینۃ الاسلام میں درس و تدریس کا کام انجام دے رہے ہیں۔ ایسٹرڈم کی جامع مسجد۔ مسجد تقوی میں آپ جمعہ کی نماز اور خطاب فرماتے ہیں۔ ساتھ ہی نحو وصرف اور اسلامیات کی کتابوں کا ڈچ زبان میں ترجمہ کر رہے ہیں۔

ہالینڈ میں حضرت مولانا محمد محفوظ مصباحی، مفتی سرفراز مصباحی وغیرہ بھی دین وسنیت کا کام بہتر انداز سے انجام دے رہے ہیں۔

----٭انگلینڈ٭----

(1)حضرت مولانا ممتاز احمد اشرف القادری مصباحی:

1973ء میں ایک تنظیم کی دعوت پر دو ماہ کے لیے برطانیہ تشریف لے گئے جہاں وعظ وخطابت کے ذریعہ خدمت خلق کرتے رہے۔ ورلڈ اسلامک مشن کے قیام کے بعد آپ اس سے منسلک ہو گئے، آپ کہتے ہیں: کہ میں سب سے پہلا مصباحی عالم ہوں جس نے انگلینڈ میں قدم رکھا اور یہ بھی کہتے ہیں: میں نے ہی علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ کو برطانیہ آنے کی دعوت دی تھی، اس طرح بھی آپ نے علامہ ارشد القادری کو انگلینڈ میں بلا کر بہتر کام کیا ہے، جنھوں نے انگلینڈ میں ورلڈ اسلامک مشن قائم کر کے ایک عظیم انقلاب برپا کر دیا۔ فی الوقت آپ برطانیہ کے مشہور بریڈ فورڈ میں مسلمانوں کے ایمان وعقیدے کی حفاظت فرما رہے ہیں۔

(2)حضرت مولانا قمر الزماں اعظمی مصباحی:

مکہ معظمہ کی مقدس سرزمین پر ورلڈ اسلامک مشن کی طرح ڈالی گئی۔ علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ نے 1974ء میں مفکر اسلام کو انگلینڈ آنے کی دعوت دی اور وہیں آپ کو اس تنظیم کے جوائنٹ سکریٹری کے منصب پر فائز کیا، اس منصب پر فائز ہوتے ہی آپ نے

ایسے کارنامے انجام دیے کہ، آپ کی خدمات کو سراہتے ہوئے 1980ء میں آپ کو اس تنظیم کا جنرل سیکریٹری بنادیا گیا۔ اب تک اس عہدے پر فائز ہیں اور ورلڈ اسلامک مشن کو مزید ترقی دے رہے ہیں۔ انگلینڈ میں آپ نے کئی مساجد و مدارس قائم کیا، نیز دیگر ملکوں کی تنظیم و تحریک اور مساجد و مدارس کی آپ سرپرستی فرما رہے ہیں۔ مانچسٹر، برطانیہ کی مرکزی سنی جامع مسجد کے آپ بانی ہیں اور خطیب و امام بھی۔ تصنیف و تالیف کے ساتھ مذہبی جلسوں میں آپ شرکت کرتے رہتے ہیں۔

(3) حضرت مولانا ارشاد احمد مصباحی:

آپ مختلف اسکولوں میں تدریسی فرائض انجام دیتے آرہے ہیں۔ اس وقت کارلٹن بولنگ کالج میں لینگویج کے شعبہ میں تدریسی فرائض انجام دے رہے ہیں۔

مولانا محمد اسماعیل مصباحی، مولانا ارشاد احمد مصباحی، مولانا محمد اقبال پٹیل مصباحی، مولانا غلام یزدانی مصباحی، مولانا محمد یونس مصباحی گجراتی، مولانا محمد الیاس مصباحی گجراتی، مولانا نظام الدین پٹیل مصباحی، مولانا مقصود احمد مصباحی وغیرہ برطانیہ میں خدمت دین میں مصروف عمل ہیں۔

----* ساؤتھ افریقہ *----

(1) حضرت مولانا سید علیم الدین اَصدق چشتی مصباحی:

آپ نے افریقہ میں دارالعلوم غریب نواز کی بنیاد ڈالی اور اب تک کئی علمائے کرام کو انڈیا سے افریقہ بلاکر افریقہ کی علمی ضرورت پورا کرنے کی کوشش کی ہے، جو آپ کے ادارے کے ساتھ مختلف جگہوں پر امامت و خطابت اور درس و تدریس کا بہترین طریقے سے مظاہرہ کررہے ہیں۔

(2) حضرت مولانا افتخار احمد مصباحی:

آپ 2002ء ساؤتھ افریقہ تشریف لے گئے اور دارالعلوم غریب نواز میں شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز ہیں۔
تعطیل کلاں میں مدینہ منورہ تشریف لے جاتے ہیں۔

(3) حضرت مولانا فتح احمد عیش مصباحی:

1992ء میں آپ افریقہ بسوٹھو تشریف لے گئے، دو تین مہینے بعد ڈربن ساؤتھ افریقہ پہنچے اور تب سے وہیں کے ہوکر رہ گئے۔ یہاں پر امامت و خطابت کے ساتھ مدرسہ قادریہ غریب نواز میں پانچ سال تک درس و تدرس کا فریضہ انجام دے چکے ہیں۔ 1996ء میں آپ نے "حافظ ملت اسلامک اسمبلی" قائم کی اور اس کے تحت انگلش میگزین "The Gift" جاری کیا۔ نیز تصنیف و تالیف کا بھی اچھا ذوق رکھتے ہیں۔

(4) حضرت مولانا نظام الدین قادری مصباحی:

آپ 1985ء میں افریقہ کے مشہور شہر ہرارے زمبابوے حاضر ہوئے۔ تقریباً 10 مہینے یہاں سنی جامع مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دینے کے بعد افریقہ کے مشہور شہر ڈربن میں تقریباً پانچ سال تدریسی خدمت میں مصروف رہے۔ بعدازاں ساؤتھ افریقہ سے متصل ملک سوٹھو کے مشہور شہر بوٹابوٹی میں صوفیہ مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دیے۔ اسی سوٹھو کے دوسرے شہر لیربے کی جیلانی مسجد میں تقریباً بیس سال سے امامت اور خطابت کے کام میں مشغول ہیں، ساتھ ہی ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری ہے۔

(5) حضرت مولانا فیض احمد صدیقی مصباحی:

1998ء میں درس و تدریس کے لیے مدرسہ فیض رضا کولمبو، سری لنکا گئے۔ وہاں دو سال تک دینی خدمت کا فریضہ انجام دیا۔ 2000ء کے اواخر میں استاذ گرامی حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب نے آپ کو دینی خدمات کے لیے سنی حنفی مسجد دارالسلام تنزانیہ ایسٹ افریقہ بھیجا۔ یہاں پندرہ سال رہ کر امامت و خطابت اور مدرسہ میں درس و تدریس کا کام بحسن و خوبی انجام دیا۔ پھر 2017ء کو موریشس افریقہ آگئے یہاں القادری مسجد میں تاحال اپنی ذمہ داری سنبھال رہے ہیں۔

(6) حضرت مولانا شمس الحق خان مصباحی:

آپ 2000ء میں افریقہ تشریف لے گئے اور تقریباً دو سال تک یہاں درس و تدریس اور دعوت و تبلیغ کا کام بہتر طریقے سے انجام دیا۔ پھر 2002ء میں لیلونگوے ملاوی، سینٹرل افریقہ گئے اور "معہد التعلیم الاسلامی والثقافی" اسوم میں صدر المدرسین کے عہدے پر آپ رہے۔ یہاں چار سال تک مقیم رہے۔ 2006ء میں پھر جنوبی افریقہ تشریف لے گئے، اور جامعہ امام احمد رضا کی بناڈالی۔ 2006ء میں ہی "البیان" کے نام سے انگریزی زبان میں سہ ماہی رسالہ کا اجرا کیا جو تسلسل کے ساتھ نکل رہا ہے۔

(7) حضرت مولانا سید ارشد اقبال رضوی مصباحی:

2005ء میں زمبابوے تشریف لے گئے یہاں پر دینی خدمات انجام دینے کے بعد 2007ء میں ساؤتھ افریقہ پہنچے اور تاحال انوار خالد شاہ مسجد میں امامت و خطابت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

(8) حضرت مولانا قیصر علی رضوی مصباحی:

آپ 2008ء میں مولانا سید عارف اقبال رضوی مصباحی کے وسیلہ سے افریقہ پہنچے۔ کچھ مہینوں کے لیے الہدیٰ فاؤنڈیشن لینیشیا میں بحیثیت امام اور مدرس منتخب ہوئے۔ چھ مہینے کے بعد ڈربن کے مضافات میں شہر چیسور تھ میں 2009ء کو بحیثیت امام مسجد خالد میں تشریف لائے۔ یہاں آنے کے بعد مدرسہ خالد میں پرنسپل کے عہدے پر فائز ہیں۔ ساتھ ہی مسجد اعلیٰ حضرت قائم کیا۔ امجدی دارالافتا کے بنیاد رکھی آپ سنی علماڈربن، ساؤتھ افریقہ کے نائب صدر بھی ہیں۔

(9) حضرت مولانا قاسم عمر مصباحی:

2008ء میں ساؤتھ افریقہ پہنچے یہاں مسجد سلام لیچول میں بحیثیت خطیب امام اور مسجد ہی کے مدرسہ میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری ہے۔ مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت میں کوشاں ہیں۔

(10) حضرت مولانا غلام حسن مصباحی:

2011ء میں افریقہ گئے، صوبہ گھاٹنگ کے شہر پریٹوریا کے تاریخی مسجد، جس میں مبلغ اسلام حضرت علامہ عبدالعلیم میرٹھی علیہ الرحمہ خطاب فرماتے تھے، اسی جمعہ مسجد میں مولانا غلام حسن مصباحی امامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ یہاں آٹھ سال سے قیام پزیر ہیں۔ دعوہ سینٹر بھی قائم کیا ہے جہاں سے دعوت و تبلیغ کا کام ہو رہا ہے، اس کے ذریعہ اب تک ڈیڑھ سو لوگ مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں۔

(11) حضرت مولانا سید سرفراز مصباحی:

آپ 2012ء میں ساؤتھ افریقہ آئے اور شہر پیٹ ریٹیف میں دارالعلوم قادریہ فیض عام میں تدریسی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

(12) حضرت مولانا مختار مصباحی:

2015ء میں افریقہ گئے اور چھ ماہ رہے۔ پھر 2017ء کو آئے اور امامت و خطابت کے ساتھ درس قرآن اور درس حدیث بھی لوگوں کو دے رہے ہیں۔

(13) حضرت مولانا امتیاز حسین مصباحی:

آپ 2015ء کو افریقہ تشریف لے گئے، مسجد نوری امجدی لوساکا زامبیا افریقہ میں امامت اور درس و تدرس کے عہدے پر فائز ہیں۔

(14) حضرت مولانا محسن رضا مصباحی:

2016ء کے آخیر میں افریقہ زامبیا آئے، پھر 2017ء میں ملاوی پہنچے، یہاں امامت و خطابت کے ساتھ درس و تدریس، دعوت و تبلیغ اور قرأت کے حوالے سے خصوصی درس کا اہتمام فرتے ہیں۔

(15) حضرت مولانا وسیم مصباحی:

2018ء میں افریقہ آئے اور امامت و خطابت، درس و تدریس کے ساتھ دعوت و تبلیغ کی کا کام کر رہے ہیں، اب تک ایک درجن سے زائد عیسائیوں کو اسلام میں داخل کیا، کئی یمنی فلسطینی اور لبنانی لوگوں کو راہ راست پر لائے۔

(16) حضرت مولانا صدام حسین برکاتی مصباحی:

2018ء میں افریقہ تشریف لائے، نور طیبہ مسجد فکس برگ کی امامت و خطابت کی ذمہ داری بحسن و خوبی انجام دے رہے ہیں ساتھ دعوت و تبلیغ کے لیے بھی آپ کوشاں رہتے ہیں۔

مولانا عبدالمجید نوری مصباحی، مولانا سراج الدین مصباحی، مولانا محمد فیصل مصباحی، قاری عظیم الدین مصباحی، مولانا نوشاد احمد مصباحی وغیرہ بھی افریقہ میں دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

----*عمان*----

(1) حضرت مولانا سلمان رضا فریدی مصباحی:

آپ 2004ء سے ابو نبیل کمپنی، نوری جامع مسجد، غزالہ انڈسٹریل ایریا، مسقط، سلطنت عمان میں ہیں۔ یہ اہل سنت کی سب سے بڑی مسجد ہے۔ یہاں پر آپ امامت و خطابت کے ساتھ تدریسی فریضہ انجام دیتے ہیں، نیز دعوت تبلیغ کا کام کرتے ہیں۔ یہی سے شعروشاعری فرماتے ہیں بلکہ اس فن میں آپ یکتائے روزگار ہیں اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری ہے۔

----*ھانگ کانگ*----

(1) حضرت مولانا عبدالجبار ساحل مصباحی:

2016ء میں یہاں پہنچے اور مسجد میں خطابت و امامت کے ساتھ اسی سے ملحق دعوت اسلامی کے جامعۃ المدینہ فیضان صحابہ میں درس و تدریس کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

----*فیجی*----

(1) حضرت مولانا ہاشم رضا مصباحی:

2019ء میں آپ یہاں تشریف لائے، شہر باہ ٹاؤن کی جامع مسجد میں امامت کے عہدے پر فائز ہیں ساتھ ہی باٗ مسلم کالج میں دینیات کا درس دیتے ہیں، مختلف علاقوں میں دعوت و تبلیغ کے لیے جانا ہوتا ہے۔

یہ مختصر سی تفصیل تھی جو بروقت حاضر ہے ورنہ فرداً فرداً ہر مصباحی کی ایک طویل داستان ہے جس کو ہم کبھی اور کے لیے اٹھار کھتے ہیں۔

ورق تمام ہوا اور بات باقی ہے
سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لیے

حضور تاج الشریعہ
اور الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

مبارک حسین مصباحی

مرکزِ اہلِ سنت بریلی شریف سے جلالۃ العلم حضور حافظِ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی کو بحیثیت خادمِ دین مبارک پور ضلع اعظم گڑھ بھیجا گیا، تاریخ نگاروں نے مبارک پور تشریف آوری کی تاریخ 29/ شوال 1392ھ/14/ جنوری 1934ء لکھی ہے۔ اس وقت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم ایک مکتب کی حیثیت رکھتا تھا، آپ نے اس مکتب کو ترقی دی، قلبِ مبارک پور میں زمین حاصل کی، 1935ء میں بزرگوں کے دستِ مبارک سے سنگِ بنیاد رکھا گیا، اب اس کا نام دارالعلوم اشرفیہ ہو گیا۔ حضور حافظِ ملت علیہ الرحمہ کسی ایک مقام پر ٹھہرنا نہیں جانتے تھے، دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور سے ایک سے ایک یکتائے روزگار پیدا ہوئے۔ حضور حافظِ ملت نے قصبے سے باہر زمینوں کی خریداری کا سلسلہ شروع فرمادیا۔ 1392ھ/1972ء میں تاریخ ساز تعلیمی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ہندوستان کے گوشے گوشے سے دین وسنیت کے علم بردار شریک ہوئے۔ حضور حافظِ ملت داعی تھے۔ رئیس القلم علامہ ارشد القادری، اساتذۂ اشرفیہ اور انتظامیہ اہلِ مبارک پور کو لے کر تمام محاذوں کو سنبھالے ہوئے تھے۔ اس کانفرنس میں تاجدارِ اہلِ سنت سرکار مفتیِ اعظم ہند بریلی شریف، حضور سید العلما، مارہرہ مطہرہ، حضور مجاہدِ ملت رئیسِ اعظم اڑیسہ، خطیبِ مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی وغیرہ علما اور مشائخ جلوہ گر تھے، سرکار مفتیِ اعظم ہند اور تمام بزرگوں نے سنگ بنیاد رکھا۔ اب یہ دارالعلوم جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے نام سے متعارف ہو گیا۔ یہ پورا سفر پلک جھپکتے ہی نہیں ہو گیا، بلکہ اس پر کچھوچھہ مقدسہ، مارہرہ مطہرہ اور بریلی شریف اور دیگر خانقاہوں کے فیوض وبرکات تھے، آج بھی ہیں اور ان شاء اللہ آئندہ بھی رہیں گے۔

حضور تاج الشریعہ قدس سرہ:

اس وقت ہمارا روئے سخن یہ ہے کہ جانشین حضور مفتیِ اعظم قاضی القضاۃ حضرت علامہ مفتی شاہ محمد اختر رضا قادری ازہری قدس سرہ کے بھی بے پناہ فیوض وبرکات رہے۔ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے عقیدت مندانہ رشتے اپنے مرکز سے آج بھی ہیں۔ حضور تاج الشریعہ قدس سرہ کا وصال پر ملال 7 ذوقعدہ 1439ھ مطابق 20 جولائی 2018ء میں ہوا۔ آپ کے وصال کی اندوہناک خبر سے ہند اور بیرون ہند صفِ ماتم بچھ گئی۔ آپ کی مقبولیت تو آپ کی حیات ہی میں شہرۂ آفاق تھی، جس شہر میں قدم رکھ دیتے تھے، اس پورے علاقے میں خوشبو محسوس ہوتی تھی۔ آپ علوم وفنون کے بحرِ ذخار اور شعر وادب کے منفرد المثال دبستاں تھے۔ فقہ وافتا اور جدید فقہی مسائل کا حل آپ کا خاص موضوع تھا۔ بدمذہبوں کی تردید زبان وقلم سے آپ کا موروثی اور فطری عمل تھا۔ جب آپ عربی میں تکلم فرماتے یا کوئی تحریر لکھتے تو ایسا لگتا تھا کہ عجمی نہیں بلکہ آپ عربی ہیں۔ آپ بلاشبہ وارثِ علومِ اعلیٰ حضرت اور تقویٰ شعاری میں سرکار مفتیِ اعظم ہند کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔

جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے آپ سرپرست تھے، آپ اپنے زبان وقلم سے بارہا اس کا ذکر فرماتے تھے۔ حضور حافظ ملت حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی نور اللہ مرقدہ کا ذکر خیر بھی بڑے والہانہ انداز میں فرماتے تھے۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے چند عرسوں میں بھی آپ کی تشریف آوری بھی ہوئی تھی۔ مجلسِ شرعی جامعہ اشرفیہ کے بھی آپ سرپرست تھے۔ فیصل بورڈ مجلسِ شرعی کے بھی رکنِ اعلیٰ تھے، ہم نے بارہا آپ کو مجلسِ شرعی میں شرکت فرماتے ہوئے زیارت کی ہے۔ اگر مبارک پور کے قرب وجوار میں تشریف لاتے تو مبارک پور جامعہ اشرفیہ بھی جلوہ گر ہوتے تھے۔ اہلِ اشرفیہ بھی بڑی عقیدت ومحبت سے آپ اور آپ کے رفیقوں سے مسلسل رابطے میں رہتے۔ گھنٹوں انتظار کیا جاتا، جامعہ اشرفیہ کے طلبہ لائن لگا کر نعروں کی گونج میں آپ کا استقبال کرتے۔ جامعہ اشرفیہ کے اساتذۂ کرام کا ایک بڑا طبقہ آپ سے سلسلۂ بیعت کا شرف رکھتا ہے، جب کہ چند اساتذہ خلافت واجازت کی سعادت بھی رکھتے ہیں۔ عقیدت مند تو تمام اساتذہ اور تمام طلبہ ہیں، اللہ تعالیٰ

mubarakmisbahi@gmail.com

اس عقیدت وارادت کی عمر دراز فرمائے۔آمین

یادآوری اور دعاگوئی کا ایک یادگار واقعہ:

سرِدست ہمیں لکھنا یہ ہے کہ راقم احقر مبارک حسین مصباحی عفی عنہ بھی ان سے حد درجہ عقیدت و محبت رکھتا ہے۔ ان کے وصال پر ملال کے موقع پر ہم نے جامعہ اشرفیہ کے ترجمان ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور میں آٹھ صفحات پر مشتمل اداریہ بھی تحریر کیا تھا اور اس شمارے میں جامعہ اشرفیہ کے بزرگوں اور دیگر اساطینِ اہلِ سنت کی نگارشات بھی شائع کی تھیں ۔ بفضلہٖ تعالیٰ یہ نورانی سلسلہ متعدّد ماہ تک جاری رہا۔ اس میں بہت کچھ اپنی عقیدت کیشیوں کی داستان سپردِ قلم کی تھی۔ اس وقت ہمیں یہ عرض کرنا ہے کہ چند برس قبل بریلی شریف سے اپنے وطن شاہ آباد ضلع رام پور جاتے ہوئے ہمارا انتہائی خطرناک ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا، خیر یہ ایک تفصیل طلب موضوع ہے۔ ہوا یہ کہ دو تین ماہ کے بعد ہم جامعہ اشرفیہ مبارک پور حاضر ہو گئے، بزرگوں اور احباب نے دعائیں دیتے ہوئے خوشیوں کا اظہار فرمایا۔

محبِ گرامی وقار حضرت مولانا محمد طفیل احمد مصباحی سابق نائب مدیر ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور، بریلی شریف تشریف لے گئے، نماز وفاتحہ سے فراغت کے بعد برادرِ گرامی حضرت مولانا مفتی عاشق حسین مصباحی کشمیری دام ظلہ العالی سے ملاقات ہو گئی، وہ بڑے تپاک سے ملے، انھوں نے فرمایا: آپ پہلے کھانا کھا لیجیے، جب کھانے سے فارغ ہو گئے تو انھوں نے فرمایا کہ اب آپ آرام کر لیجیے۔ حضرت مولانا محمد طفیل احمد مصباحی نے دریافت کیا کہ آپ کیا کریں گے ؟ انھوں نے جواب عنایت فرمایا کہ میں حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ کے پاس بیٹھوں گا، وہاں "فتاویٰ رضویہ" کا عربی ترجمہ ہو رہا ہے۔ آپ نے بھی فرمایا کہ حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ سے تو ہمیں بھی شرفِ نیاز حاصل کرنا ہے۔ انھوں نے کہا کہ ٹھیک ہے، آپ بھی آئیے۔

جب حضرت مولانا محمد طفیل احمد مصباحی حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ کی بارگاہ میں پہنچے تو السلام علیکم عرض کر کے دست بوسی کا شرف حاصل کیا، تو حضور نے مولانا عاشق حسین کشمیری سے دریافت فرمایا کہ یہ کون ہیں ؟ تو انھوں نے بتایا کہ یہ ماہ نامہ اشرفیہ کے نائب مدیر ہیں، تو حضرت نے ان کی خیریت دریافت فرمائی اور کھانے کے بارے میں اسی وقت سوال فرمایا کہ کیا آپ نے کھانا کھا لیا؟ جواب دیا، جی حضور۔ اس کے بعد معلوم کیا، حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی کیسے ہیں ؟ تو ان کا جواب تھا کہ الحمد للہ وہ اب بخیر وعافیت ہیں۔ حضرت نے سن کر خوشی کا اظہار فرمایا اور اسی کے ساتھ اپنی شان کریمانہ کے مطابق دعا بھی فرمائی، یہ حضور تاج الشریعہ قدس سرہ کا کرم تھا اور بفضلہٖ تعالیٰ آج بھی فیضان جاری ہے۔

حضور تاج الشریعہ قدس سرہ کو عربی زبان وادب پر بھی حیرت انگیز عبور حاصل تھا، نثر ہو یا نظم دونوں پر یکساں ملکہ حاصل تھا۔ جب آپ عربی زبان میں بولتے یا لکھتے تو بالکل عرب معلوم ہوتے، انتہائی فصیح وبلیغ لہجہ ہوتا اور یہ سب بلا تکلف ہوتا، املا کرانا قدرے مشکل ہوتا ہے مگر حضرت مولانا محمد طفیل احمد مصباحی نے فرمایا کہ حضرت مفتی عاشق حسین کشمیری ابھی اردو کا جملہ پورا بھی نہیں فرماتے تھے اور حضور اسی وقت عربی جملہ ارشاد فرما دیتے تھے۔

اس گفتگو اور کرم فرمائی کا ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت اپنے غلاموں کو یاد رکھتے تھے اور مسلسل دعاؤں سے نوازتے تھے۔ یہ بھی واضح ہو گیا کہ حضور تاج الشریعہ قدّس سرہ کو عربی زبان پر حیرت انگیز دسترس حاصل تھی۔ اسی طرح فارسی اور انگریزی زبانوں پر بھی قدرت حاصل تھی

خلافت واجازت اور سندِ حدیث:

اب ہم یہ لکھنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ حضور تاج الشریعہ قدّس سرہ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدّس سرہ کے عرس رضوی کے موقع پر اسٹیج پر ہمیں سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی خلافت و اجازت سے بھی سرفراز فرمایا تھا۔ خلافت کی سند میں اس نوازشِ خسروانہ کی تاریخ 25 ربیع الثانی 1422ھ/ 17 جولائی 2001ء کی ہے۔ سندالاجازۃ ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

سندالاجازۃ

اللہ رب محمد صلی اللہ علیہ وسلما وعلی ذویہ والہ ابدا لدہو وکرما۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلی علی رسوله الكريم . الحمد لله العلی الاعلیٰ، وكفی ، والصلوة الابهی، والسلام الاسنی، الاوفی، الاوفی، علی عباده الذين اصطفی، خصوصا علی جيبه سيدنا محمد ن المصطفیٰ نبيه المجتبی ، رسوله المرتضی، وعلی اله ومجيبه اول الصدق والصفاء، لاسيما الأربعة الخلفاء وعلی جميع التابعين وجميع ائمة الدين

والاولياء العرفاء، لاسيا الامام الأعظم والهمام الافخم، وابي حنيفة كاشف الغمة امام ائمة الشريعة الغراء، والغوث الأعظم، الغياث الأكرم سيدنا ابى محمد محى الدين والملة البيضاء سيدنا الشيخ عبد القادر الجيلانى رضوان الله تعالىٰ عليه و علىٰ جميع الصلحا، اهالى الوفاء ثم علينا إلى يوم الجزاء : امابعد فقد التمس منى عزيزى المولوى مبارك حسين المصباحى الرضوى اجازة السلسلة العلية العالية القادرية البركاتية الرضوية المباركة واجازة الاوفاق والأعمال والأذكار والأشغال فاجزته على بركة الله تعالىٰ ذى الجلال ، ثم على بركة رسوله الاعلىٰ صاحب الجمال، جل جلاله وعم نواله عليله الصلوٰة والتحية ، والثناء، كما اجازني شيخى، وسندى: وكنزى وزخرى ، ليومى وغدى وجدى المفتي الأعظم مولانا مصطفى رضا القادرى قدس سره و اجازه ، حضرة نور العارفين ، قدوة الواصلين، خاتم الكبراء، مولانا الشاه ابو الحسين احمد نورى مياں صاحب شيخ الاسلام والمسلمين راس المحققين مجددالملة والدين امام اهل السنة قامع الفتنة سيدى وسندى الشيخ مولانا الشاه اعلىٰ حضرة امام احمدرضارضى الله عنهما وأمطر شبابيب الرحمة والرضوان عليهما واوصيه بحماية السنن السنية ونكاية الفتن الدنية واكتساب الحسنات واجتناب البدعات الغير المرضية بارك الله لنا وله وحقق املى و امله واصلح لى عمله أمين أمين برحمتك يا ارحم الراحمين .قال بفمه وامر برقمه

الفقیر محمد اختر رضا القادری الازہری غفرلہ

آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ،
سوداگران ، بریلی شریف
25/ربیع الثانی 1422ھ/17/جولائی 2001ء

آخر میں حضور تاج الشریعہ قدّس سرہ کے دستخط شریف بھی ہیں اور تاریخ سند بھی۔ یہ سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی اجازت و خلافت حضور قاضی القضاۃ تاج الشریعہ کا بڑا اور بہت بڑا احسان وکرم ہے۔ اس اجازت وخلافت کا بفضلہ تعالیٰ ہم پر بہت عظیم فیضان بھی ہو رہا ہے، اور ان شاء اللہ تعالیٰ تا عمر ہوتا رہے گا۔ اسی کے صدقے ہمیں قبر وحشر میں شفیعِ روزِ محشر، مصطفےٰ جانِ رحمت ﷺ کی زیارت و شفاعت نصیب ہوگی اور حشر کے میدان میں جب نفسا نفسی کا عالم ہوگا تو سرکار غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلاموں کا غلام بھی اپنے مشائخ کرام کے جلو میں شفاعتِ کبریٰ کا مستحق ہوگا۔

اسی کے ساتھ حضور تاج الشریعہ قدس سرہ نے حدیث رسول کی اجازت بھی عطا فرمائی اور بعد میں "سند الحدیث" بھی، یہ آپ کا فیضانِ کرم تھا ورنہ من آنم کہ من دانم۔

نحمده ونصلى علىٰ رسوله الكريم

سند الحديث

الحمد لله المسلسل احسانه - المتصل انعامه - غير منقطع ولا مقطوع فضله و اكرامه- ذكره سند من لا سندله- واسمه احد من لا احدله و افضل الصلوات العوالى النزول واكمل السلام المتواتر الموصول - على اجل مرسل - كشاف كل معضل - العزيز الاعز المعز الحبيب - الفردفي وصل كل غريب - فضله الحسن مشهور مستفيض - وبالاستاناد اليه يعود صحيحا كل مريض - قد جاء جوده المزيد في متصل الأسانيد بل كل فضل اليد مسند - عنه بروى و اليه يرد - فسموط فضائله العلية مسلسلة بالأولية - وكل درجة من بحره مستخرج - فهو المخرج من كل حرج- وهو الجامع - له الجوامع - علمه مرفوع و حديثه مسموع و متابعة مشفوع - والامر عنه موضوع - حافظ الأمة من الأمور المدلهمة - مدار اسانيد الجود والاكرام - منتهى سلاسل الأنبياء الكرام ﷺ - ملاء افاق السماء و اطراف العالم - وعلى اله وصحبه رواة علمه و دعاة ادبه - اما بعد فيقول العبد المفتقر الى الله المنان محمد اختر رضا خان القادرى الازهرى انه قد قرء على وسمع عنى الحديث والتمس مني العزيز الرشيد - المولوى **مبارک حسین المصباحی الرضوی** المتوطن مباركپور، اعظم گڑھ-فاجزته على بركة الله ثم على بركة رسوله جل جلاله و بالاشتغال بالقرآن العظيم وأحاديث النبي الكريم والفقه القويم وبكل ما يجوزلي روايته وتمت لي درايته من شيوخي الأكملين رحمهم الله تعالى اجمعين كما اجازنى سيدى و سندى كنزى وذكرى ليومى وغدى الحبر الفهامة برهان الملة الشيخ المحدث محمد تحسين رضا خان القادرى ادام الله ايامه و حرس

انعامه وله اجازة عن العلامة الأوصد المحدث ابو الفضل محمد سردار احمد قدس سره الامجد عن شيخه الأديب الأريب الإمام حجة الاسلام جمال الأنام مولانا الحاج الشاه محمد حامد رضا خان النوري الرضوی وعن شيخه استاذ الكل صدر المدرسين مفيد الطالبين صدر الشريعة بدر الطريقة الفقيه الاعظم والمحدث الافخم مولانا الشاه ابو العلى محمد امجد على الاعظميالرضوي قدس سرهما العزيز القوى ولی اجازة مباشرة عن سیدی و سندی وذخری ليومي وغدی وجدی الطب الرباني المفتي الاعظم محمد مصطفى رضا القادری قدس سره النورانی حيث أجازنی رحمه الله تعالى لكل الاوفاق والاعمال والاشغال و كان من جملتها اشتغاله بالقرآن والحديث والفتيا عن شيخهم شيخ الاسلام والمسلمين حجة الله في الأرضين محى السنة النبوية مروج الأحاديث المصطفية مجدد المائة الماضية مويد الملة الطاهرة ناصر السنة كاسر الفتنة امام اهل السنة والجماعة اعلى حضرة عظيم البركة مولانا الشاه محمد احمد رضا خان القادری البركاتى البريلوى ادخله الله تعالى دارالجنان وامطر عليه من شابيب الرحمة والرضوان عن ابيه ختام المحققين امام المدققين مولانا الحاج محمد نقى على خان البريلوی قدس سره القوى عن ابيه الكريم العارف العليم مولانا محمد رضا على خان في غرفات الجنان وعن المولى المحقق والشيخ المدقق العلامة خليل الرحمن محمد آبادی عن الفاضل الكامل جامع المعقول والمنقول حاوی الفروع والاصول العلامة المولى محمد اعلم السنديلوی عن سند المحققين و سيد المدققين صاحب العلوم اللدنيه والفتوحات الوهبية ملك العلماء بحر العلوم عبد العلي اللكنوي عن ابيه نظام الملة والدين والحق واليقين الى اخر سنده المرفوع الى حضرة الرسالة والخليفة الاعظم لذي الجلالة ولشيخ مشائخنا مجدد المائة الحاضرة الاجازة المباركة عن مرشده الكريم زبدة العارفين قدوة السالكين مولانا السيد الشاه ال رسول المارهروی بالرضا السرمدى بالوسائط العديدة عن شيخ المحدثين زين الكاملين بركة المصطفى و عاشق رسول الله المجتبى الشيخ المحقق مولانا الشاه عبد الحق المحدث الدهلوی وعن شيخ مشائخ الهند المحدث الشهير حافظ القرآن المنير مولانا الشاه عبد العزيز الدهلوي، وايضا لشيخنا المجدد المحقق اجازات اخر عن مشائخه الكرام والعلماء الاعلام كما هو مثبت في الرسالة الجليلة الشهيرة بالاجازة المتينة لعلماء بكة والمدينة واوصيه بعض النواجذ على مذهب اهل السنة والجماعة واجتناب اهل البدعة والشناعة كالوهابية من الديوبندية وغير المقلدية والقاديانية والرافضية والخارجية والبابية البهائية وغيرها من الفرق الضالة المضلة واوصيه ان لاينسانی من دعائه الصالح بالعفو والعافية في الدين والدنيا والاخرة وانا داع له لذالك - والحمد لله المالك والصلوة والسلام على سيد المرسلين خاتم النبيين سيدنا محمد واله وصحبه و حزبه اولياء ملته وعلماء شريعته اجمعين امين. برحمتك يا ارحم الرحمين. قال بفمه وامر برقمه:

الفقیر محمد اختر رضا القادری الازہری غفرلہ

زیب مسند و رشد و ھدایت
آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ، بریلی شریف
25ربیع الثانی1422ھ
17جولائی2001ء

مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ، مبارک پور:

مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ کے حوالے سے کچھ عرض کرنا ہے:
اب ہم نے جنوری 1995ء میں جو اداریہ تحریر کیا تھا اسے من و عن ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

مبارک پور کے فقہی سیمینار میں شناختی کارڈ کے متعلق ایک فکر انگیز شرعی فیصلہ

دفعِ ضرر اور اپنے شرعی حقوق کے تحفظ کے لیے فوٹو کے سلسلے میں حکمِ رخصت پر عمل کیا جائے۔

25 دسمبر 1994ء کو الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی عالی شان عمارت میں عصرِ حاضر کے جدید مسائل پر دوسرے سیمینار کی پانچویں نشست حضرت علامہ ارشد القادری کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ ملک کے طول وعرض سے تشریف لانے والے پچاس سے زائد فقہاے

کرام سیمینار میں شریک ہوئے۔ اس سیمینار کا انعقاد مجلس شرعی نے کیا تھا جو الجامعۃ الاشرفیہ کا ایک اہم تحقیقی شعبہ ہے۔

اکابر مشاہیر حضرات میں سے حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری بریلوی، مفتی شریف الحق صاحب امجدی، علامہ ارشد القادری، علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی، مفتی جلال الدین احمد امجدی، مفتی محمد نظام الدین مصباحی، مولانا بہاء المصطفیٰ قادری، مولانا محمد احمد مصباحی، مولانا معراج القادری اور مفتی شبیر حسن رضوی کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

نشست کے خاتمے پر صدر اجلاس علامہ ارشد القادری نے وقت کے ایک نہایت اہم مسئلے کی طرف شرعی ایوان کی توجہ مبذول کراتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ الیکشن کے سلسلے میں شناختی کارڈ کا مسئلہ اس وقت مسلمانان ہند کے لیے سخت اضطراب کا سبب بنا ہوا ہے۔ ملت کے کروڑوں افراد جو شریعت اسلامی کے حکم کے مطابق تصویر کھنچوانے کو حرام و گناہ سمجھتے ہیں، وہ سخت کشمکش میں مبتلا ہیں کہ کیا کریں۔

اس لیے مفتیانِ شریعت کے اس موقر ایوان سے مودبانہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس مسئلے کے ہر پہلو کا تفصیلی جائزہ لے کر شناختی کارڈ کے متعلق شریعتِ اسلامی کی روشنی میں کوئی متوازن فیصلہ کریں کہ مسلمانان ہند کو اس موقع پر کیا کرنا چاہیے۔

صدرِ جلسہ کی طرف سے پیش ہونے والی اس تحریک کے جواب میں کافی دیر تک حاضر مفتیانِ کرام کے درمیان بحث و تمحیص کا سلسلہ جاری رہا۔ اخیر میں فیصلہ کن انداز میں حضرت علامہ شاہ محمد اختر رضا خان ازہری، حضرت مفتی شریف الحق امجدی اور حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری نے ارشاد فرمایا کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تصویر کھنچوانا از روے شرع حرام اور گناہ ہے، اس بنیاد پر کسی مسلمان کو تصویر کھنچوانے کی ہرگز اجازت نہیں دی جاسکتی۔

لیکن اس مسئلہ کا دوسرا رخ یہ ہے جو ہرگز نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے کہ شناختی کارڈ صرف حق رائے دہندگی ہی کا پروانہ نہیں ہے بلکہ ہندوستانی شہریت و قومیت کے ثبوت کے لیے وہ ایک سرکاری دستاویز بھی ہے۔ اگر تصویر کی وجہ سے اس سرکاری دستاویز کو ہم نے حاصل کرنے سے انکار کر دیا تو مستقبل میں یہ ہمارے لیے سخت مہلکات و مشکلات کا پیش خیمہ بن سکتا ہے۔ اس ملک کے شہری حقوق سے ہم یکلخت محروم بھی کیے جاسکتے ہیں، بلکہ غیر ملکی قرار دے کر ہم ملک سے نکالے بھی جاسکتے ہیں۔

اس لیے اس طرح کے سنگین حالات میں دفعِ ضرر کے لیے شریعت نے رخصت پر عمل کرنے کی اجازت دی ہے، ہم اس کی روشنی میں یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ اپنے جان و مال کے تحفظ اور اپنے شہری حقوق کو ضائع ہونے سے بچانے کے سلسلے میں جب حکومت کے مطالبے کے بعد شناختی کارڈ کے لیے تصویر کھنچوانا بالکل ناگزیر ہو جائے تو ہمیں رخصت پر عمل کرتے ہوئے اس سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن واضح رہے کہ تصویر کھنچوانے کے سلسلے میں رخصت کا یہ حکم صرف شناختی کارڈ تک محدود رہے گا۔

اکابرین کے اظہار خیال کے بعد سیمینار میں شریک ہونے والے سارے مفتیانِ کرام نے اپنے بزرگوں حمایت و تائید میں متفقہ طور پر اپنے اپنے موقف کا اعلان کیا۔

اخیر میں یہ بھی طے پایا کہ مفتیانِ اہلِ سنت کا یہ فتویٰ اردو ہندی اور انگریزی پریس کو بغرضِ اشاعت ارسال کر دیا جائے تاکہ ہندوستان کے مسلمان اپنے آپ کو مذہبی اور سیاسی مضرت سے بچاسکیں۔

اب ہم ذیل میں مسئلہ کی نوعیت اور جانشین حضور مفتیِ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی اختر رضا ازہری صاحب قبلہ کا جواب اور علمائے اہلِ سنت کی تصدیقات نقل کرتے ہیں۔

سوال: کیا شناختی کارڈ کے لیے (جو لازم کیا جا رہا ہے) مسلمانوں کو تصویر کھنچانے کی اجازت ہے؟ اگر یہ نہ بنوائیں تو ووٹ سے اور شہریت سے محروم کر کے ملک بدر کر دیے جائیں گے اور بھی طرح طرح کی مشکلات سے دوچار ہوں گے۔

الجواب: چوں کہ اس صورت میں عند الطلب ضرورتِ ملجئہ یا حاجتِ شدیدہ متحقق ہوگی، لہٰذا خاص شناختی کارڈ کے لیے تصویر کھنچانے کی اجازت ہوگی. الضرورات تبیح المحظورات. والحاجة تنزل منزلة الضرورة. واما ابیح للضرورة یتقدر بقدرها. کذا فی الاشباه. واللہ تعالیٰ اعلم.

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ

شب 22 رجب 1415ھ

بقلم: محمد احمد مصباحی

تصدیقات علمائے کرام:

- محمد شریف الحق امجدی (صدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور)
- ارشد القادری غفرلہ (بانی جامعہ نظام الدین دہلی)
- ضیاء المصطفیٰ قادری (صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ، مبارک پور)
- عبد الحفیظ عفی عنہ (سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور)
- جلال الدین احمد الامجدی (صدر شعبۂ افتا فیض الرسول براؤں شریف)
- بہاء المصطفیٰ قادری (استاذ دار العلوم منظر اسلام، بریلی شریف)
- شبیر حسن رضوی (مفتی الجامعۃ الاسلامیہ روناہی، فیض آباد)
- خواجہ مظفر حسین (صدر المدرسین دار العلوم نور الحق چرہ محمد پور، فیض آباد)
- محمد عبد المبین نعمانی (صدر المدرسین دار العلوم قادریہ، چریاکوٹ، مئو)
- محمد نظام الدین رضوی (نائب مفتی جامعہ اشرفیہ، مبارک پور)
- محمد عبد الحق رضوی (استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور)
- محمد معراج القادری (رکن مجلس شرعی مبارک پور)
- قاضی شمس الدین اشرفی (ناظم و مفتی مدنی عربک کالج ہبلی)
- عابد حسین مصباحی (مفتی فیض العلوم، جمشید پور)
- اختر حسین قادری (استاذ دار العلوم ربانیہ، باندہ)
- قاضی شہید عالم (مفتی مدرسہ شمس العلوم بدایوں)
- زاہد علی سلامی (ناظم تعلیمات مدرسہ فیض العلوم سنبھل)

درج بالا رپورٹ 25 دسمبر 1996ء میں ہونے والے مجلس شرعی کے فقہی سیمینار کی ہے۔ ہم بخوبی جانتے ہیں کہ ان میں چند اکابر مفتیانِ کرام اب اس دنیا سے رخصت ہوگئے، موجودہ بزرگوں میں بھی علوم و فنون میں اضافے ہوئے، ان کے مناصب بھی بلند ہوئے، القابات و خطابات بھی تبدیل ہوئے اللہ تعالیٰ ان کے مراتب میں مزید اضافے فرمائے۔ آمین۔

حافظِ ملت اور جامعہ اشرفیہ پر تاج الشریعہ کا تاثر:

اب ہم ذیل میں حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز کا ایک گراں قدر تاثر نقل کرتے ہیں۔ یہ تو سب جانتے ہیں گھڑپ دیو سنی بڑی مسجد کے ایک بڑے روم میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا آفس قائم ہوا تھا، اس افتتاح کے موقع پر حضور اشرف العلما سید محمد حامد اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمۃ، حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ، شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ، عزیز ملت حضرت علامہ شاہ عبد الحفیظ عزیزی دامت برکاتہم العالیہ وغیرہ اور یہ راقم ناچیز مبارک حسین مصباحی عفی عنہ بھی کفش برداری کے لیے حاضر تھا۔ اس کی مکمل رپورٹ ہم نے ماہ نامہ اشرفیہ مبارکپور میں نوٹ کی تھی حضور تاج الشریعہ قدس سرہ کا یہ گراں قدر تاثر بھی ہم نے سن کر قلم بند کیا تھا اب ہم اس اہم تاثر پر اپنی تحریر ختم کرتے ہیں: حضور نے اپنے گراں قدر خطاب میں ارشاد فرمایا:

> ”حضور صدر الشریعہ کے تلامذہ میں ایک سے ایک جلیل القدر، ذی استعداد اور باصلاحیت افراد پیدا ہوئے، مگر ہندوستان میں جو فیض حضور حافظِ ملت کا جاری ہوا وہ کسی کا نہ ہوا، اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کتابیں لکھیں، حضور حافظ ملت نے علما پیدا کیے اور اعلیٰ حضرت کے مشن کی ترویج و اشاعت میں جو کردار حافظ ملت، جامعہ اشرفیہ اور اس کے فرزندوں نے ادا کیا ہے وہ کہیں نظر نہیں آتا، اشرفیہ کا کام صرف اشرفیہ کا نہیں، بلکہ اعلیٰ حضرت کا کام ہے، مفتی اعظم ہند کا کام ہے، رضویت کا کام ہے۔“ (ارشاد گرامی: بموقع افتتاح دفتر اشرفیہ، ممبئی، 3 جنوری 1992ء)

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ نے جامعہ اشرفیہ کے فقہی سیمینار میں اظہارِ خیال فرمایا جو حسب ذیل ہے:

> ”مجلسِ شرعی کا قیام وقت کی اہم ضرورت ہے اور جامعہ اشرفیہ کا ملک کی دیگر علمی و دینی ضرورتوں کی تکمیل کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہونا باعثِ مبارک باد اور لائقِ تحسین ہے۔
>
> ”جامعہ کی خدمات پورے ملک کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی ہیں اور اب اس کا دائرۂ عمل دیگر ممالک کو بھی محیط ہو رہا ہے، جامعہ اشرفیہ نے ہر میدان میں بہترین افراد پیدا کیے اور اس سیمینار میں بھی اکثر فضلائے اشرفیہ نے ہی مقالات پیش کیے جو اس بات کی دلیل ہے کہ جامعہ اشرفیہ نے اپنے طرزِ تعلیم میں علمی بالغ نظری کے ساتھ قلمی پختگی اور فقہی دقیقہ سنجی بھی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔“
>
> (صحیفہ فقہ اسلامی، ص:32)

یہ چند باتیں ہیں جو ہم نے انتہائی اختصار کے ساتھ سپردِ قلم کی ہیں ورنہ لکھنے کے لیے تو دفتر کے دفتر ناکافی ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مسلکِ اہلِ سنت و جماعت پر چلنے کی توفیقِ خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆☆☆

فقہ وفتاویٰ کے شعبہ میں
جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی خدمات

از: محمد مظفر حسین

جامعہ اشرفیہ کا تعارف:

"الجامعۃ الاشرفیہ" اسلامیان ہند کا ایک معتبر اور معروف دینی تعلیمی ادارہ ہے۔اس کے بانی استاذ العلما، حافظ ملت ،علامہ عبد العزیز علیہ الرحمۃ (1896- 1976) ہیں۔یہ تعلیمی ادارہ ایک درجن سے زائد شعبوں پر مشتمل ہے۔

فقہ اسلامی اس ادارہ کے نصاب کا اہم حصہ ہے۔عربی درجات کے آغاز سے انتہائی درجات تک با ضابطہ فقہ کی تدریس کا نظم ہے۔حنفی الاصل ادارہ ہونے کے باوجود فقہائے ثلاثہ کی تعظیم و توقیر، ان کے افکار عالیہ سے اخذ و استفادہ اور طلبہ و اساتذہ کی عملی زندگی میں توسیع پسندی اس کے بنیادی امتیازات ہیں۔

جامعہ میں شعبۂ تخصص فی الفقہ ایک اہم اور وقیع شعبہ ہے،جس کا مقصد ایسے افراد کی تربیت کرنا ہے جو فقہ و فتاوی کے میدان میں مہارت حاصل کرسکیں اور مسائل فقہ میں اس حد تک اپنا علم و مطالعہ وسیع اور مضبوط کرلیں کہ ہر پیش آمدہ مسئلہ میں اپنے مخاطب کو تسلی بخش جواب دے سکیں۔

فقہ وفتاوی پر کیے گئے کام کا تعارف:
کتابیں اور موضوعات، طریقہ کار

جامعہ اشرفیہ میں دو اہم ایسے شعبے ہیں جو ہندوستانی مسلمانوں کے مسائل حل کرنے میں اہم کردار ادا کیے ہیں (1) دارلافتا جامعہ اشرفیہ (2) مجلس شرعی مبارک پور

دارالافتا الجامعۃ الاشرفیہ:

اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے اس میں قیامت تک پیش آنے والے مسائل کا حل موجود ہے۔فقہائے اسلام کا امت مسلمہ پر بے تحاشا احسان ہے کہ فقہ اسلامی کی ایسی تدوین فرمائی کہ ہر باب میں عمل کی راہ آسان ہوگئی اپنے زمانے کے مسائل حل کرنے کے ساتھ مستقبل میں پیدا ہونے والے مسائل کے بھی احکام متعیّن کیے جس کی روشنی میں بعد کے ادوار میں علماء وفقہاء نئے پیدا ہونے مسائل کا حل پیش کرتے رہے اور کرتے رہیں گے۔

جامعہ اشرفیہ کے ابتدائی دور میں یہاں کوئی دارالافتاء نہیں تھا، حافظ ملت خود فتاوی نویسی بھی فرماتے اور آپ کے ساتھ نائب شیخ الحدیث مولانا عبد الرؤف بلیاوی علیہ الرحمۃ (م:1971) بھی اس خدمت پر معمور تھے نقل فتاوی کے لیے مولانا علی احمد صاحب مرحوم تھے جو فتوؤں کو رجسٹر میں نقل کر دیا کرتے تھے۔

جامعہ اشرفیہ کو لوگوں کی باضابطہ اور منظم رہنمائی کے لیے "دارلافتا" کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ لوگوں کو ان کے معاملات میں دینی حوالے سے باضابطہ رہنمائی فراہم کر سکے اور حکم شرعی سے آگاہ کر سکے جامعہ اشرفیہ میں باضابطہ دارالافتاء کا قیام 1956ء میں ہوا ہے جس وقت مفتی عبدالمنان اعظمی تشریف لائے اور فتوی نویسی کی ذمہ داری آپ کو سونپی گئی۔آپ پورے 20 سال تک صدر مفتی رہے، آپ کے جملہ فتوؤں کو امام احمد رضا اکیڈمی بریلی نے "فتاوی بحر العلوم" کے نام سے 2009ء میں طبع کیا جس کی چھ ضخیم جلدیں ہیں۔مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ (م:2000ء)1976ء میں دارالافتا میں صدر مفتی کے حیثیت سے تشریف لائے اور تاحیات یہاں کے مسند افتاء کے صدر نشیں رہے، فقہ وفتاوی کی مہارت اور غیر معمولی شہرت کی وجہ سے آپ "فقیہ اعظم ہند" اور "شارح بخاری" سے متعارف ہیں۔دینی امور میں ایک خلق کثیر نے آپ کی طرف رجوع کیا۔دنیا کے مختلف گوشوں سے آپ کے پاس سوالات آتے اور آپ سب کا تشفی بخش جواب دیتے، مختلف اداروں میں رہ کر جو فتاوی آپ نے تحریر فرمائے ہیں ایک محتاط اندازے کے مطابق ان کی تعداد پچاس ہزار سے زائد ہے، آج جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں جو عمارت دارالافتا کے لیے تعمیر کی گئی ہے اس کا نام "شارح بخاری دارالافتا" بھی آپ ہی کی طرف منسوب ہے۔آپ کے کچھ فتاوے "فتاوی شارح بخاری" کی نام سے

ریسرچ اسکالر ڈپارٹمنٹ آف اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ہمدرد، نئی دہلی-62

تین جلدوں میں شائع ہو چکی ہے اور بقیہ فتاوے "فتاوی جامعہ اشرفیہ" کے نام سے شائع کیے جائیں گے
علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد کے صدر شعبہ افتا کے عہدے پر فائز ہوئے 1972 میں آپ نائب شیخ الحدیث اور 1984 میں شیخ الحدیث اور صدر المدرسین کے منصب پر فائز کیے گیے تھے آپ بیک وقت ان تینوں ذمہ داریوں کو بحسن و خوبی نبھاتے رہے 2003 میں جامعہ اشرفیہ سے مستعفی ہو کر آپ اپنے قائم کردہ ادارہ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی میں بحیثیت شیخ الحدیث تشریف لائے اور تادم تحریر اس منصب پر فائز ہیں آپ کے فتاوی "فتاوی محدث کبیر" کے نام سے چھپ چکے ہیں۔
علامہ ضیاء المصطفیٰ کے استعفیٰ کے بعد مفتی محمد نظام الدین رضوی صدر مفتی کے عہدے پر فائز ہوئے اور تا حال اس خدمت پر معمور ہیں، صدر شعبۂ افتا کے علاوہ مجلس شرعی (فقہی بورڈ) کے ناظم، اور الجامعۃ الاشرفیہ کے صدر المدرسین اور قائم مقام شیخ الحدیث ہیں۔ آپ نے ساٹھ سے زائد علمی و فقہی، سماجی، اصلاحی، تاریخی سیمیناروں میں شرکت کی ہے اور اپنی فقہی بصیرت کا لوہا منوایا ہے۔ آپ کے نوک قلم سے 130 سے زائد مقالات اور 45 کتابیں معرض وجود میں آچکی ہیں۔ آپ کے فتوؤں کا مجموعہ بہت جلد "فتاوی جامعہ اشرفیہ" کے نام سے چھپنے کو تیار ہے۔
جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے اس دارالافتا کے تحت آن لائن سوالات و جوابات کے لیے بھی باقاعدہ ایک ویب سائٹ ہے جس پر سائل کسی بھی زبان میں اپنے سوالات لکھ کر پوچھ سکتا ہے، دارالافتا کے مفتیان کرام پوری تحقیق وتفصیل سے اس ویب سائٹ میں کیے گئے سوالوں کے جوابات دارالافتا کی مہر کے ساتھ ارسال کر دیتے ہیں۔

کتب فتاوی:

دارالافتاء اشرفیہ میں اب تک جن رجسٹروں میں فتاوی تحریری طور پر محفوظ کیے گئے ہیں ان کی تعداد کم و بیش تیس (30) ہے جو بہت بڑا ذخیرہ ہے، لہذا جامعہ کے ذمہ دار حضرات کو اس کی نشر و اشاعت کی طرف توجہ مبذول کرنا پڑی تاکہ عوام و خواص اس سے فائدہ اٹھا سکیں، جس کے لیے علما کا ایک بورڈ تشکیل دیا گیا جس کا نام "مجلس فقہی" جامعہ اشرفیہ مبارکپور طے پایا۔ ساتھ ہی مجموعہ فتاوی کا نام "فتاوی جامعہ اشرفیہ مبارکپور" تجویز ہوا، یہ بھی طے ہوا کہ پہلی جلد میں حافظ ملت کے فتاویٰ کا مجموعہ ہوگا، اسی طرح الگ الگ جلد میں ہر دور کے مفتیان کرام کے فتاویٰ کو ان کے نام کے ساتھ شائع کیا جائے گا۔
"فتاویٰ جامعہ اشرفیہ" یہ دارالافتاء جامعہ اشرفیہ کے تمام مفتیان کرام کے فتوؤں کا مجموعہ ہے۔
"فتاویٰ حافظ ملت" حافظ ملت کے فتوؤں کا مجموعہ ہے۔
"فتاویٰ بحر العلوم" مفتی عبدالمنان اعظمی کے فتوؤں کا مجموعہ ہے۔
"فتاوی شارح بخاری" مفتی شریف الحق امجدی کے فتوؤں کا مجموعہ ہے۔
"فتاوی محدث کبیر" علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب کے فتوؤں کا مجموعہ ہے۔
"فتاویٰ جامعہ اشرفیہ" مفتی محمد نظام الدین رضوی صاحب کے فتوؤں کا مجموعہ ہے۔

چند اہم موضوعات:

(1) عقائد و عبادات۔

قادیانیت، رویت ہلال، توہین رسالت کی سزا وغیرہ۔

(2) طبی و سائنسی مسائل۔

خاندانی منصوبہ بندی اور اسلام، اعضا کی پیوندکاری، ٹیسٹ ٹیوب بے بی اور کلوننگ، ایڈز سے متعلقہ مسائل و احکام وغیرہ۔

(3) قانون سازی۔

ملکی قوانین کو اسلامی قانون سے ہم آہنگ کرنا مثلا طلاق، وراثت، نکاح وغیرہ

(4) جدید ایجادات۔

ٹیوی، انٹرنیٹ، کمپیوٹر اور دیگر ایجادات کی شرعی حیثیت کا تعین کرنا۔

(5) اقتصادی مسائل۔

انشورنس، اسٹاک ایکسچینج، کریڈٹ کارڈ، زکوۃ کی ادائیگی کا مسئلہ، سود اور بینکاری کی شرعی حیثیت کا تعین کرنا

(6) عائلی زندگی۔

عائلی زندگی سے متعلق احکام یعنی نکاح، طلاق، خلع اور وراثت کے مسائل وغیرہ اس کے علاوہ بے شمار موضوعات ہیں صرف یہاں چند کا ذکر کر دیا گیا۔

مجلس شرعی مبارک پور۔

ہندوستان میں فقہ وفتاوی کے چند معتبر اور مشہور اداروں میں سے ایک ہے مجلس شرعی ہند و پاک کا نمائندہ اور قابل اعتماد فقہی ادارہ ہے اور اس کے متفقہ فیصلے قابل عمل ہوتے ہیں۔مجلس شرعی کے تین اہم مقاصد ہیں:

(1) نو پید مسائل کا شرعی حل تلاش کرنا۔(2) حل تلاش کرنے کے لیے مجلس مذاکرہ کا انعقاد (3) نوجوان علماء کی فقہی تربیت کرنا تاکہ مستقبل قریب میں بالغ النظر فقہاء کا گروہ تیار ہو سکے۔

29سالوں سے یہ مجلس اجتماعی طور پر نو پید مسائل کی تنقیح و تحقیق کا کام کر رہی ہے اور قیام سے لے کر اکتوبر 2019ء تک 26 کامیاب فقہی سیمینار کر چکی ہے،ملک و بیرون ملک کے علماء وفضلاء ان مذاکراتی مجالس میں شرکت فرماتے ہیں،ان 26 فقہی مجالس میں اسی (80) کے قریب مسائل پر غور وفکر کر کے فیصلہ کیا جا چکا ہے۔

موضوعات:

موضوعات کے انتخاب میں مجلس شرعی نے اس بات کا اہتمام کیا ہے کہ سیمینار میں ان ہی مسائل پر بحث ہو اور فیصلہ ہو سکے جو سماج کے ہر حصے اور ہر شعبۂ حیات سے جڑے ہوں اور جو مسائل مسلم سماج کو شدت کے ساتھ در پیش ہیں۔سیاسی، سماجی اور معاشی مسائل میں عام مسلمانوں کو کافی مشکلات کا سامنا تھا۔نئے دور کے لحاظ سے مسائل کی نئی نئی صورتیں عوام کے سامنے تھیں جن کی حلت و حرمت کی وضاحت ایک اہم مسئلہ تھا،مجلس شرعی مبارک پور نے ان جیسے مسائل پر توجہ دی اور ان کا حل پیش کیا۔

سیاسی مسائل میں جیسے شناختی کارڈ کے لیے فوٹو کھچوانا یا بنوانا،نس بندی کی جبری تنفیذی، گھر واپسی، دنیا کی حکومتیں اور ان کی شرعی حیثیت۔

سماجی مسائل میں جیسے نکاح، طلاق، جبری نکاح، خواتین کی میراث، حالت نشہ کی طلاق، عقد نکاح میں شرائط کی فقہی حیثیت وغیرہ۔

چند اہم مسائل:

(1) زندگی کا بیمہ (2) مال کا جبری واختیاری بیمہ (3) مشترکہ سرمایہ کمپنی میں شراکت کا مسئلہ (4) چک کی خرید و فروخت (5) اعضا کی پیوند کاری (6) انسانی خون سے علاج (7) تالاب اور باغات کے ٹھیکے کا مسئلہ (8) غیر مسلم حکومتوں میں جمعہ وعیدین (9) ہائر پرچیز کا مسئلہ (10) شوہر کی گم شدگی کی صورت میں بیوی سے مناکحت وعدت کا مسئلہ (11) سٹلائٹ سے رویت ہلال (12) کریڈٹ کارڈ کا مسئلہ (13) نیٹ ورک مارکیٹنگ (14) میوچول فنڈ کے ذریعہ کمپنیوں میں کاروبار کا مسئلہ (15) پرافٹ پلس کا حکم (16) نقشوں پر بنے فلیٹوں کی سلسلہ وار خرید وفروخت (17) ڈی این اے ٹسٹ (18) جنیٹک ٹسٹ کا مسئلہ (وغیرہ)۔بیت المال کے نام پر تحصیل زکاۃ، قضاۃ کے فرائض ومسائل وغیرہ

کتابیں (جن میں مجلس شرعی کے فیصلے ہیں)

مجلس شرعی کے فیصلے (جلد اول) دور حاضر کے مسائل کے حوالے سے منعقد بیس فقہی سیمیناروں کے 129 اجلاس میں 60 فیصل مسائل کا مجموعہ ہے جس کے جامع اور مرتب مفتی محمد نظام الدین رضوی ناظم مجلس شرعی (مبارک پور) ہیں۔اس میں 60 فیصل شدہ مسائل کے تحت جزئی احکام کی تعداد 380 ہوئی ہے۔

صحیفہ مجلس شرعی (جلد دوم)

یہ بھی مجلس شرعی مبارک پور کے فیصل شدہ مائل کا مجموعہ ہے جس میں کل ہند شرعی بورڈ (قیام جولائی 1985ء) کے فیصلے بھی شامل ہیں۔دسمبر 1992ء میں مجلس شرعی قائم ہوئی،اس وقت کے بعد سے منعقد تین فقہی سیمیناروں کے مباحث اس میں درج ہیں۔بنیادی طور پر یہ مجموعہ مجلس شرعی اور شرعی بورڈ کی تاریخ و تعارف پر مبنی ہے جس میں مسائل کے لیے دو ابواب ہیں:

باب اول: مشترکہ سرمایہ کمپنی میں شرکت وشراکت کا مسئلہ

باب دوم: دوامی اجارہ کا مسئلہ۔اعضا کی پیوند کاری اور خون سے علاج۔

خلاصہ یہ کہ مجلس شرعی مبارک پور کے فیصلے کی یہ دونوں جلدیں فقہائے کرام اور مفتیان عظام کے لیے فقہی اصول و مراجع کا تاریخی دستاویز ہے اور قاضی صاحبان کے لیے رہنما خطوط ہیں۔اسی لیے یہ عوام کے لیے بھی زاد راہ سے کم نہیں۔

جدید مسائل پر علما کی رائیں اور فیصلے (جلد اول)

اس میں مجلس شرعی کے گیارہ فقہی سیمیناروں کے سوال نامے اور مقالات، 19 خلاصۂ مقالات اور 22 فیصلے جمع کیے گئے ہیں اور سبھی فیصلے 1993ء سے 2005ء تک کے ہیں۔مندوبین کے توثیقی

قرار دادیں ہر خلاصہ اور فیصلے کے بعد درج ہیں۔

جدید مسائل پر علما کی رائیں اور فیصلے (جلد دوم)

اس میں اگست 2005ء سے فروری 2009ء تک کے پانچ فقہی سیمیناروں کے سوال نامے، مقالات، خلاصے اور فیصلے درج ہیں۔ فیصل شدہ مسائل کی تعداد 22 ہیں۔ اس میں حالات اور زمانے کی رعایت کے تحت "مجلس شرعی کے بنیادی اصول" بھی تفصیل سے لکھے گئے ہیں تاکہ مجلس شرعی کے فیصل شدہ مسائل کی مبصرین و محققین بآسانی پیمائش کر سکیں اور اپنی تحقیق و مطالعہ کا خلاصہ پیش کر سکیں۔

جدید مسائل پر علما کی رائیں اور فیصلے (جلد سوم)

اس میں 2010ء سے 2013ء تک کے 4 چار فقہی سیمیناروں کے سوال نامے، مقالے، خلاصے اور فیصلے درج ہیں اور فیصل شدہ مسائل کی تعداد 16 ہے۔

ان تینوں ضخیم جلدوں کے جامع و مرتب مفتی محمد نظام الدین رضوی ناظم مجلس شرعی (مبارک پور) ہیں۔ مفتی صاحب نے اس جلد میں ایک انتہائی جامع اور تفصیلی مقدمہ لکھا ہے جس میں فقہ اسلامی کے صدی بصدی تاریخ اور فقہ حنفی کا عہد بعہد تعارف بھی پیش کیا ہے اور فقہ اسلامی حنفی کی ترویج و اشاعت میں مجلس شرعی مبارک پور کی خدمات کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے طریقہ کار پر بحث کی ہے۔

طریقۂ کار:

فتاوی کی ترتیب سب سے پہلے قرآنی آیات اس کے بعد احادیث کا حوالہ آتا ہے۔ فقہا احناف کی کتابوں کا حوالہ کثرت سے دیتے ہیں اور نکات کا بھی اضافہ کرتے ہیں۔ فتوی دیتے وقت اپنے اور پرائے کی تمیز نہیں کرتے بلکہ جو تحقیق سے واضح ہو وہی بیان کرتے ہیں۔ مستفتی اگر عام آدمی ہے تو صرف نفس مسئلہ بتا دیتے ہیں تاکہ آدمی گناہ کی ارتکاب سے بچا رہے اور بعض اوقات کثرت سے حوالے دیتے ہیں جو کبھی کبھی پچاس کے اوپر پہنچ جاتے ہیں

اشرفیہ کا کام دوسروں سے کس طرح ممتاز حیثیت رکھتا ہے؟

فتاویٰ جامعہ اشرفیہ کو کئی اعتبار سے ممتاز حیثیت حاصل ہے۔ دارالافتا کے مفتیان کرام کا کمال یہ ہے کہ عرف زمانے سے کبھی صرف نظر نہیں کرتے بلکہ اس پر گہری نظر رکھتے ہیں اگر کسی مسئلہ میں دو مختلف مفتی بہ پہلوں ہیں تو ایسے موقع پر آپ سہل پہلوں اختیار کرتے ہیں اور اسی پر فتوی دیتے ہیں ایسی صورت ہر گز نہیں اختیار کرتے، جو عوام کے لیے مشکلات پیدا کرنے والی ہو یہ بھی دیکھنے کو ملتا ہے کہ مستفتی کے سوال پڑھ کر سائل کی حیثیت ذہن میں قائم کرتے ہیں اور اس کے مطابق جواب تحریر فرماتے ہیں ایک ہی طرح کے متعدّد سوالات میں یہ بھی دیکھنے کو ملتا ہے کہ کوئی مختصر ہے جس میں صرف حکم بیان کر دیا گیا ہے اور کوئی مفصل جس میں پوری علمی بحث ہے اور حدیث و فقہ کے متعدّد حوالے، یہ فرق صرف اس وجہ سے ہے کہ سائلین کے درجے مختلف ہیں عوام کے لیے حکم بتا دینا ہی کافی ہے، مگر علماء کے لیے دلائل فراہم کرنا بھی ضروری ہے۔

اسی طرح فتوی صرف مفتی بہ قول پر دیا کرتے ہیں بڑے سے بڑا عالم بھی اس کے خلاف اپنا رجحان ظاہر کرتا ہے تو اس کی پرواہ نہیں کرتے

ان کے اثرات و نتائج کا تجزیہ:

دارالافتا جامعہ اشرفیہ ایک ایسا ادارہ ہے جس کے ذریعہ عوام الناس کو دین کے بارے میں بنیادی معلومات اور روزمرہ زندگی میں پیش آمدہ مسائل کا حل قرآن و سنت کی روشنی میں فراہم کیا جاتا ہے۔ لوگ اپنی زندگی کو اسلامی طرز حیات کے مطابق ڈھالنے کے لیے یہاں سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں، سوالات پوچھتے ہیں اور پہلے سے شائع شدہ سوالات اپنے دینی علم میں اضافہ کرتے ہیں۔

جامعہ اشرفیہ دارالافتا کے اثر و رسوخ ہندوستان کے علاوہ بیرون ملک میں بھی ہے دنیا کے اکثر بیشتر ممالک سے لوگ استفتا کرتے ہیں اور دارالافتا کے فتوں پر عمل کرنے کے ساتھ اعتماد بھی کرتے ہیں برصغیر پاک و ہند میں حنفی مسلک کے پاسبان ہونے کی حیثیت سے حنفی مسلک کی ترویج و اشاعت میں اہم کردار بھی ادا کیے ہیں اس وجہ سے اس ادارے کو اس وقت مرکزی حیثیت کا درجہ حاصل ہے۔

دور حاضر میں بالخصوص لاک ڈاون میں اس ادارے نے بے لوث خدمات انجام دیں کرونا مہاماری کی وجہ سے بہت سے ایسے مسائل سامنے آئے جو دارالافتاؤں کے لیے چیلنج بنے ہوئے تھے لیکن دارالافتا جامعہ اشرفیہ نے ان مشکل مسائل کا حل پیش کیا۔ یہی وجہ ہے یہ دارالافتا مسلمانوں کے لیے مرجع کی حیثیت رکھتا ہے۔

☆☆☆

آہ! تحریک لبیک کا امیر المجاہدین بھی ہمیں روتا چھوڑ گیا

سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

ابھی جمیل العلماء علامہ مفتی جمیل احمد نعیمی ضیائی رحمۃ اللہ علیہ کی جدائی کا زخم تازہ ہی تھا کہ آج تحریک لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امیر المجاہدین حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کی اچانک خبر نے تڑپا کر رکھ دیا ہے۔ حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ چند دنوں سے علیل تھے انہیں تیز بخار اور سانس کی تکلیف تھی۔ آج صبح ان کی طبیعت خراب ہونے پر انہیں جناح اسپتال لاہور میں لے جایا گیا لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی اور یوں 3/ربیع الآخر 1442ھ/19/نومبر 2020ء بروز جمعرات 8 بج کر 30 منٹ پر ہمارے امیر المجاہدین ہمیں داغ مفارقت دے گئے اور ہمیں روتا ہوا چھوڑ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ عالم اسلام کی جانی پہچانی شخصیت تھی۔ آپ کی ولادت مملکت خداداد پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع اٹک کی تحصیل پنڈی گھیب کے ایک گاؤں نکہ توت میں 22/جون 1966ء کو ہوئی۔ آپ کے والد گرامی کا نام حاجی خان ہے جو اپنی شرافت کے وجہ سے شہرت رکھتے تھے۔ دینی تعلیم کی تڑپ نے آپ سے گھر بار چھوڑایا۔ چنانچہ آپ نے جہلم اور دینہ کے مدارس اسلامیہ سے حفظ و تجوید کی تعلیم حاصل کی، بعدازاں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سے درس نظامی کی تکمیل فرمائی۔ آپ کے اساتذہ میں مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، شرف ملت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علامہ مولانا حافظ محمد عبد الستار سعیدی دامت برکاتہم العالیہ کے اسمائے گرامی نہایت نمایاں ہیں آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں کوٹلی آزاد کشمیر کے معروف شیخ طریقت حضرت حاجی پیر عبدالواحد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت تھے۔ آپ کو تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خان بریلوی الازہری رحمۃ اللہ علیہ اور نباض قوم علامہ مفتی ابو داؤد محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں بھی خلافت و اجازت حاصل تھی۔

ہمارے دینی مدارس میں اگرچہ ہر سال ہی بے شمار حفاظ اور علما سند فراغت لے کر نکلتے ہیں لیکن اہل سنت کی معروف درس گاہ دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور سے ایک سال ایک ایسا طالب علم سند فراغت لے کر نکلا جس نے حافظ قرآن، عالم باعمل، شیخ الحدیث، خطیب اور مصنف بن کر لوگوں کے دلوں پر حکمرانی فرمائی ہمارے دینی مدارس میں اب شاید ہی ایسا کوئی شاہین صفت عالم دین آئے جو ہمہ جہت خوبیوں کا مالک ہو۔ آپ نے محکمہ اوقاف کے زیر اہتمام پیر مکی مسجد لاہور میں امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دیئے بعدازاں بعض ناگزیر وجوہ کی بنا پر یہاں سے مستعفی ہوگئے۔ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ہی میں درس قرآن و سنت کا آغاز فرمایا اور پھر شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز ہوئے۔ کچھ عرصہ جامعہ نعمانیہ لاہور میں بھی تدریسی فرائض سرانجام دیئے۔ اسی طرح کچھ عرصہ جامعہ نظامیہ رضویہ بھاٹی گیٹ لاہور کے مہتمم بھی رہے۔ آپ سے اکتساب فیض کرنے والوں کی ایک کثیر تعداد ہے آپ نے اپنے تلامذہ میں عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی روح پھونک دی ہے کہ جب بھی کہیں ناموس رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے کوئی فتنہ اٹھا تو آپ کے تلامذہ اس کے آگے آہنی دیوار بن کر سامنے آئے۔ 2008ء میں تلہ گنگ کے قریب ایک خوفناک حادثے میں آپ شدید زخمی ہوئے اور پھر ہمیشہ کے لیے معذور ہوگئے۔ اس کے بعد آپ کا زیادہ وقت ویل چیئر پر گزرا۔ مبداء فیاض نے آپ کو عربی، فارسی، پنجابی اور اردو میں کمال کا ملکہ ودیعت فرمایا تھا۔ آپ کا حافظہ بھی بلا کا تھا۔ میدان خطابت میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کی ہر تقریر ہی قرآنی آیات، احادیث نبویہ، عربی، فارسی، پنجابی اور اردو اشعار سے مزین ہوتی تھی۔ فکر رضا کے امین اور اقبال کے خوشہ چین تھے۔ اسی لئے کلام رضا اور کلام اقبال کے حافظ نظر آتے تھے۔ اگرچہ آپ تمام اکابرین

سے حسنِ عقیدت و محبت رکھتے تھے لیکن اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ عبدالمصطفیٰ امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے آپ کی محبت وعقیدت دیدنی تھی۔ جب بھی آپ کے سامنے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام آتا تو آپ جھوم اٹھتے تھے۔ اسی حسنِ عقیدت ہی کی وجہ سے آپ اپنے نام کے ساتھ "رضوی" لکھنے اور کہلوانے کا التزام فرماتے تھے۔

آپ ایک سچے عاشق رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تھے، ناموس رسالت اور ختم نبوت کے مخالفین کے لیے تیغ مسلول تھے۔ اسی لئے دنیا بھر میں مقبول تھے۔ آپ تحریک فدایان ختم نبوت کے امیر رہے۔ اور اس کے تحت ایک عرصے تک سہ ماہی "العاقب" لاہور شائع فرماتے رہے۔ اس رسالہ کا ہر شمارے ہی اپنے موضوع پر لاجواب ہے لیکن اس کے "شہید آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نمبر" نے شہرت عام حاصل کی ہے۔ آپ جہاد بالقلم کے محاذ پر بھی سرگرم رہے ہیں۔ آپ نے مختلف موضوعات پر مضامین ومقالات لکھے ہیں۔ عربی گرائمر میں آپ مہارت تامہ رکھتے تھے۔ اس حوالے سے آپ نے طلبہ کی راہنمائی کے لیے چند کتابیں بھی لکھی ہیں جن میں "تعلیقات خادمیہ" کو کافی شہرت ملی ہے۔

جب ناموسِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پہرہ دینے کی وجہ سے عاشق رسول ملک ممتاز حسین قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مملکت خداداد پاکستان میں سزائے موت دی گئی تو آپ نے تحریک لبیک یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، پاکستان کی بنیاد رکھی۔ اس کے تحت ملک بھر میں جلسے کیے۔ لوگ آتے گئے اور کاروان بنتا گیا۔ 2016ء میں توہین مذہب قانون کے حوالے سے آپ نے ایک بھرپور ریلی نکالی۔ ریلی پر لاٹھی چارج کیا گیا۔ اور آپ کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا۔ 2017ء میں این اے 120 لاہور کے ضمنی انتخابات میں تحریک لبیک پہلی بار سیاسی منظر نامے پر نمودار دار ہوئی اور اس کے امیدوار نے سات ہزار ووٹ حاصل کر کے لوگوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ این اے 4 پشاور کے ضمنی انتخابات میں تقریباً دس ہزار کے قریب ووٹ حاصل ہوئے۔ لودھراں کے انتخابات میں بھی گیارہ ہزار کے قریب ووٹ حاصل کیے۔ 2017ء میں نون لیگی حکومت نے ایک پارلیمانی بل میں حکومت کی طرف سے قانون ختم نبوت کی ایک شق میں جب الفاظ تبدیل کیے گئے تو امیر المجاہدین نے اس کے خلاف عملی قدم اٹھایا اور نومبر 2017ء میں ملک گیر احتجاجی تحریک چلائی۔ اسلام آباد میں تحریک لبیک یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے ایک بڑا دھرنا دیا گیا جو بائیس دن جاری رہا بالآخر اس دھرنے کے مثبت نتائج سامنے آئے اور حکومت نے پسپائی اختیار کی اور وزیر قانون زاہد حامد کو مستعفی ہونا پڑا اسی طرح 2018ء میں جب عمران حکومت نے عاطف قادیانی کو اقتصادی کونسل میں لیا تو پھر امیر المجاہدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حکومت کے اس اقدام کے خلاف بھی ایک زبردست احتجاجی دھرنا دیا جس کے نتیجے میں حکومت نے پسپائی اختیار کی اور اپنا فیصلہ واپس لے لیا اور عاطف قادیانی کو واپس بھیج دیا یوں یہ دھرنا بھی اپنے منطقی انجام کو پہنچا۔ لیکن حکومت بوکھلاہٹ کا شکار ہوئی آپ پر اور آپ کے رفقا پر بے بنیاد مقدمات بنائے گئے اور آپ کو رفقاء سمیت اسیر بنا لیا گیا۔

فرانسیسی صدر کیمرون ملعون نے جب ہمارے پیارے نبی آخر الزمان حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں گستاخانہ خاکوں کو سرکاری عمارتوں پر آویزاں کرنے کی ناپاک جسارت کی تو خادم ملت اسلامیہ حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پھر تڑپ اٹھے اور آپ نے فرانسیسی صدر کے خلاف 15/نومبر 2020ء کو فیض آباد راولپنڈی کے مقام پر بھرپور احتجاج کا اعلان کیا۔ عمران حکومت ایک بار پھر بوکھلاہٹ کا شکار ہو گئی اور فرانس کے خلاف تحریک لبیک کے پرامن احتجاج کو سبوتاژ کرنے کے لیے اوچھے ہتھکنڈوں سے باز نہ آئی، رکاوٹیں کھڑی کیں، سڑکیں بلاک کیں موبائل سروس جام کر دی۔ میڈیا پر خبر نشر نہ ہونے دی لیکن اس کے باوجود امیر المجاہدین اپنی علالت اور ضعیف العمری کے باوجود یہاں پہنچے۔ ملک بھر سے محافظین ناموسِ رسالت وختم نبوت بھی رکاوٹیں توڑتے ہوئے پہنچ گئے۔ پرامن احتجاج پر آنسو گیس کی شیلنگ کی انتہا کر دی گئی۔ آپ نے جب حکومت کو للکارا تو در و بام گونج اٹھے۔ اور عشاق جھوم اٹھے۔ کفار لرز اٹھے۔ آپ نے 3/نومبر 2020ء کو ہی حکومت کو کچھ اس انداز میں خبردار فرما دیا تھا: "میں بالکل قریب آکر تمہیں کہہ رہا ہوں پھر نہ کہنا کہ تمہیں مہلت نہیں دی۔ فرانس کا سفیر نکالو، مصنوعات کا بائیکاٹ کرو، یہ معمولی سا مطالبہ ہے۔ بڑا مطالبہ یہ ہے کہ فرانس کے ساتھ اعلان جہاد کرو، نہیں تو اگلا لائحہ عمل ہم نے دینا ہے۔ "فیض آباد کی ساری فضا" من سب نبیا فاقتلوہ" سے گونج اٹھی۔ تحریک لبیک کے کارکنوں کا جوش و جذبہ دیدنی تھا بالآخر

حکومتی ٹیم نے مذاکرات کیے اور مطالبات تسلیم کرنے کی یقین کرائی۔ تب احتجاج اختتام پذیر ہوا۔

حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ فقیر کے ہم عمر تھے بلکہ صرف پانچ ماہ چھوٹے تھے لیکن سیادت کی وجہ سے فقیر کو آپ نے ہمیشہ احترام کی نگاہ سے دیکھا۔ مولانا فدا حسین رضوی نے جب ایک کتاب "حق چار یار" لکھی۔ تو اس پر آپ کی تقریظ کے لیے مصنف کو ایک مختصر سا مکتوب دے کر بھیجا تو آپ نے ذرا دیر نہ فرمائی بلکہ فوراً برجستہ اور قلم برداشتہ تقریظ لکھ کر عنایت فرما دی اور فقیر کا بھرم رکھا۔۔ اسی طرح چند سال قبل حسن ابدال شہر میں ناموسِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ایک کانفرنس میں آپ کو مدعو کیا گیا۔ تو آپ بھی تشریف لائے۔ فقیر گیٹ پر کھڑا رہا جوں ہی آپ آئے تو فقیر نے ملاقات کی ، سلام دعا ہوئی۔ فقیر نے ماہ نامہ مجلہ "الحقیقہ "کی "تحفظ ختم نبوت نمبر جلد اول" آپ کی خدمت میں پیش فرمائی، آپ نے مسرت کا اظہار کرتے ہوئے اسے ختم نبوت کے حوالے سے ایک عظیم کارنامہ قرار دیا۔ آپ کو وہیل چیئر پر آگے سٹیج پر پہنچا دیا گیا۔ سٹیج پر پہنچتے ہی آپ نے فرمایا کہ "صابر حسین شاہ صاحب کہاں ہیں" کسی نے اشارہ کر کے نشان دہی کی کہ وہ نیچے سامعین کے مجمع میں بیٹھ گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ تو غلط ہے کہ شاہ صاحب نیچے بیٹھ جائیں اور ہم سٹیج پر براجمان ہوں۔ سٹیج سیکرٹری مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب سے فرمایا کہ "شاہ صاحب کو فوراً سٹیج پر بلاؤ"۔ انہوں نے فقیر کا نام پکارا کہ "صابر حسین شاہ بخاری صاحب سٹیج پر آجائیں استاد جی بلا رہے ہیں" چنانچہ فقیر بادل ناخواستہ سٹیج پر گیا تب پروگرام شروع ہوا۔ اللہ اللہ، سادات سے احترام و محبت کی اس قسم کی مثالیں کم دیکھنے میں آتی ہیں۔

حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ صحیح معنوں میں "امیر المجاہدین" تھے۔ فرانسیسی صدر کے خلاف آپ نے جس طرح غیض و غضب کا اظہار فرمایا ہے اس طرح کی مثال بھی اور کہیں نظر نہیں آتی۔ اس طرح کا غیض و غضب انٹرنیشنل سطح کے بعض "پیران عظام" میں نظر نہیں آیا۔ آہ! ہم سے آج عزم و استقامت کا ایک کوہ گراں رخصت ہو گیا۔ آہ! گستاخوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انہیں للکارنے والا اب خاموش ہو گیا۔ آہ! جبل استقامت نہ رہا، آہ! ناموسِ رسالت و ختم نبوت کے قافلہ عشق و محبت کا حدی خواں ہم سے بچھڑ گیا۔ ایسا مرد مجاہد اور عاشق صادق صدیوں بعد پیدا ہوتا ہے۔

ڈھونڈو گے کہاں ملکوں ملکوں
ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

آپ کی وفات حسرت آیات کی خبر جنگل میں آگ کی طرح پوری دنیا میں پھیل گئی۔ سارا عالم اسلام افسردہ ہو گیا۔ ہر طرف آہ و فغاں اور سوگواری کی کیفیت نظر آتی ہے۔ ہمارا نا قابل تلافی نقصان ہوا ہے۔ جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پر ہونا محال ہے۔ امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ اکثر مجاہد آزادی مولانا کفایت علی کافی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ نعتیہ شعر سماعت فرماتے تھے:

کوئی گل باقی رہے گا نہ چمن رہ جائے گا
بس رسول اللہ کا دین حسن رہ جائے گا

آہ! امیر المجاھدین تو چلے گئے لیکن "دین حسن" کا گلستان تا ابد رہے گا۔ آپ نے عالم اسلام کو "لبیک یا رسول اللہ" کا ایسا نعرۂ دین دیا ہے کہ مسلمانان عالم کے ہر گھر سے "لبیک یا رسول اللہ، لبیک یا رسول اللہ، لبیک یا رسول اللہ" کی صدائیں گونج رہی ہیں۔ چھوٹے بڑے جھوم جھوم کر یہ نعرۂ مستانہ لگا رہے ہیں۔ ان شاءاللہ، اب تحریک رکے گی نہیں بلکہ آگے ہی بڑھتی جائے گی۔ اور ان شاء اللہ، اس کا ہر کارکن تحفظ ناموس رسالت اور تحفظ ختم نبوت کا پرچم اب نیچے نہیں آنے دے گا۔ بلکہ اسے ہمیشہ بلند کیے رکھے گا۔

ماشاءاللہ، آپ کا روشن روشن اور پر سکون نورانی چہرہ دنیا والوں کو زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے:

انہیں مانا، انہیں جانا، نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کے دونوں صاحب زادوں مولانا حافظ سعد حسین رضوی اور محمد انس اور دیگر پسماندگان بلکہ ہم سب کو صبر جمیل اور صبر جمیل پر اجر جزیل عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ واولیاء امتہ وعلما ملتہ اجمعین

☆☆☆☆

امیر المجاہدین محافظِ ناموسِ رسالت

حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی [باباجی] قدس سرہ

عشق و وارفتگی میں ڈوبی ہوئی ایک عاشقِ رسول کی سرگذشت

مبارک حسین مصباحی

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

فدایانِ ختم نبوت پاکستان کے سربراہِ اعلیٰ حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی قدس سرہ کو کون عاشقِ رسول نہیں جانتا۔ آپ بلا شبہہ چمنِ مصطفیٰ ﷺ کے دیدہ ور تھے۔ ایسی شخصیتیں برسوں کے بعد نمودار ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حیرت انگیز قوتِ حافظہ عطا فرمائی تھی، آپ ایک رکعت میں مکمل قرآن عظیم پڑھنے کی صلاحیت رکھتے تھے، شمائل ترمذی اور دیگر کتبِ حدیث کی سیکڑوں حدیثیں حفظ تھیں۔ آپ محدثِ جلیل اور شیخ الحدیث تھے۔ عشق رسول ﷺ میں ہمیشہ سرشار رہتے تھے، ناموسِ رسالت ﷺ کی پاسبانی کا مسئلہ ہو یا ختم نبوت کے تحفظ کا، ان سب کے لیے جان ہمیشہ ہتھیلی پر رکھتے تھے، حج و زیارت کے مقدس سفر کے لیے کئی بار متعدد شیدائیوں نے پیش کش کی، مگر آپ نے روتے ہوئے ارشاد فرمایا: اگر آقا ﷺ نے دریافت فرما لیا کہ اے خادم! ناموسِ رسالت اور ختم نبوت پر حملے ہو رہے ہیں اور تم یہاں آگئے تو میرے پاس کیا جواب ہوگا۔

آپ نے ”فدایانِ ختم نبوت “ اور ”تحریک لبیک یا رسول اللہ پاکستان “کی سربراہی فرما کر پہرے داری کا حق ادا فرما دیا۔ آپ نے لبیک یا رسول اللہ کا نعرہ گھر گھر پہنچا دیا۔ آج بچے بچے کی زبان پر یہ نعرہ جاری ہے تو بلا شبہہ یہ آپ کی زندہ کرامت ہے۔ آپ نے اپنی مسلسل جد و جہد سے پورے عہد کو متاثر کیا۔ آپ کی حیات میں بھی ایک بڑا طبقہ آپ پر فریفتہ تھا۔ آپ کے وصال پر ملال کے بعد اپنے تو اپنے غیر بھی تن من دھن سے قربان ہو رہے ہیں، کسی شاعر نے بڑی اچھی بات کہی ہے۔

وہ ادائے دلبری ہو کہ نوائے عاشقانہ
جو دلوں کو فتح کر لے وہی فاتح زمانہ
پسِ مُردن زمانہ ڈھونڈتا ہے مرنے والوں کو
ہمارے بعد دنیا کو ہماری جستجو ہوگی

ولادت اور تعلیم و تربیت:

آپ کی ولادت باسعادت 3 ربیع الاول شریف 1386ھ/ 22 جون 1966ء بروز بدھ بمقام نکہ کلاں تحصیل پنڈی گھیپ ضلع اٹک صوبہ پنجاب پاکستان میں ہوئی۔ آپ کا خاندان زمیندار اور برادری اعوان ہے۔ والدین کریمین صالح اور نیک تھے، والدِ گرامی کا اسم گرامی مرحوم حاجی لعل خاں اعوان تھا۔ درجہ چہارم تک کی تعلیم اپنی آبادی میں حاصل فرمائی۔ 1974ء میں دینی تعلیم کے لیے ضلع جہلم چلے گئے، اس وقت آپ کی عمر آٹھ برس تھی۔ جہلم میں آپ کے گاؤں کے حضرت حافظ غلام محمد پہلے سے موجود تھے، انھوں نے آپ کا داخلہ جامعہ غوثیہ اشاعت العلوم عیدگاہ میں کرا دیا، مدرسہ میں شعبۂ حفظ کے استاذ نابینا حافظ و قاری غلام یٰسین تھے جو ضلع گجرات کے باشندے تھے، آپ نے بارہ پارے ان کی درس گاہ میں حفظ کیے۔ آپ کے گاؤں نکہ کلاں کے ایک طالب علم گل محمد نے کسی بات پر باورچی کو مار دیا جس کی وجہ سے مدرسے سے ان کا اخراج کر دیا گیا، حضرت حافظ غلام محمد دام ظلہ العالی نے سفارش بھی کی مگر جب ان کی ہر کوشش ناکام ہوگئی تو انھوں نے اپنے داخل کردہ کیس طلبہ کو مدرسہ چھوڑنے کا حکم دیا۔ ان میں حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ بھی تھے اور سب کو مشین محلہ نمبر 1 کے دار العلوم میں داخل کرا دیا۔ 18 پارے آپ نے اس دار العلوم میں 1978ء میں مکمل فرمائے۔ حفظ کی تکمیل میں آپ کو چار سال لگے، اس وقت آپ کی عمر 12 سال ہو چکی تھی، اس کے بعد آپ دینہ ضلع جہلم شعبۂ تجوید و قراءت میں داخل ہوئے اور حضرت علامہ قاری محمد یوسف سے دو برس شعبۂ تجوید میں تعلیم حاصل فرمائی۔

1980ء میں آپ شہرۂ آفاق درس گاہ جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور، میں داخل ہوئے، آپ نے بڑی محنت سے درس نظامی

mubarakpmisbahi@gmail.com

کی تکمیل 1988ء میں فرمائی۔ ایک سے ایک جید اساتذۂ کرام تھے۔ آپ ممتاز طالب علم تھے، اساتذۂ کرام بڑی شفقت و محبت فرماتے تھے۔ خاص طور پر مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی عبد القیوم ہزاروی علیہ الرحمۃ بے پناہ نوازش فرماتے تھے۔ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے چند اکابر اساتذۂ کرام کے اسمائے گرامی ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

(1)- مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی عبد القیوم ہزاروی قدس سرہ [وصال:26 اگست 2003ء] سے آپ نے ترمذی شریف کا درس لیا۔

(2)- حضرت علامہ مفتی محمد عبد اللطیف نقش بندی قدس سرہ سے مسلم شریف اور ابوداؤد شریف وغیرہ کا درس لیا۔

(3)- حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری قدس سرہ [وصال: 18 شعبان 1428ھ/یکم ستمبر 2007ء] سے جامع صحیح بخاری کا درس لیا۔

(4)- استاذ العلما حضرت علامہ محمد رشید نقشبندی سے کنز الدقائق اور قصیدہ بردہ شریف کا درس لیا۔

(5)- شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ عبد الستار سعیدی دامت برکاتہم العالیہ۔

(6)- ادیبِ شہیر حضرت علامہ محمد صدیق ہزاروی، دامت برکاتہم العالیہ۔

شیخ الحدیث، امامت اور محکمۂ اوقاف:

فراغت کے بعد 1990 میں آپ نے جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں درس دینا شروع فرمایا۔ عرصۂ دراز تک آپ صرف و نحو کا درس دیتے رہے۔ 1993ء میں محکمۂ اوقاف پاکستان نے آپ کا تقرر اپنے دینی شعبے میں کیا، اس کی ذمہ داری یہ ہوئی کہ آپ دربار سائیں کانوا والے گجرات میں امامت و خطابت فرمانے لگے، اس کے بعد محکمۂ اوقاف نے آپ کا تبادلہ دربار حضرت شہ المعالی کی مسجد میں کر دیا۔ اپنے کردار و عمل اور اخلاص و للّٰہیت کی وجہ سے متعارف اور مقبول ہو گئے۔ آپ فطری طور پر اخلاص و عمل کے پیکر اور حق گو تھے، جب بھی آپ کے سامنے کوئی خلافِ شرع معاملہ آتا آپ بلا خوف و خطر شرعی رہ نمائی فرما دیتے۔ آپ کی یہ سچائی اور حق بیانی حکومت کے بڑے ذمہ داروں کو پسند نہیں آئی، آپ چار ماہ کے لیے معطل کر دیے گئے، اس وقت ماہانہ مشاہرہ بیس ہزار روپے تھا۔

اس کے بعد آپ بحال ہوئے پیر مکی مسجد لاہور میں آپ خدمت انجام دینے لگے۔ مگر آپ اپنے فطری مزاج سے مجبور تھے، غلط پالیسیوں کو دیکھتے تو بلا لومت لائم تنقید فرما دیتے تھے۔ ملک ممتاز قادری علیہ الرحمہ کے تعلق سے آپ کا موقف حکومت کے مخالف تھا، ممتاز قادری گرفتار ہو چکے تھے۔ آپ ان کی رہائی کے لیے مسلسل کوشش فرما رہے تھے "ممتاز قادری رہائی تحریک" میں آپ پیش پیش تھے۔ یہ سلسلہ دراز نہیں ہوا اور محکمہ اوقاف نے آپ کو ملازمت سے فارغ کر دیا۔

آپ نے اپنے مادرِ علمی جامعہ نظامیہ رضویہ میں بھی عرصۂ دراز تک تدریسی خدمات انجام دیں۔ آپ کو تدریس کا ملکہ حاصل تھا، یوں تو آپ نے تمام فنون بڑے ضابطے سے پڑھائے مگر فنِ صرف اور فن نحو میں اپنی ایک انفرادی شان رکھتے تھے، علمِ صرف کا واقعی جواب نہیں تھا، آپ کے تلامذہ بھی نحو و صرف میں اپنا ایک امتیازی مقام رکھتے ہیں۔ آپ نے فنِ صرف میں دو انتہائی جامع اور مفصل کتابیں بھی تحریر فرمائیں جن کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔

اسی جامعہ میں آپ باضابطہ شیخ الحدیث بھی رہے، ابو داؤد کا درس مشہور تھا۔ شمائل ترمذی کی اکثر احادیث آپ کو حفظ تھیں، بخاری شریف وغیرہ کتب حدیث اور دیگر علوم و فنون بڑی ذمہ داری کے ساتھ پڑھاتے تھے۔

جامعہ نعمانیہ لاہور میں تدریس شروع فرمائی اور اہلِ سنت کے اس قدیم ادارے کو حیاتِ نو بخشی، اس کی عظیم الشان جامع مسجد بنوائی تحریکی مصروفیات کی وجہ سے تدریسی خدمات موقوف ہو گئیں مگر وصال سے کچھ عرصہ قبل تدریس کا سلسلہ پھر شروع فرما دیا تھا۔

جامع مسجد رحمۃ للعالمین ﷺ مدینہ کالونی ملتان روڈ لاہور کی تعمیر جدید آپ کی زیر نگرانی ہوئی، تاحیات آپ اس کے خطیب رہے، یہاں سے پندرہ ہزار روپے ماہانہ مشاہرہ تھا، لاہور میں آخری دَم تک آپ کرایے کے مکان میں رہتے تھے۔

عہدِ طالب علمی کے احوال:

پاکستان نیشنل ٹی وی کے نمائندے نے استاذ العلما حضرت علامہ حافظ عبد الستار سعیدی دامت برکاتہم العالیہ سے شرفِ ہم کلامی حاصل کیا۔ آپ حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی علیہ الرحمۃ کے جید استاذ گرامی ہیں، عمر دراز اور باصلاحیت شخصیت ہیں۔ اس انٹرویو کو ہم نے خود سنا، اب ذیل میں ہم اس کی تلخیص نوٹ کرتے ہیں:

پہلا سوال: آپ پہلے یہ فرمائیے کہ حضرت علامہ حافظ خادم

حسین رضوی صاحب کی طالب علمی کی زندگی کیسی تھی؟

حضرت جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: حضرت حافظ قاری علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے طالب علمی کے دور میں بھی انتہائی محنت اور توجہ سے پڑھا اور نبی کریم ﷺ سے انھیں عشق و محبت طالب علمی کے دور میں بھی تھی اور کبھی اپنے ساتھیوں میں بیٹھے ہوئے جو گفتگو وہ فرماتے اس سے یہ اشارہ ملتا کہ نبی پاک ﷺ کی عظمت اور محبت کی خاطر کوئی نہ کوئی کام اللہ پاک نے ان سے لینا ہے تو اس وقت بھی ان کے تاثرات اور تصورات اسی نوعیت کے نظر آتے تھے اور پھر پڑھنے کی طرف توجہ اور لگن بھی کامل تھی۔ پوری توجہ کے ساتھ رات گئے تک مطالعہ کرتے اور پھر وقت پر اٹھنا اور نمازوں کی پابندی، یہ دورِ طالب علمی میں بھی ان کا عمل تھا، ایک اچھی روش تھی، اللہ تعالیٰ کو ان سے کام لینا تھا اور لیا، اللہ پاک ان کے مزید درجے بلند فرمائے۔

نمائندے نے دریافت کیا کہ حضرت علامہ خادم حسین کو علامہ اقبال کے ساتھ بات سمجھاتے دیکھا گیا ہے، ان کے ساتھ یہ لگاؤ اور تعلق بچپن سے تھا یا بعد میں ہوا؟

حضرت فرماتے ہیں: جیسا میں عرض کر چکا ہوں، ان کے مزاج میں اللہ کریم کی طرف سے رسولِ کریم کے لیے عشق و تعلق ودیعت کیا گیا تھا۔ عشق و ایمان ان کے دل میں اللہ نے رکھا تھا، علامہ اقبال کے کلام میں بھی نبی پاک ﷺ سے عشق و محبت ٹھاٹھیں مار رہا ہے، تو یہ فطری مناسبت ان کی ہو گئی، جو کچھ ان کا مزاج تھا، جس کی انھیں طلب تھی، وہ علامہ اقبال کے کلام میں انھیں میسر آجاتا تھا۔ اس واسطے ان کا رجحان دورِ طالب علمی سے اقبالیات کی طرف ہو گیا تھا۔ ویسے وہ قرآن پاک کے حافظ اور قاری تو تھے ہی سارا قرآن ان کے سینے میں جمع تھا، **نعتیہ جو کلام ہے حضرت امام بوصیری کا قصیدہ بردہ شریف، عربی میں ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا نعتیہ مجموعہ حدائق بخشش اور علامہ اقبال کا کلام فارسی میں اور اردو میں یہ سارے انھوں نے حفظ کیے ہوئے تھے** اور موقع محل کے مطابق اللہ کریم ان کی رہ نمائی فرما دیتا تھا کہ یہاں کس بزرگ کا اور کون سا کلام اور کون سا شعر دل میں اثر کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو کچھ وہ منہ سے کہتے وہ دلوں میں اترتا چلا جاتا۔

تیسرا سوال کرتے ہیں کہ تحریک لبیک یا رسول اللہ ﷺ پاکستان کا مستقبل آپ اس وقت کیا دیکھ رہے ہیں؟ حضرت جواب ارشاد فرماتے ہیں: دیکھو جی یہ وقت ہی بتائے گا، ہماری دعائیں اور ہمدردیاں صاحب زادہ سعد رضوی کے ساتھ ہیں، امید ہے عظیم باپ کا عظیم بیٹا ہے اور ان کے ساتھ تحریک کی سرگرمیوں میں مصروف رہا تو وہ اس ٹریننگ اور تربیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے، اللہ کرے گا کہ کامیابی ہوگی توقعات اچھی ہیں ہمیں، اللہ تعالیٰ بہتر کرے گا۔

سوال کیا جاتا ہے: آج کل کوئی بھی فتنہ اٹھتا ہے اور نعوذ باللہ نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کر دیتے ہیں تو ایسے فتنوں سے کیسے نمٹا جا سکتا ہے؟

حضرت جواب عنایت فرماتے ہیں: دیکھیے پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ کریم چاہے تو وہ منہ ہی بند کر دے، وہ ہاتھ ہی توڑ دے جو رسول اللہ ﷺ کی توہین اور گستاخی کی طرف مائل ہو، لیکن یہ ہمارا امتحان ہوتا ہے کہ نبی پاک ﷺ کا کلمہ پڑھنے والے اور اپنے آپ کو عاشق کہلوانے والے یہ کتنے پانی میں ہیں تو یہ ہمارا ایک امتحان ہوتا ہے اور اس کا سدِباب سوائے جہاد کے.... جتنے ممالک میں مسلمانوں کی حکومت ہے ان کو کم سے کم اس ایک نکتے پر باہمی اتحاد اور اتفاق ہونا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کسی صورت میں برداشت نہیں اور جو کرے گا اس کے خلاف ہمارا اعلان جہاد ہے تب جا کے یہ گستاخی کا سلسلہ رکے گا۔

مزید سوال کیا جاتا ہے کہ علامہ خادم حسین رضوی کے جانے کے بعد ان نازک حالات میں آپ امتِ مسلمہ کو کیا پیغام دیں گے؟

حضرت جواب ارشاد فرماتے ہیں: وہی جو میں کہہ چکا ہوں کہ اپنے دل میں نبی پاک ﷺ کی عظمت اور ان کی ناموس کے تحفظ کا جذبہ پیدا کریں اور اس مسئلہ پر کسی بھی مسلمان کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور نہ ہونا چاہیے، اس پر تمام ممالک کے مسلمان متحد اور متفق ہو جائیں، اللہ پاک کامیابی دے گا۔

آخری سوال: فرانس نے ہمارے نبی کریم ﷺ کے خاکے بنائے تو ان کو کوئی منہ توڑ جواب آپ کی طرف سے؟

ان کو منہ توڑ جواب وہی ہے جو علامہ خادم حسین رضوی نے انھیں دیا ہے۔ اگر سب عاشقانِ رسول ﷺ اسی جذبہ کو لے کر اٹھیں تو ان شاء اللہ العزیز آئندہ کسی کی یہ جرأت نہیں ہوگی۔ ان کو یہ غلط فہمی نہیں ہونا چاہیے کہ ہم تو مردِ مسلمان ہیں، اپنے آقا کی عزت اور حرمت پر مر مٹنا جانتے ہی ہیں، کسی نبی کی بھی ہم توہین اور گستاخی برداشت نہیں کرتے، ہمارے ان جذبات کی ترجمانی وہ نعرہ کر رہا ہے مَنْ سَبَّ نَبِيًّا فَاقْتُلُوْهُ، تو یہاں نبیا عام ہے، کسی بھی نبی کو جو برا بھلا کہے وہ واجب القتل ہے، ہم

توسارے نبیوں کا احترام کرتے ہیں، عیسائیوں کا اگر تعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہے تو ہمارا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھی اپنے مذہب کے مطابق ایمان اور تعلق اور واسطہ ہے اور موسیٰ علیہ السلام سے بھی۔ تو کسی بھی نبی کے تعلق سے گستاخی ہمیں گوارا نہیں ہے اور ایسا کوئی کرے، کسی بھی نبی کا کوئی گستاخ ہو تو ہمارے جذبات وہی ہیں کہ وہ واجب القتل ہے تو امام الانبیا کا مقام تو بہت ہی بلند و بالا ہے۔

تحریکی اور سیاسی سرگرمیاں:

2016 میں توہین مذہب قانون کی حمایت میں ریلی نکالی، حکومت نے لاٹھی چارج کیا اور انھیں گرفتار کرایا گیا۔

2017 میں این اے 120 لاہور کے ضمنی انتخابات میں تحریک لبیک پہلی بار سیاسی منظر نامے پر آئی، امیدوار نے سات ہزار ووٹ حاصل کیے، نتائج دیکھ کر لوگ ورطۂ حیرت میں ڈوب گئے۔ این اے 4 پشاور کے ضمنی انتخابات میں قریب 10 ہزار ووٹ حاصل کیے، لودھراں کے انتخابات میں بھی گیارہ ہزار ووٹ حاصل کیے۔

2017 میں نون لیگی حکومت نے ایک پارلیمانی بل میں حکومت کی طرف سے قانون ختم نبوت کی ایک شق میں کچھ الفاظ بدلے تو امیر المجاہدین اپنی تحریک کے زیر اہتمام احتجاج کیا۔ نومبر 2017 میں ملک گیر احتجاجی تحریک چلائی، تحریک لبیک یا رسول اللہ ﷺ کی جانب اسلام آباد میں 22 دن کا دھرنا دیا۔ کثیر افراد کا یہ دھرنا لا حاصل نہیں گیا، حکومت نے سچائی اختیار کی اور وزیر قانون کو مستعفی ہونا پڑا۔

ختم نبوت کے قانون میں تبدیلی اور 22 دن کا دھرنا:

جب یہ بات عام ہوئی کہ عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف حکومتی سطح پر بہت بڑی سازش رچی گئی ہے تو اے۔ آر۔ وائی نے اس پر ایک پروگرام منعقد کیا۔ مسلمانوں نے حکومت کے خلاف احتجاج شروع کر دیے۔ حکومت پاکستان کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ یہ نادانستہ طور پر ایک کلیریکل غلطی کی بنیاد پر ہوا ہے اور جدید انتخابی بل میں حسب سابق درج شدہ متن کو شامل کر دیا گیا ہے۔ یہ ایک بنیادی عقیدہ ہے اسی بنیادی عقیدے کا انکار کرنے اور بارگاہِ الوہیت اور بارگاہ نبوت میں گستاخیاں کرنے کے باعث قادیانیوں کو دائرۂ اسلام سے خارج کیا گیا ہے۔ اور انہیں پاکستان میں غیر مسلم اقلیت قرار دینے اور انہیں قومی و صوبائی اسمبلی سے دور رکھنے کے لیے ضابطۂ انتخابات میں نہایت جدوجہد اور قربانیاں دینے کے بعد اس قانون کا اضافہ کرایا گیا تھا جس کو ختم کرانے کے لیے قادیانی فرقہ 1974ء ہی سے برابر مطالبہ بھی کرتا ہے اس میں ملوث افراد کو حکومت سے برطرف کر کے قرار واقعی سزا ملنا چاہیے۔ ان کے خلاف گستاخی رسول کے تحت مقدمہ قائم ہونا چاہیے، یہ مطالبہ لے کر علمائے اہل سنت ارباب حکومت تک پہنچے مگر ان لوگوں نے نہایت توہین آمیز لب و لہجے میں گفتگو کرتے ہوئے ان کے مطالبات کو بھی مسترد کر دیا۔ جس کی وجہ سے عوام و خواص میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ آخر کار انہیں اپنے مطالبات منوانے کے لیے سڑکوں پر آنا پڑا۔ پُرامن مظاہرے کی صورت میں تمام سنیوں نے متحدہ طور پر فیض آباد خطے میں راول پنڈی اور اسلام آباد کو آپس میں جوڑنے والی شاہ راہ پر "تحریک لبیک یا رسول اللہ" کے نمائندوں نے دھرنا دینا شروع کر دیا۔ مؤرخہ 6/ نومبر 2017ء کو تحریک لبیک یا رسول اللہ، تحریک ختم نبوت، سنی تحریک پاکستان نے مشترکہ طور پر یہاں کھلے آسمان کے نیچے سردی میں دھرنے کا اعلان کر دیا۔ امیر المجاہدین حضرت مولانا حافظ خادم حسین رضوی، مولانا ڈاکٹر آصف جلالی، پیر افضل قادری وغیرہم نے اس دھرنے کی قیادت کی۔ **اس سلسلہ میں سب سے اہم کارنامہ حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی کا رہا** کہ جنہوں نے اپنی جان و مال اور عزت و آبرو کی پرواہ کیے بغیر یہ عظیم الشان اور مثالی اقدام کیا۔

کراچی سے لے کر افغانستان کی سرحد تک انہوں نے پورے ملک کو منجمد کر کے رکھ دیا۔ میڈیا نے انہیں بہت گھیرنے کی کوشش کی مگر انہوں نے ہر ایک کا نہایت مستحکم لہجے میں معقول جواب دیا۔ بڑے بڑے اینکرس کی بولتی بند کر دی۔

25/ نومبر کو پاکستان کی اسپیشل فورس نے ان غریب اور نہتے عاشقان مصطفی کے اوپر تشدد شروع کر دیا۔ ان پر لاٹھیاں برسائیں، انہیں زد و کوب کیا گیا۔ آنسو گیس کے گولے چھوڑے گئے جس کی پاداش میں عالمی میڈیا کے مطابق 6/ اور مقامی اطلاعات کے مطابق ایک درجن سے زائد لوگ شہید ہو گئے۔ سیکڑوں زخمی ہوئے۔ ہزاروں کو زندان خانوں میں ٹھونس دیا گیا۔ مگر اس کے باوجود پاکستانی حکومت یہ دھرنا ختم نہ کرا سکی۔

افواج کے سپہ سالار کی معاہدے کی جانب پیش قدمی:

آخر کار پاکستانی افواج کے سپہ سالار جنرل قمر جاوید باجوہ کو دخل دینا پڑا۔ آرمی چیف نے ثالث کا کردار ادا کرتے ہوئے حکومت اور مظاہرین

کے درمیان ایک معاہدہ کرایا جس کی رو سے وفاقی وزیر قانون زاہد حامد نے وزیر اعظم شاہد خاقان عباسی کو اپنا استعفا پیش کر دیا جسے حکومت پاکستان نے تسلیم کر لیا۔ مظاہرین عاشقان مصطفی کا سب سے پہلا مطالبہ بھی یہی تھا کہ وفاقی وزیر قانون سے استعفا لیا جائے۔ وزیر قانون کے استعفے کے بعد چیف آرمی کے توسط سے حکومت اور تحریک لبیک یا رسول اللہ کے درمیان 6/نکات پر مشتمل ایک معاہدہ نامہ تیار ہوا۔ اس معاہدہ پر حکومت کی جانب سے وفاقی وزیر داخلہ احسن اقبال اور وفاقی سکریٹری داخلہ ارشاد مرزا اور تحریک لبیک یا رسول اللہ کی جانب سے **مرکزی امیر حضرت علامہ خادم حسین رضوی قدس سرہ، سرپرست اعلیٰ پیر افضل قادری اور مرکزی ناظم اعلیٰ محمد وحید نور نے دستخط کیے**۔ جب کہ میجر جنرل فیض حمید کے بھی معاہدہ پر دستخط موجود ہیں۔ الحمدللہ! تحریک لبیک یا رسول اللہ پاکستان کے مطالبہ کے مطابق حکومت پاکستان نے الیکشن ایکٹ 2017 میں B7 اور C7 کو مکمل متن مع اردو حلف نامہ حسب سابق شامل کر لیا۔ 6/نکاتی معاہدہ نامے کا متن مندرجہ ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معاہدہ مابین تحریک لبیک یارسول اللہ اور حکومت پاکستان

تحریک لبیک یا رسول اللہ جو کہ ایک پُر امن جماعت ہے اور کسی قسم کے تشدد اور بد امنی پر یقین نہیں رکھتی۔ یہ جماعت ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت ﷺ میں قانونی ردّ و بدل کے خلاف اپنا نقطۂ نظر لے کر حکومت کے پاس آئی مگر افسوس کہ اس مقدس کام کا صحیح جواب دینے کے بجائے طاقت کا استعمال کیا گیا۔ 21/دنوں پر محیط اس کوشش کو اگر بات چیت کے ذریعے حل کرنا ہے تو ہمارے مندرجہ ذیل مطالبات کو پورا کیا جائے۔ ہم یقین دلاتے ہیں کہ ان شرائط پر اتفاق ہونے پر ہم نہ صرف ختم نبوت دھرنا ختم کریں گے بلکہ ملک بھر میں اپنے ساتھیوں کو پُر امن رہنے کی درخواست بھی کریں گے۔

(1) وفاقی وزیر قانون زاہد حامد جن کی وزارت کے ذریعہ اس قانون کی ترمیم پیش کی گئی کو فوری اپنے عہدے سے برطرف (مستعفی) کیا جائے۔ تحریک لبیک ان کے خلاف کسی قسم کا کوئی فتویٰ جاری نہیں کرے گی۔

(2) الحمدللہ! تحریک لبیک یا رسول اللہ کے مطالبہ کے مطابق حکومت پاکستان نے الیکشن ایکٹ 2017 میں B7 اور C7 کو مکمل متن مع اردو حلف نامہ شامل کر لیا ہے۔ جن اقدام کی تحریک لبیک یا رسول اللہ ستائش کرتی ہے۔ تاہم راجہ ظفر الحق صاحب کی انکوائری رپورٹ 30/دن میں منظر عام پر لائی جائے گی اور جو اشخاص بھی ذمہ دار قرار پائیں گے ان پر ملکی قانون کے مطابق قانونی کاروائی کی جائے گی۔

(3) 6/نومبر 2017ء سے دھرنا کے اختتام پذیر ہونے تک ہمارے جتنے بھی افراد ملک بھر میں گرفتار کیے گئے ہیں 1۔ سے 3۔ دن تک ضابطہ کی کاروائی کے مطابق رہا کر دیئے جائیں گے اور ان پر درج کیے گئے مقدمات اور نظر بندیاں ختم کر دی جائیں گی۔

(4) 25/نومبر 2017ء کو ہونے والے حکومتی ایکشن کے خلاف تحریک لبیک یا رسول اللہ کو اعتماد میں لے کر ایک انکوائری بورڈ تشکیل کیا جائے جو تمام معاملات کی چھان بین کر کے حکومت اور انتظامیہ کے ذمہ داران کے خلاف کاروائی کا تعین کرے اور 30/روز کے اندر انکوائری مکمل کر کے ذمہ داران کے خلاف کاروائی کا آغاز کیا جائے۔

(5) 6/نومبر 2017ء سے دھرنا کے اختتام تک جو سرکاری اور غیر سرکاری املاک کا نقصان ہوا اس کا تعین کر کے ازالہ وفاقی و صوبائی حکومت کرے گی۔

(6) حکومت پنجاب سے متعلقہ جن نکات پر اتفاق ہو چکا ہے ان پر من وعن عمل کیا جائے گا۔ (نکات لف ھٰذا ہیں)

یہ تمام معاہدہ چیف آف آرمی اسٹاف جنرل قمر جاوید باجوہ صاحب اور ان کی نمائندہ ٹیم کی خصوصی کاوشوں کے ذریعہ طے پایا جس کے لیے

ہم ان کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے قوم کو ایک بہت بڑے سانحے سے بچالیا۔

دستخط

وفاقی وزیر داخلہ احسن اقبال
علامہ خادم حسین رضوی
وفاقی سکریٹری داخلہ ارشد مرزا (مرکزی امیر)
محمد وحید نور (مرکزی ناظم اعلیٰ)
پیر محمد افضل قادری بوساطت میجر جنرل فیض حمید (سرپرست اعلیٰ)
بتاریخ 27/ نومبر 2017ء

غازی ملک ممتاز قادری اور علامہ خادم حسین رضوی:

پاکستان کی سرزمین پر مردِ مجاہد، غازی ملک ممتاز قادری شہیدِ عشقِ رسول ﷺ کو کون نہیں جانتا، اس غازی نے گورنر پنجاب کے 27 گولیاں ماری تھیں، اس گستاخِ رسول کا جرم یہ تھا کہ اس نے ایک مسیحی خاتون آسیہ گستاخِ رسول، جسے موت کی سزا 8 نومبر 2010 کو سنائی گئی تھی، گورنر نے شیخوپورہ کی جیل میں ملاقات کی اور کہا تھا:

"آپ کو جو سزا سنائی گئی ہے وہ انسانیت کے خلاف اور بڑی ظالمانہ سزا ہے۔ سلمان تاثیر نے تحفظ ناموس رسالت قانون C-295 کو کالا قانون قرار دیا اور علمائے کرام کو جوتے کی نوک پر رکھنے کی بات کہی اور منکرینِ ختم نبوت مرزائیوں کو مسلمان سمجھتا تھا۔"

مقامِ مسرت ہے کہ 27 گولیوں کی تاب نہ لاکر وہ گستاخ جہنم رسید ہو گیا، خاص بات یہ رہی کہ گورنر سلمان تاثیر کی نمازِ جنازہ پڑھانے والا بھی کوئی عالم نہ مل سکا۔ ملک بھر میں اہلِ سنت وجماعت نے تحفظِ ناموس رسالت ﷺ اور تحفظ ختم نبوت کے تعلق سے سرگرمیاں جاری رکھیں اور ہمارے موضوعِ سخن امیر المجاہدین حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی قدس سرہ بھی پیش پیش تھے۔

29 فروری بروز پیر صبح چار بجے تکبیر و رسالت کے نعرے لگاتا ہوا غازی ملک ممتاز قادری نے اپنے ہاتھوں سے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈالا اور اپنے اور ہم سب کے آقا مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی بارگاہ میں اپنے غلامانہ انداز سے سر پر عمامہ شریف باندھ کر حاضر ہو گئے۔

بہت نزدیک ہے وہ دن کہ جب دنیا کے ہونٹوں پر
مرا افسانہ ہوگا اور میری گفتگو ہوگی

اب آپ ذرا غور فرمائیں، ایک طرف گورنر پنجاب سلمان تاثیر جس نے محبوبِ خدا مصطفیٰ جانِ رحمت کی شان اقدس میں گستاخی کی، ختم نبوت کے قانون میں ترمیم کرنے کی کوشش کی اور منکرینِ ختم نبوت مرزائیوں کے لیے نرم گوشہ پیش کیا، اس کی نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیے کوئی تیار نہیں ہوا۔ جب کہ عاشقِ رسول حضرت غازی ملک ممتاز قادری علیہ الرحمۃ والرضوان کے جنازے میں لاکھوں لاکھ کا مجمع تھا۔ جس نے سنا بے تابی کے ساتھ دوڑا، اس سعادت کو دونوں جہاں میں کامیابیوں کی ضمانت سمجھا اور شفیع محشر ﷺ کی شفاعتِ کبریٰ کا حق دار ہوا۔ مجدد و مفکر عاشقِ رسول ﷺ لکھتے ہیں:

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمھاری واہ واہ
قرض لیتی ہے گنہ، پرہیزگاری واہ واہ

اسی مردِ مجاہد عاشقِ رسول ﷺ کے لیے خادمِ سنیت ناموس، رسالت کے حقیقی پہرے دار حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ میدان میں آتے ہیں، تو عشاقِ رسول آپ کے پیچھے چلنے کے لیے بے تاب ہو جاتے ہیں، تن من دھن کی بازی لگاتے ہوئے آپ کے نقوشِ قدم پر اپنے قدم بڑھاتے ہیں اور اس مردِ مجاہد کے نعروں کی صدائے احتجاج بن جاتے ہیں۔ تحریک لبیک یا رسول اللہ ﷺ کے نعروں کو گھر گھر تک پہنچانے والے آپ ہیں۔ یہ نعرہ تو پہلے بھی تھا مگر اس نعرہ کو بچے بچے کی زبان پر آپ نے پہنچایا، گھروں کی خواتین ہوں یا کمزور ولاغر بزرگ تمام آپ کے نعروں کی صداؤں میں ڈوبتے چلے گئے۔ یہ تو ہم بھی جانتے ہیں کہ حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی کوئی الگ شخصیت نہیں تھے، علم و فضل والے بھی آپ کے عہد میں ہزاروں تھے، مگر عشقِ رسول کی سچی تپش نے آپ کو بارگاہِ رسالت مآب ﷺ سے بہت قریب کر دیا تھا۔ آپ نے اپنے خطابات میں حکومت کے جابروں کو بھی للکارا اور رسول پاک ﷺ کی حرمتوں سے کھلواڑ کرنے والے ناپاک گستاخوں کو بھی جوتے کی نوک پر رکھا۔ آپ رسولِ پاک ﷺ کے ایسے شیدائی تھے کہ بڑی سے بڑی طاقت بھی آپ کے پائے استقلال کو متزلزل نہیں کر سکی۔ بالکل حق فرمایا ہے عاشقِ رسول ڈاکٹر اقبال نے:

ہو اگر خود نگر و خود گر و خود دار خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے

اور ڈاکٹر نے یہ فرما کر تو عشق و عرفان کا حق ادا کر دیا ہے:

بمصطفیٰ برساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ اونہ رسیدی، تمام بولہبی است

امیرالمجاہدین علیہ الرحمۃ نے اپنے خطاب میں فرمایا تھا:

"ہزار سال بعد اگر میری قبر سے کوئی گزرے گا، اگر اس نے لبیک کانعرہ لگادیا تو میں نیچے سے اس کا جواب ضرور دوں گا۔"

اس ارشادِ گرامی سے دو باتیں واضح طور پر معلوم ہوئیں کہ آپ کو اپنی قبرانور میں ایک ہزار برس تک زندہ رہنے کا یقین تھا، یہی عقیدہ اہلِ سنت وجماعت کا تھا، ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ رہے گا۔ اور دوسرا عقیدہ یہ معلوم ہوا کہ آپ نبی کریم ﷺ کو گنبدِ خضرا میں باحیات ہونے کا سچا عقیدہ رکھتے تھے۔ آپ کا کامل اعتقاد تھا کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبرانور میں نہ صرف زندہ ہیں بلکہ اپنے غلاموں کی آرزوئیں سنتے ہیں۔ اسی لیے امام احمد رضا محدث بریلوی نے اپنے اشعار میں کیا خوب ترجمانی فرمائی ہے۔

انبیا کو بھی اجل آنی ہے
مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات
مثلِ سابق وہی جسمانی ہے
یہ ہیں حیّ ابدی ان کو رضاؔ
صدقِ وعدہ کی قضا مانی ہے

دشمنانِ اسلام کے یہاں یہ دونوں عقیدے شرک اور گم راہی ہیں۔ عام انسانوں کی بات تو چھوڑیے، ان کے مولویوں کا بدترین عقیدہ تو یہ ہے کہ "محمد مرکر مٹی میں مل گئے" اور "یا رسول اللہ ﷺ" کے معاندین تو دیوبند سے سعودی حکومت تک بہت سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے طفیل سب کو سچی توبہ اور عشق وایمان کی دولت سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

عاطف قادیانی اور اقتصادی کونسل:

2018ء میں جب عمران حکومت نے عاطف قادیانی کو اقتصادی کونسل میں لیا تو آپ نے اپنی تحریک سے احتجاجی دھرنا دیا، یہ دھرنا بھی کامیاب ہوا، حکومت کو اپنا فیصلہ واپس لینا پڑا اور عاطف قادیانی کو واپس بھیجنا پڑا۔

فرانسیسی صدر کیمرون کے خلاف آخری دھرنا:

فرانسیسی صدر کیمرون نے نبی کریم ﷺ کے توہین آمیز خاکے بنائے اور سرکاری عمارتوں پر آویزاں کیے، دنیا بھر کے عشاقِ رسول ﷺ کے دلوں کو دکھایا۔ دنیا بھر میں اس کے خلاف احتجاجات شروع ہوئے، پاکستان میں ناموسِ رسالت مآب ﷺ کے سچے محافظ حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی نے اپنی تحریک کو مستعد کیا اور 15 نومبر 2020ء کو فیض آباد راولپنڈی میں زبردست احتجاج کیا، حکومت پاکستان پھر بوکھلاہٹ کا شکار ہوئی، پرامن احتجاج کو سبوتاژ کرنے کے لیے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کیے، رکاوٹیں کھڑی کی گئیں، روڈ بلاک کیے گئے، موبائل سروس بند کی گئی، میڈیا کی نشریات کو موقوف کیا گیا، مگر یہ مردِ مجاہد 103 درجہ بخار کی شدید علالت کے باوجود وہیل چیئر پر جلوہ گر ہو گئے۔ محافظین ناموس رسالت بھی ساری رکاوٹوں کو جھیلتے ہوئے کسی طرح وہاں پہنچ گئے۔ ان پر آنسو گیس کی شیلنگ کی گئی، مگر جب آپ نے حکومت کو للکارا تو پورا پاکستان گونج اٹھا، بلکہ جدید ذرائع ابلاغ سے آپ کی آواز دنیا بھر میں سنی گئی **آپ نے ببانگِ دہل اعلان فرمایا: ہم قریب آکر خبردار کررہے ہیں، فرانس کے سفیر کو پاکستان سے نکالو، اس ملک کی مصنوعات کا بائیکاٹ کرو،** آپ نے مزید فرمایا: کہ یہ معمولی سا مطالبہ ہے ورنہ بڑا مطالبہ تو یہ ہے کہ فرانس کے ساتھ جہاد کرو۔ ان دنوں فیض آباد کی فضا "مَنْ سَبَّ نَبِیًّا فَاقْتُلُوْہُ" کے نعروں سے گونج رہی تھی، اس نعرے کا طریقہ یہ شروع کیا گیا کہ حضرت امیر المجاہدین فرماتے "مَنْ سَبَّ نَبِیًّا" سامعین وحاضرین بیک آواز زور سے کہتے "فَاقْتُلُوْہُ" یہ نعرے مختلف جہتوں سے کثرت سے لگتے رہے آپ نے خطاب میں خفیہ ایجنسیوں کی جھوٹی رپورٹوں کا شکوہ کرتے ہوئے فرمایا: فرانسیسی سفارت خانے کو نذرِ آتش کرنے کا منصوبہ بنانے کا بہتان تحریک پر باندھا گیا، یہ بے بنیاد ہوا خیزی ہے۔

ہمارے عزیز حضرت فریدی صدیقی مصباحی دام ظلہ العالی عمان مسقط کی سرزمین سے پکار اٹھے۔

مصطفےٰ کی اہانت گوارا نہیں
ہم نہیں یا تو دشمن ہمارا نہیں
کوئی خاکہ، کوئی شکل کیسے بنے
سایہ بھی جب خدا کو گوارا نہیں
عقل کے پاس حیلے بہانے بہت
عشق کرتا کبھی استخارہ نہیں

فریدیؔ نے اٹل فیصلہ بھی لکھ کر جاری کردیا۔

ہر شاتمِ رسول کی تعزیر فکس ہے
اس کی رگِ حیات پہ شمشیر فکس ہے
گستاخِ مصطفےٰ کی سزا قتل ہے فقط
ہر دور کی جبیں پہ یہ تحریر فکس ہے

حکومت کو اپنی ناپاک پالیسی کا احساس ہوا اور سادہ کاغذ پر معاہدے کا متن لکھ کر دے دیا۔ جب تحریک کے سربراہ حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی اور اس سے وابستہ افراد کو کسی حد تک یقین ہو گیا تو احتجاج موقوف کر دیا گیا۔ چار نکاتی معاہدے کا متن حسب ذیل ہے:

(1)-حکومت فرانس کے سفیر کو دو سے تین ماہ کے اندر پارلیمنٹ سے فیصلہ سازی کے ذریعے ملک بدر کرے گی۔

(2) -حکومت پاکستان، فرانس میں اپنا سفیر تعینات نہیں کرے گی۔

(3)-فرانس کی مصنوعات کا سرکاری سطح پر بائیکاٹ کیا جائے گا۔

(4)ریلی اور دھرنے کے دوران گرفتار ہونے والے تمام افراد کو رہا کیا جائے گا اور اس حوالے سے بعد میں کوئی مقدمہ درج نہیں کیا جائے گا۔

عشق و معرفت سے لبریز خطابت:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی صلاحیتوں سے سرفراز فرمایا تھا، علم و دانش، شریعت و معرفت کے ساتھ قوت حافظہ بھی حیرت انگیز تھی، آپ آگہی سے بڑھ کر عشق کی آگ میں جلتے رہتے تھے، آپ کی زندگی کا لمحہ لمحہ تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ میں سرگرداں رہتا تھا، اسی جنونِ عشق میں سونا اور اسی کے تھپیڑوں میں جاگنا، آپ اپنے علم پر مکمل کرنے کے لیے بے چین رہتے تھے، یہی وہ تمام اوصاف تھے جنھوں نے آپ کی شخصیت کو اپنے عہد میں مقبول ترین بنا دیا تھا۔ آپ عشق و معرفت سے لبریز خطابات بھی فرماتے تھے، آپ کی خطابت کا انداز بھی منفرد تھا، ہر بات دلائل کے ساتھ دلوں میں اتار دیتے تھے، تکبیر و رسالت کے نعرے تو لگتے ہی تھے مگر **آپ کے خطابات میں "لبیک یارسول اللہ لبیک "طویل وقت تک لگتے رہتے تھے۔ لبیک کی صداؤں کے درمیان سامعین کا جنونِ عشق دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا، یکے بعد دیگرے مختلف سمتوں سے نعروں کی اگوائی ہوتی، نعرے لگوانے والے افراد کی دیوانہ وار کیفیت سامعین پر رقت طاری کردیتی تھی۔**

پروفیسر حافظ عطاء الرحمٰن قادری لاہور سے لکھتے ہیں:

"آپ کے اندازِ خطابت نے دنیا کے دل موہ لیے تھے، یہ منفرد اندازِ خطاب تھا جس میں تصنع اور بناوٹ کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ لہجہ نہ بالکل سپاٹ ہوتا، نہ مصنوعی جوش بلکہ شبنم کی برسات کی مانند تقریر فرماتے۔ موقع بموقع حقیقی جذبے کے ساتھ برق کی مانند گرجتے۔ یوں کہنا درست ہوگا کہ اپنے اندازِ خطابت کے آپ خود ہی موجد تھے۔ گردانیں سنا کر داد بھی آپ نے وصول کی اور حدیث شریف اور فرمودات صحابہ کے طویل متن اس مسحور کن انداز میں پڑھتے کہ مجمع پر وجد طاری ہو جاتا۔ بالخصوص حسن و جمالِ مصطفےٰ اور سراپاے رسولِ اکرم ﷺ بیان کرتے تو رنگ باندھ دیتے تھے۔"

اب ہم ذیل میں چند مختصر مختصر خطابات نقل کرتے ہیں، حالاں کہ خطابت اور وعظ صرف سننے کی چیز ہوتی ہے۔ خطابت میں الفاظ ہی نہیں ہوتے، موقع محل، خطیب و واعظ کی ذہنی کیفیت اور سامعین کا اندازِ سماعت بھی موثر ہوتا ہے۔ پھر خطاب کرنے کا لب و لہجہ، سامعین کے سماعتی تاثرات اور کتنی باتیں اشاروں میں ہو جاتی ہیں۔ اس لیے سچی بات یہ ہے کہ خطابت اور وعظ صرف سننے کی چیز ہوتی ہے اور تحریر اور کتاب صرف چھپنے کی چیز ہوتی ہے۔ ہاں اگر خطیب فنکار قرآن و احادیث اور دیگر حوالے پیش کرتا ہے تو ان خطابات کو نقل کیا جا سکتا ہے۔ ہمارے مجاہد خطیب میں بہت سی خصوصیات ہیں، اس لیے ہم مناسب سمجھتے ہیں چند خطبات انتہائی اختصار کے ساتھ نقل کر دیں۔

حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی کی قوتِ حافظہ:

ایک پروگرام میں امیر المجاہدین حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی قدس سرہ کو مدعو کیا گیا، اور آپ ماشاء اللہ تعالیٰ تشریف لے آئے۔ خطاب سے قبل آپ سے بعض معترضین کا ذکر کیا گیا، حضرت اسٹیج پر جلوہ بار ہوئے تو آپ نے حسبِ معمول وقیع خطاب فرمایا، مگر ابتدا میں چند باتیں اس اعتراض کے جواب کے طور پر ارشاد فرمائیں۔ حضرت نے اس میں کچھ پنجابی زبان بھی استعمال فرمائی ہے، ہم اس سے نابلد ہیں، ہاں اردو میں جو سمجھ سکے اسے نقل کرتے ہیں۔ خطبۂ مسنونہ کے بعد حضرت نے فرمایا:

"مولوی خادم کیوں آرہے ہیں؟کیوں جی!میں ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھ سکتا ہوں، کیا ہے کوئی بندہ تو میرے مقابلے میں لے آؤ، جو ایک رکعت میں قرآن پڑھے۔ہاں جی!ہے کوئی جسے قصیدہ بردہ بھی پورا یاد ہو، ہے کوئی جسے حدائق بخشش بھی یاد ہو، جنھیں اقبال بھی یاد ہو[ڈاکٹر اقبال کا فارسی اور اردو کلام] جسے دیوان حسّان بھی اکثر یاد ہو، کیوں جناب! جسے شمائل ترمذی کی بھی اکثر حدیثیں یاد ہوں، جسے غزوۂ احد شریف کا خطبہ بھی یاد ہو، غزوۂ تبوک کا خطبہ بھی یاد ہو، حجۃ الوداع کا خطبہ بھی یاد ہو، یہ ساری چیزیں جسے یاد ہوں ان کو بلاؤ، یہ ساری چیزیں جنھیں یاد ہوں ان کو لے آؤ[تکبیر ورسالت کے نعرے اور لبیک یا رسول اللہ کی انقلاب آفریں صدائیں]۔

حضرت نے اس کے بعد ارشاد فرمایا:

جنھیں پورے قرآن کریم کی الحمد سے لے کر والناس تک صرف صغیر اور صرف کبیر یاد ہو، جنھیں پورے قرآن کی مثال معتل، اجوف اور ناقص تعلیلیں یاد ہوں، انھیں صَرف کے قانون بھی یاد ہوں اور باب بھی یاد ہوں، اعلیٰ حضرت بریلوی کا خطبہ بھی یاد ہو، پوری دنیا میں کسی خطیب کو یاد ہو تو میرے سامنے آئے۔ فرمایا: صاحب زادے صاحب بہت بڑے عاشقِ رسول ہیں، اس لیے میں وہ خطبہ پڑھتا ہوں۔ اور آپ نے فتاویٰ رضویہ کا خطبہ شروع فرما دیا۔ طویل خطبہ سنانے کے بعد آپ نے الاشباہ والنظائر کے تعلق سے ارشاد فرمایا اور پھر نَزَّہٗ یُنَزِّہٗ کی مکمل گردان سنادی۔

اسی طرح ایک خطاب میں آپ نے فرمایا کہ خادم سے الحمد سے والناس تک جس کی چاہو گردان سن لو، اس کے بعد تین مکمل گردانیں سنائیں۔اور یہی نہیں کہ خود گردانیں سناتے تھے، بلکہ کبھی اعلان فرماتے تھے کہ کوئی بھی سنائے اگر کوئی طالب علم صحیح سنا دیتا تو آپ فرماتے کہ پروگرام کے بعد سترہ سو روپے ہم سے لے لینا، محبِ گرامی وقار حضرت سید صابر حسین شاہ بخاری دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا، متعدّد بار ہم نے دیکھا کہ حضرت نے صحیح گردانیں سنانے والوں کو انعامات سے نوازا۔

حج و زیارت کے لیے حضرت کیوں تشریف نہیں لے گئے:

خطبۂ مسنونہ اور درود شریف کا شرف حاصل فرما کر آپ نے درج ذیل اشعار پڑھے۔

کیا ہی روح افزا شفاعت ہے تمھاری واہ واہ

قرض لیتی ہے گنہ، پرہیزگاری واہ واہ

خامۂ قدرت سے ہے کیا رستگاری واہ واہ

کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری واہ واہ

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر

ندّیاں پنجابِ رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

بہت ساری باتیں ہیں مگر ان میں ایک یہ بھی ہے لفظ "پنجاب" نعت شریف کے اندر سوائے اعلیٰ حضرت کے کسی نے استعمال نہیں کیا۔ لفظ پنجاب....

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر

ندّیاں پنجابِ رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

نور کی خیرات لینے دوڑتے ہیں مہر و ماہ

اڑتی ہے کس شان سے گردِ سواری واہ واہ

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جس سواری پر سوار ہوتے ہیں نہ! جب وہ چلتی ہے، اس کے مبارک پاؤں سے جو گرد و غبار اڑتا ہے نہ! چاند اور سورج اس گرد و غبار کو لینے کے لیے دوڑ پڑتے ہیں۔ پوچھا جاتا ہے کہ آپ کو کیا ہوا؟ کہتے ہیں کہ یہ گرد و غبار اس لیے لے رہے ہیں تاکہ ہماری روشنی اور نور کے اندر اور اضافہ ہو جائے۔ اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی فرماتے ہیں۔

جاؤں کہاں، پکاروں کسے کس کا منھ تکوں

کیا پرسش اور جا بھی سگِ بے ہنر کی ہے

[حضرت نے یہ باتیں پنجابی میں فرمائیں] اس کے بعد فرماتے ہیں: میں تو جیل میں بھی جاتا ہوں، انٹیلی جنس معلوم کرتا ہے کہ آپ کو پیسے کون دیتا ہے، مگر میں کہتا ہوں تجھے کون دیتا ہے؟

کون دیتا ہے دینے کو منھ چاہیے　　دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

کچھ پنجابی میں فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ میرے وہیل چیئر چلانے والے آصف سے معلوم کیا جاتا ہے کہ پیسے کون دیتا ہے؟ کہا کہ میں کیا جانوں کون دیتا ہے، مگر میں نے کہا سنتے ہو۔

جب دینے کو بھیک آئے سر کوئے گدایاں

لب پر یہ دعا تھی مرے منگتا کا بھلا ہو

آتا ہے فقیروں پہ انھیں پیار کچھ ایسا

خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتے کا بھلا ہو

اب ان کو پریشانی ہے کہ کانفرنس کے لیے نہ انھوں نے کوئی

چندے کا اعلان کیا ہے نہ کوئی کوپن چھاپے ہیں، اب بات یہ ہے کہ پیسے انھیں کون دیتا ہے، میں نے کہا جن کا کام ہے انھیں دینا ہے۔ میرے اوپر الزام لگایا جاتا ہے کہ 22 لاکھ روپے مل گئے، میں یہ کہتا ہوں 22 لاکھ پیسے بھی کوئی ثابت کر دے قیامت تک تو میری قبر کھود کر میرے جوتے مارنا۔ کچھ مولوی علماے یہود کی طرح جانتے ہوئے بھی نبی کریم ﷺ کے پاس نہ خود آتے تھے، اور نہ دوسروں کو آنے دیتے تھے، اسی طرح تحریک لبیک یا رسول اللہ ﷺ میں نہ خود آتے ہیں اور نہ دوسروں کو آنے دیتے ہیں۔ حالاں کہ وہ جانتے ہیں یہ سب صحیح ہے، مگر الزام لگاتے ہیں۔ میں تو حج و عمرے پر بھی نہیں گیا، جی حضور میں نہیں گیا۔ حضرت نے خطاب میں جو فرمایا اس کا حاصل ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

متعدّد حضرات نے متعدّد بار پیش کش کی اور بعض نے گھر کے سارے افراد کے لیے خواہش کا اظہار کیا کہ ہم سب کا ٹکٹ نکال دیتے ہیں مگر ہم نے سب کو ایک ہی جواب دیا کہ میں کس منھ سے بار گاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضری دوں گا، اگر آقا کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے خادم! تو آ گیا، حالاں کہ توہین ہماری ہو رہی ہے اور ختمِ نبوت پر حملے ہو رہے ہیں۔

آپ ذرا غور فرمائیں کہ حج و زیارت کے لیے عشاق کی قلبی آرزو ہوتی ہے، مگر واقعی آپ کے عشقِ صادق کو داد دینا پڑتی ہے کہ شیدائیوں نے خود پیش کش کی اور پورے گھر کے افراد کے لیے تمنا ظاہر کی مگر واہ رے غیرتِ مسلم، یہ آپ کا اخلاص تھا، اسی اخلاص کی برکت تھی کہ آپ کے جنازے میں جتنے کثیر لوگ ہوئے، جہاں تک ہماری معلومات ہے، دنیا میں کسی عالم کے جنازے میں اتنے افراد شریک نہیں ہوئے

حاتم طائی کے بیٹے اور بیٹی کا ایمان افروز واقعہ:

حضرت نسائی جن کی سنن نسائی ہے، ان کے گاؤں نساء میں صحابۂ کرام پہنچے تو سارے مرد بھاگ گئے، بس عورتیں ہی عورتیں تھیں، جب مسلمان مجاہدین کو پتہ چلا کہ یہاں تو عورتیں ہی عورتیں ہیں، تو انھوں نے یہ نہیں کہا کہ یہ غیروں کی عورتیں ہیں، قتل و غارت گری، لوٹ مار کرو، کہا: نہیں! عورتوں سے ہم کو لڑنے کی کوئی ضرورت نہیں، وہ اس گاؤں کو چھوڑ کر واپس آ گئے، وہ عورتوں کو چھوڑ کر واپس آ گئے اور تم کیا کر رہے ہو؟

حاتم طائی کی بیٹی ننگے سر حضور ﷺ کے سامنے آئی تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا، وہ قید ہو کر آئی اور آقا نے فرمایا: کیا چاہتی ہو؟ کہا کہ مجھے یہاں نہیں رہنا، مجھے میرے بھائی عاتم طائی کے یہاں ملک شام جانا ہے، آپ مجھے سواری دیں، راستے کا خرچہ دیں، زادِ راہ دیں اور مجھے آزاد کر دیں۔ حضور نے فرمایا: ان کو سواری بھی دے دو، ان کو کپڑے بھی دے دو، ان کو بحفاظت شام روانہ کر دو، جب وہ ملک شام پہنچیں تو بھائی نے پوچھا کہ تو کہاں سے آ رہی ہے، بہن نے کہا میں تو رسول اللہ کے دربار سے آ رہی ہوں۔ تو پھر کیا ہوا؟ کہا میں تو قید ہو گئی تھی، تو پھر کیا ہوا، تجھے قتل نہیں کیا، کہا قتل کی بات کرتے ہو۔ بھائی نے کہا کہ تو نے کیسا ان کو پایا؟ کہا: بھائی جان! میں نے ان کو بہت بہتر پایا، بھائی نے کہا: میں تو ان کو نہیں مانتا، کہا ایک بار جا تو سہی، ایک بار دیکھ تو سہی۔۔۔ پنجابی۔۔۔۔ بہن نے پھر کہا ایک بار جا تو سہی، ایک بار ان کا خلقِ عظیم دیکھ تو سہی، ان کے اخلاق و آداب دیکھ تو سہی۔

خیر بھائی کسی طرح تیار ہو کر مدینہ منورہ پہنچا، پتہ چلا کہ حضور مسجدِ نبوی میں موجود ہیں، بتایا کہ میں جب مسجدِ نبوی پہنچا تو حضور دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے [درمیان دوسری باتیں آ گئیں]

حاتم طائی کے بیٹے نے کہا کہ **میرے دل نے گواہی دی کہ یہ اللہ کے رسول ہیں**۔ پھر حضور نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے در اقدس کی طرف چل پڑے، کہنے لگے، راستے میں ایک بوڑھی مائی مل گئی۔ مائی بھی ہووے اور بڈھی بھی ہووے، کہنے لگے کہ انھوں نے لمبی گفتگو حضور سے کی، حضور کے چہرۂ انور پر ناگواری کے آثار ظاہر نہیں ہوئے، کہنے لگے میں تو کھڑے کھڑے تھک گیا، مگر رسول اللہ نے اس مائی سے نہیں فرمایا کہ مائی بس کر، کہنے لگے کہ انھوں نے اپنی گفتگو مکمل کی، تو پھر حضور چلنے لگے، **تو دوسری بار میرے دل نے گواہی دی کہ حضور اللہ کے رسول ہیں**۔ کہنے لگے، رسول اللہ گھر تشریف لے آئے تو حضور کی ایک دُلائی تھی، جس پر حضور آرام فرماتے تھے، اس میں کھجور کی چھال، کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔

حضور ﷺ کا بدن مبارک انتہائی نرم و نازک تھا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دس سال حضور کی خدمت کی تھی، حضور کے ہاتھوں کو بوسہ دیتا، چومتا، ہزاروں بار چومتا، نہ میں کوئی ریشم، نہ کوئی نرم کپڑا میرے ہاتھوں میں آیا جو حضور ﷺ کے ہاتھوں سے زیادہ نرم اور ملائم ہوتا۔

دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان:

ہم نے عاشقانِ رسول خاتم النبیین ﷺ کی کشت و خون میں

لپٹی ہوئی بہت سی دردناک کہانیاں پڑھی ہیں۔ہم نے یہ عالم تصور میں بھی نہیں سوچا تھا کہ ہم بھی کسی ایسے مرد مجاہد اور جسم و جان سے بے پرواہ عاشق زار کے دور میں رہیں گے۔ اربوں کھربوں سلام ہوں اس مدنی تاجدار، خاتم النبیین کی ذات اقدس پر کہ ان جیسا خوبرو اور نورانی پیکر دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوا اور نہ قیامت تک، اللہ تعالیٰ پیدا فرمائے گا۔

وہ خاتم النبیین جن کے صدقے میں اللہ تعالیٰ نے زمین و زماں اور مکین و مکاں پیدا فرمائے، وہ خاتم النبیین ﷺ عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ نے انبیاے کرام اور رسولانِ عظام کی ارواح سے حمایت و اطاعت کا عہد و پیمان لیا، شب معراج مسجد اقصیٰ میں امامت کے مصلے پر ہمارے آقا خاتم النبیین ﷺ تھے اور سارے انبیا و رسل آپ کی اقتدا میں نماز ادا کر کے آپ کی حمایت و اتباع کر رہے تھے۔

وہ خاتم النبیین ﷺ جن کی رفعت کو اللہ تعالیٰ نے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ فرما کر بلندیوں کی شاہ راہ کا دولھا بنا دیا۔ عاشق رسول ﷺ مجدد و مفکر امام احمد رضا محدث بریلوی عرض کرتے ہیں:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا، ذکر ہے اونچا تیرا
مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

سید صبیح الدین رحمانی کا یہ شعر بھی دیکھیے۔

پست وہ کیسے ہو سکتا ہے جس کو رب نے بلند کیا
دونوں جہاں میں ان کا چرچا کل بھی تھا اور آج بھی ہے

عاشق رسول کائنات ﷺ علامہ اقبال نے اس آیت کی تلمیح میں کمال فرما دیا ہے۔

اقبال نے "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" کی تلمیح سورہ الم نشرح کی آیت 4 سے اخذ کی ہے اور پوری آیت کو مصرع بنا دیا ہے۔ فرمایا گیا "(اے محبوب) **اور ہم نے تمھارے لیے تمھارا ذکر بلند کر دیا** اقبال نے اس آیت کو اپنے کلام میں "بانگ درا" کی نظم "جواب شکوہ" کے درج ذیل 34ویں بند میں استعمال کیا ہے:

دشت میں، دامن کوہسار میں، میدان میں ہے
بحر میں، موج کی آغوش میں، طوفان میں ہے
چین کے شہر، مراقش کے بیابان میں ہے
اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے
چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعت شاں "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" دیکھے

سورہ الم نشرح مکی ہے جبکہ کوئی شخص یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جس رسول کریم ﷺ کے ساتھ گنتی کے چند شیدائی ہوں اور وہ بھی شہر مکہ تک محدود ہوں، اس شخص کے ذکر کا آوازہ دنیا بھر میں کیسے بلند ہو سکتا ہے؟ مگر عشاق مصطفےٰ ﷺ کو مکمل یقین تھا، اللہ تعالیٰ نے جیسا فرمایا ویسا ہی ہوا۔

بیعت اور خلافتیں:

آپ سلسلہ عالیہ نقش بندیہ مجددیہ میں کوٹلی آزاد کشمیر کے معروف شیخ طریقت حضرت الحاج خواجہ محمد عبد الواحد صدیقی [المعروف بہ حاجی پیر صاحب] قدس سرہ سے شرف بیعت رکھتے تھے۔ آپ کو اپنے سلسلے کے بزرگوں سے حد درجہ عقیدت و محبت تھی۔ سلسلۂ عالیہ نقش بندیہ کے عظیم شیخ، امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کو کون نہیں جانتا، جنھوں نے اپنے عہد میں اکبر اور ابتدا میں جہانگیر کے فتنوں کا بروقت جواب دے کر اپنے مجدد الف ثانی ہونے کا حق ادا فرما دیا، آپ کے دربار میں جب علامہ اقبال حاضر ہوئے تو یوں گویا ہوئے۔

حاضر ہُوا میں شیخِ مجدّد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار
اس خاک کے ذرّوں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفَس گرم سے ہے گرمیِ احرار

حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے عہد میں بادشاہوں کے باطل افکار و معمولات کے خلاف جہاد فرمایا اور کامیاب بھی ہوئے، آپ بھی انھیں کے سلسلۂ نقش بندیہ سے وابستہ تھے، علم و عشق کی حرارت تھی، آپ نے بھی اپنے عہد کے باطل افکار اور معمولات کے خلاف جہاد فرمایا اور سلسلۂ قادریہ اور نقش بندیہ کا فیضان ہوا اور آپ بھی کامیاب و کامران ہوئے۔

خونی رشتہ تو بلا شبہہ موثر ہوتا ہے مگر روحانی رشتہ اس سے کہیں زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔ آپ کو اپنے مطاع و محبوب امام احمد رضا قدس سرہ کے خانوادے کے چشم و چراغ تاج الشریعہ حضرت مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری قدس سرہ سے سلسلہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں خلافت و اجازت حاصل تھی، اسی طرح اسی سلسلے کی خلافت و اجازت نباض قوم مرشد طریقت حضرت علامہ مفتی ابو داؤد محمد صادق علیہ الرحمہ سے بھی

حاصل تھی۔

اپنے شیخ اجازت نائب محدث اعظم پاکستان، نباضِ قوم الحاج مفتی ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی قدس سرہ سے آپ حد درجہ عقیدت و محبت رکھتے تھے، خود احقر راقم مبارک حسین مصباحی عفی عنہ کے پاس "ماہ نامہ رضائے مصطفیٰ"، گوجرانوالہ پاکستان پابندی سے آتا تھا۔ حضرت نباض قوم عظیم مقتدر شخصیت تھی، حق گوئی و بے باکی ان کے رگ وریشے میں موج زن تھی، آپ اپنے اسلاف خاص طور پر عاشقِ رسول ﷺ مجدد و مفکر امام احمد رضا محدث بریلوی اور محدثِ اعظم پاکستان حضرت علامہ شاہ سردار احمد گورداس پوری علیہ الرحمۃ والرضوان کے نقوش قدم پر چلنے کی بھر پور کوشش فرماتے تھے۔ بد عقیدوں، گمراہ گروں، بد عمل لیڈروں کے خلاف مسلسل لکھتے بھی تھے اور اپنے ادارہ کے قلم کاروں خاص طور پر مدیر محترم سے لکھواتے بھی تھے۔ حضرت امیر المجاہدین قدس سرہ بھی ان کے حد درجہ معتقد تھے، آپ اپنے عہد طالب علمی سے ان کے ماہ نامہ رضائے مصطفیٰ کے قاری اور شیدائی تھے، ان کے اوصافِ حمیدہ بڑی حد تک آپ میں بھی آگئے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے در کے کتوں کا کتا بننا تو بڑی بات ہے، میں اسٹیج پر موجود بزرگ نباض قوم حضرت علامہ شاہ مفتی ابو داؤد محمد صادق رضوی کا کتا بننے کے لائق بھی نہیں ہوں۔ آپ اپنے مرشدِ اجازت کی استقامت، شجاعت، حق گوئی اور ثبات قدمی کے نہ صرف معتقد تھے بلکہ بطور حوالہ بیان فرماتے تھے۔ آپ اپنے اسفار میں ان کے خطابات، نعتیں اور ترانے سماعت فرماتے تھے اور پھر ان کے حوالے سے عشق و محبت میں جھوم کر اپنے خطابات میں بیان فرماتے تھے۔ 2015ء میں جب آپ جامع مسجد گلزار حبیب ای بلاک، سبزہ زار، لاہور تشریف لائے، دوران محفل آپ کو نباض قوم علیہ الرحمہ کی قمیص مبارک اور رومال شریف پیش کیا تو عقیدت سے آپ نے انھیں اپنے سر پر رکھ لیا۔

پروفیسر حافظ عطاء الرحمٰن دامت برکاتہم القدسیہ لکھتے ہیں:

"جاگ اٹھے ہیں اہلِ سنت گونج اٹھا یہ نعرہ ہے
دور ہٹوائے دشمنِ ملت پاکستان ہمارا ہے

خود بھی پڑھتے اور جلسوں میں پڑھا کر خوش ہوتے اور کہا کرتے کہ 1974ء میں جہلم میں کیے ہوئے حضور نباض قوم کے بیان سے ہی میں نے (درج ذیل) عبرت آموز اشعار سنے تھے۔

وہ قوم جو کل کھیلتی تھی شمشیروں کے ساتھ
آج سینما دیکھتی ہے اپنے ہمشیروں کے ساتھ

اور

ڈرو اللہ سے ہوش کرو، مکر و فریب سے کام نہ لو
یا اسلام پہ چلنا سیکھو یا اسلام کا نام نہ لو

زینت المساجد گوجرانوالہ میں امیر المجاہدین نے ایک بیان کا یوں آغاز فرمایا: یہاں تقریر کرنا میرے لئے امتحان بھی ہے کہ جنھوں نے ساری زندگی بڑی دلیری کے ساتھ اور بڑی غیرت کے ساتھ حضور ﷺ کے دین پر پہرا دیا اور ساری زندگی انہوں نے دائیں بائیں نہیں دیکھا کہ چھوٹا آیا بڑا آیا، عہدے والا آیا، غریب آیا، امیر آیا اپنا آیا، بیگانہ آیا، شریعت کی بات دوٹوک انداز میں آپ نے فرمائی... اگر اور مگر، کم اور کیسے، کتنا اور اتنا آپ کی ڈکشنری میں لفظ نہیں تھے ... میری مراد منزہ عن الالقاب پیر طریقت، رہبر شریعت، اہل سنت کی پہچان اور نشان مفتی اعظم عالم اسلام حضرت قبلہ علامہ ابوداؤد محمد صادق صاحب متعنا اللہ بطول حیاتہ... (خطاب بموقع عرسِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ)"

امیر المجاہدین ہند کے دو عظیم روحانی بار گاہوں کے فیض یافتہ تھے۔ حضرت امام ربانی مجددِ الف ثانی کی بار گاہ سے آپ نے عقیدۂ توحید کا فیض لیا اور مضبوطی سے نہ صرف خود قائم رہے، بلکہ زمانے کو درسِ توحید دیتے رہے اور انھیں کی طرح میدانِ عمل میں جہاد فرماتے رہے۔ اور دوسرے عظیم مجدد و مفکر امام احمد رضا قدس سرہ کی بار گاہ سے عشقِ رسول ﷺ کا جام پیا اور دنیا کے تمام گستاخان رسول ﷺ کو للکارتے رہے۔ آپ کے سامنے دونوں طرح کے گستاخ تھے، بنام مسلمان جو گستاخی کرتے ہیں ان میں قادیانی، دیوبندی اور وہابی تھے۔ اور ایک طبقہ ان آزاد غیر مسلم گستاخوں کا تھا جیسے عہدِ حاضر کے عیسائی، یہودی اور دہریے وغیرہ۔

تصنیفی اور صحافتی خدمات:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیگر خصوصیات کے ساتھ بلند پایہ قلم کار بھی بنایا تھا، جب آپ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں دورۂ حدیث فرما رہے تھے تو آپ نے "فقیہِ اسلام امام احمد رضا قادری بریلوی بحیثیت مرجع العلماء" کے عنوان سے جاندار مضمون تحریر فرمایا تھا۔ اس وقت تک مطبوعہ سات جلدوں کا آپ نے مطالعہ فرمایا، علما اور دانش وروں کے اسما الگ رقم فرمائے اور دیگر سائلین کے اسما الگ لکھے، رضا

فاؤنڈیشن لاہور کی مرتب و مترجم جدید ایڈیشن کی جلد اول میں اسے شائع کیا گیا، یہ موضوع بجاطور پر مطالعہ کے لائق ہے

اس کے علاوہ بھی آپ نے 681 صفحات پر "تیسیر ابواب الصرف" تحریر فرمائی جس کا مطبوعہ ایڈیشن نیٹ پر موجود ہے، یہ کتاب متعدّد بار شائع ہو چکی ہے۔ اس کے بعد آپ نے 680 صفحات پر "تعلیلات خادمیہ" لکھی وہ بھی ہمارے روبرو ہے۔ یہ کتاب بھی بڑی معرکہ آرا اور تحقیقی دستاویز ہے۔

آپ کی سرپرستی میں "ماہ نامہ العاقب" لاہور سے شائع ہوتا رہا، اس میں اور دیگر رسائل و جرائد میں بھی آپ کے کثیر مضامین اور گراں قدر تحریریں شائع ہوئیں۔ اگر یہ سب تحریریں یکجا شائع نہیں ہوئی ہوں تو کوئی صاحبِ فکر وقلم ان کو یکجا مرتب کر دے۔ ماہ نامہ العاقب لاہور کے متعدّد نمبر بھی شائع ہوئے، ان میں ایک "تحفظِ ناموسِ رسالت" بھی 184 صفحات پر مشتمل ہے۔ ہم ان تمام میں سے چند ایک پر اظہارِ خیال کرتے ہیں:

حضرت علامہ فضلِ حق خیر آبادی و جنگ آزادی 1857 نمبر:

فدایانِ ختم نبوت کا ترجمان "العاقب لاہور" نے نابغۂ روزگار امام المتکلّمین قائدِ حریت قائدِ تحریکِ آزادی **حضرت علامہ فضلِ حق خیر آبادی و جنگ آزادی 1857 نمبر۔**

ٹائٹل پر اس کے نیچے رقم ہے:

بشمول متعدّد حصہ "**ماہ نامہ الہام**" **بہاولپور** علامہ فضلِ حق خیر آبادی نمبر، "**ماہ نامہ اشرفیہ**" "**مبارک پور**" جنگ آزادی 1857 نمبر۔

اس کے نیچے جلی حروف میں یہ مقدس اسم گرامی نقش ہے۔

زیرِ سرپرستی: حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی۔

اس وقت ہمارے پیشِ نظر یہ 544 صفحات پر مشتمل فکر انگیز علمی اور تاریخی نمبر ہے، سچائی یہ ہے کہ عاشقِ رسول، محافظِ ناموسِ رسالت حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی قدس سرہ سے یہ ہماری اولین شناسائی تھی۔ در اصل ماہ نامہ "العاقب" لاہور کا نام اس حدیث کا ٹکڑا ہے۔ حدیثِ پاک نمبر کے تیسرے صفحہ پر ختم نبوت کا اعلان حق ببانگِ دہل کر رہی ہے "سرکار دوعالم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: اَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ"۔

یہ جلد 2، شمارہ 7 تا 9 رجب تا رمضان 1430ھ / جولائی تا دسمبر 2009ء ہے۔ اس خاص نمبر کا ہدیہ 150 روپے ہے، جب کہ سالانہ 240 ہے۔ نصف صفحے پر تیس مجاہدینِ آزادی اور تقسیمِ وطن کے ذمہ داروں کے اسمائے گرامی جگمگا رہے ہیں۔ مدیر ہیں باوقار صحافی اور ذمہ دار قلم کار حضرت مولانا "محمد وحید نور" دام ظلہ العالی۔ صفحہ 4 پر یہ ایک عبارت نوٹ کی گئی ہے جس میں تحریک "فدایانِ ختم نبوت" کا مختصر تعارف، مرکزی امیر اور ناظمِ اعلیٰ کا ذکر خیر ہے۔ ذیل میں اکثر حصہ ملاحظہ فرمائیے۔

> "قائدِ اہلِ سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی اور مجاہدِ ختم نبوت حضرت صوفی ایاز خان نیازی کی قائم کردہ مجاہدین ختم نبوت پر مشتمل تنظیم "فدایانِ ختم نبوت" اشاعت اسلام خصوصاً تحفظِ ختم نبوت کے لیے میدانِ عمل میں ہے۔ 1973ء میں قائم کردہ "تنظیم فدایانِ ختم نبوت" کی 1995ء میں "تحریک فدایانِ ختم نبوت" کے نام سے تنظیم نو کی گئی۔ 2000ء میں "تحریک فدایانِ ختم نبوت" اور "تحریک تحفظ ختم نبوت" کو ختم کر کے موجودہ تنظیم "فدایانِ ختم نبوت" کی بنیاد رکھی گئی۔
>
> اس وقت فدایانِ ختم نبوت پاکستان کے مرکزی امیر شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی اور مرکزی ناظم اعلیٰ، خطیبِ پاکستان حضرت مولانا خان محمد قادری ہیں۔ ان حضرات کی باعلم وعمل اور متحرک قیادت نے فدایانِ ختم نبوت کو مقام ختم نبوت کے تحفظ کے لیے بہت جلد اہل سنت و جماعت کی مستند اور نمائندہ ٹیم بنایا ہے۔" (ص:4)

آپ نے فدایانِ ختم نبوت کا مختصر تعارف ملاحظہ فرمایا، تحریکیں اور ادارے بنا لینا آسان ہوتا ہے، مگر انھیں پوری زندگی سے جاری رکھنا، افراد کو ان سے جوڑنا، قدم قدم پر معاونین کی آرا کو ملحوظِ خاطر رکھنا اور پل پل ایثار و قربانی پیش کرنا انتہائی مشکل کام ہوتا ہے۔ امیر المجاہدین بے باک مجاہد پاسبانِ ختم نبوت اور محافظِ ناموسِ رسالت شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ محمد خادم حسین رضوی قدس سرہ العزیز ہیں، آپ نے واقعی وہ مجاہدانہ کارنامہ انجام دیا کہ ایک عالم آپ کا مداح اور شیدائی ہو گیا۔ بلاشبہہ آپ اللہ تعالیٰ کے حقیقی محبوب تھے،

ناموس مصطفیٰ ﷺ کی حرمتوں کے حقیقی چوکیدار تھے۔ اب اس کے بعد آپ "ماہ نامہ العاقب" لاہور کا پس منظر و پیش منظر ملاحظہ فرمائیے، العاقب کے ایڈیٹر لکھتے ہیں:

"چند سال قبل کراچی کے احباب نے حضرت صوفی ایاز خان نیازی کی سرپرستی میں ایک مجلے کے اجرا کا فیصلہ کیا۔ مجلے کے نام کو حدیث خاتم النبیین "انا العاقب و العاقب الذی لیس بعدہ نبی" سے استخراج کر کے "العاقب" مقرر کیا لیکن اللہ رب العزت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ احباب کراچی تو اس مجلے کا اجرا نہ کر سکے اور یہ توفیق اہل لاہور کو نصیب ہوئی۔ ذالك فضل الله یؤ تیہ من یشاء ."

حضرت مدیر محترم مزید فرماتے ہیں:

"مجلہ العاقب کی انتظامی ٹیم کی قیادت و سرپرستی استاذ العلما حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی فرما رہے ہیں حضرت استاذ العلما اس وقت فدایانِ ختم نبوت پاکستان کے مرکزی امیر بھی ہیں۔ علمی و تحقیقی میدان میں آپ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے شیخ الحدیث اور کئی کتب کے مصنف ہیں۔

مجلہ "العاقب" نسل نو میں اسلامی صحافت کے فروغ کا علَم لیے میدانِ عمل میں حاضرِ خدمت ہے۔ ان شاء اللہ "العاقب" سُنّی صحافت میں غفلت سے بیداری کی جانب توانا قدم ثابت ہوگا۔ رسالے کی پیشانی پر جن ستاروں کے نام چمک رہے ہیں یہ درخشندہ ماضی کی ادنیٰ جھلک ہے وگرنہ تفصیل کہاں ممکن؟......

"العاقب" کی پوری ٹیم کا عزم صمیم ہے کہ اس میں شائع ہونے والی تحریریں حتی الامکان با مقصد و بامعنیٰ اور اشتہارات معیاری ہوں۔ تاہم مجلے کی مزید بہتری کے لیے آپ کی مثبت تنقید و تائید کا شدت سے انتظار رہے گا۔"

ایڈیٹر العاقب (ص:12)

یہ وقیع، علمی اور تاریخی نمبر تین حصوں پر مشتمل ہے، پہلا حصہ امام المتکلمین حضرت علامہ فضلِ حق خیر آبادی کی عالی وقار علمی، روحانی اور فقہی شخصیت پر ہے۔ دوسرا حصہ مجاہدِ آزادی حضرت علامہ فضلِ حق خیر آبادی کا جہاد کا فتویٰ اور انقلاب 1857ء کی خونچکاں داستانِ حریت ہے۔ جزیرۂ انڈمان میں قید و بند کی صعوبتیں اور خون کے آنسو رُلا دینے والی وصالِ پر ملال کی غم انگیز کہانی ہے اور تیسرے حصے میں منظومات ہیں جن کا تعلق حضرت علامہ فضلِ حق خیر آبادی قدس سرہ سے ہے۔

اب آپ ذیل میں اداریے کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیے:

"علامہ فضل حق خیر آبادی تاریخ کے مظلوم کرداروں میں سے ایک ایسا کردار ہے جس پر کہیں اپنوں نے ظلم ڈھائے ہیں تو کہیں غیروں نے، غیروں سے کیا گلہ شکوہ کرنا غیر تو غیر ہوتے ہیں ان سے یہ توقع رکھنا کہ وہ آپ کی یا آپ کے اکابر کی تعریف و توصیف میں قصیدے کہیں تو یہ ہماری نادانی اور بے وقوفی ہی ہوگی۔ **گلہ تو اپنوں سے ہے کہ جو سب جانتے ہوئے بھی آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ جو صلح کلیت کی چھتری کے سائبان کو استعمال کرنے اور اس سے لطف اندوز ہونے کے لیے اپنے سچے اور پکے بزرگوں کو اپنے مفادات کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں۔"**

مدیرِ محترم بلا شبہہ عظیم صحافی اور دانش ور ہیں، آپ نے اپنے عہد کے بعض علما اور دانش وروں پر تنقید کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ آپ نے اپنے اکابر علما، محققین اور مشائخ کو صلح کلیت کا لبادہ پہنا کر دفن کر دیا، حالاں کہ ان کی وقیع خدمات آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل تھیں اور وہ بھی عظیم شخصیت، مجاہدِ آزادی استاذ مطلق تقویۃ الایمان کی تردید میں "تحقیق الفتویٰ" لکھنے والے رجلِ عظیم کو نظر انداز کر دیا مگر ہم یہاں ٹھہر کر ہزاروں مبارک باد پیش کرتے ہیں جنھوں نے یہ کارنامہ انجام دیا یعنی ناموسِ رسالت مآب ﷺ کے اس عظیم پاسبان نے جو اپنے عہد میں امیر المجاہدین تھا، یہ روداد بھی آپ انھیں مدیرِ محترم کے قلم سے پڑھیے۔

"رواں برس فدایانِ ختم نبوت پاکستان کے مرکزی امیر شیخ

الحدیث حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی متعنا اللہ بطول حیاتہ نے خصوصی حکم فرمایا کہ اس سال مجاہد کبیر علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ کی حیات و خدمات پر ایک وقیع نمبر شائع کرنا ہے۔ استاذ مکرم و امیر محترم کے حکم کی تعمیل میں جب عملی قدم اٹھایا تو دو راستے نظر آئے۔ ایک یہ کہ علامہ کی حیات و خدمات پر اہل قلم سے نئے مقالہ جات لکھوائے جائیں اور دوسرا یہ کہ پہلے سے شائع شدہ مواد کو از سر نو تدوین و ترتیب کے ساتھ منظر عام پر لایا جائے۔ پہلا راستہ خاصا وقت طلب اور دوسرا تعاون طلب تھا۔ یہ ساری صورتحال جب حضرت استاد محترم کے سامنے پیش کی تو آپ نے حکم دیا کہ جو مواد شائع ہو چکا ہے اور اب لائبریریوں کی پرانی فائلوں میں ہے اسے تو لازمی منظر عام پر لایا جائے جب کہ اس کی کمپوزنگ ہونے تک جو لکھاری اپنے مقالے ارسال کر دیں انہیں بھی شامل اشاعت کر دیا جائے۔"

فدایانِ ختم نبوت پاکستان کے مرکزی امیر کی سرپرستی میں جو دونوں راستے نکالے گئے، یہ بلا شبہہ حق تھے، انھیں پر عمل بھی کیا گیا۔ اب حضرت مدیر محترم لکھتے ہیں:

"چنانچہ ہفت روزہ الہام (جواب ماہنامہ الہام ہو چکا ہے) کے روح رواں پروفیسر شاہد حسن رضوی صاحب سے رابطہ کیا اور انہیں اپنا مدعا بیان کیا۔ پروفیسر صاحب نے علم دوستی کا ثبوت دیتے ہوئے نہ صرف بخوشی اس نمبر کی دوبارہ اشاعت کی اجازت دے دی بلکہ اپنا ایک مقالہ بھی ہمارے نمبر کے لیے بھیج دیا۔ ہم نے اپنے اس نمبر میں ماہنامہ الہام کے شائع کردہ علامہ فضل حق خیر آبادی نمبر 28 اکتوبر 1985ء کا اکثر حصہ لیا ہے۔

اس تحریر کی روشنی میں ہمیں غم بھی ہوا کہ تلاش کرنے کے باوجود ہفت روزہ "الہام" 28 اکتوبر 1985ء کا صرف علامہ فضلِ حق خیر آبادی نمبر دستیاب ہو سکا، اس سے ہم اہلِ سنت کی قلمی بے حسی اور تاریخی بے رخی کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ مگر پاکستان میں ہر موضوع پر ایسا نہیں۔ سرِ دست ہم عرض کیے دیتے ہیں کہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے ترجمان **ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور** نے چھ سو سے زائد صفحات پر مشتمل مضامین باضابطہ کمپوز کرا لیے ہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ جلد ہی اس کی اشاعت عمل میں آجائے گی۔ ہمیں خوشی اس بات کی ہوئی کہ [ہفت روزہ] اب "ماہ نامہ الہام" بہاول پور کے روح رواں پروفیسر شاہد حسن رضوی نے نہ صرف پسندیدگی کا اظہار فرمایا بلکہ اپنا وقیع مقالہ بعنوان "علامہ فضل حق خیر آبادی ایک تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ" لکھ کر پیش کیا۔ ڈاکٹر شاہد حسن رضوی معروف ادیب و شاعر سید شباب دہلوی کے ہاں 1957ء میں پیدا ہوئے، اپنے والد گرامی کے وصال کے بعد آپ "سہ ماہی الزبیر" بہاول پور کے بھی مدیر اعلیٰ ہیں۔ اردو ادب کی دنیا میں یہ سہ ماہی جریدہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

حضرت مدیر محترم اپنے اداریے میں مزید لکھتے ہیں:

"علامہ فضل حق خیر آبادی پر نمبر کی ترتیب کے وقت اشد سے یہ خیال دامن گیر رہا کہ جنگ آزادی 1857ء کا بھی اگر ساتھ تذکرہ شامل ہو جائے تو اس نمبر کی افادیت دوبالا ہو جائے گی چنانچہ بعد از مشاورت جنگ آزادی 1857ء سے متعلقہ مواد کو بھی اس نمبر کی زینت بنایا گیا ہے۔ **اس حصے کا بیشتر مواد ماہ نامہ اشرفیہ مبارکپور انڈیا کے انقلاب 1857ء نمبر مطبوعہ اگست ستمبر 2008ء سے لیا گیا ہے۔ ادارہ العاقب ماہ نامہ اشرفیہ کے مدیر اعلیٰ مولانا مبارک حسین مصباحی اور ان کی پوری ٹیم کا بے حد مشکور ہے** کہ انہوں نے ہمیں اس نمبر کا اکثر حصہ پاکستان میں شائع کرنے کی اجازت دی۔"

ہمیں بے پناہ مسرت ہوئی کہ ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور کا انقلاب 1857 نمبر کے وقیع مضامین ماہ نامہ العاقب لاہور کے اس خصوصی نمبر میں شامل ہوئے ہیں۔ سرپرست و نگران حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی کے حکم پر مدیر محترم نے متعدد شمارے ارسال فرمائے، اس میں ہمارا اداریہ بھی بحیثیت مضمون شامل کیا گیا ہے، جس کا ذکر ہم جلد ہی کریں گے، ہم اس کے لیے نگراں امیر المجاہدین، حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی قدس سرہ، خطیبِ پاکستان، حضرت مولانا حافظ خان محمد قادری اور مدیر محب مکرم حضرت مولانا محمد وحید نور اور ان کی ٹیم کے حد درجہ شکر گزار ہیں۔

"اس کے علاوہ محترمہ ڈاکٹر قمر النساء دارالعلوم انوار العلوم حیدر آباد دکن کے پی ایچ ڈی مقالہ "**العلامہ فضل حق الخیر آبادی**" مطبوعہ مکتبہ قادریہ

لاہور اور محترمہ سلمیٰ سہول انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کے مقالہ **علامہ محمد فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمۃ** مطبوعہ المتاز پبلی کیشنز لاہور سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔"

حضرت مدیر محترم نمبر کے تیسرے حصے منظومات کے تعلق سے وضاحت فرماتے ہیں، اسی کے ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس میں پانچ سو افراد کا اجمالی اور سو افراد کا تفصیلی ذکر آ گیا ہے۔ مدیرِ محترم لکھتے ہیں:

"اس نمبر کا اصل مقصود علامہ فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمۃ کی حیات وخدمات پر روشنی ڈالنا تھا۔ اس کے ضمن میں جنگ آزادی 1857 کا ذکر ہوا ہے لہٰذا حصۂ نظم وقطعات کو علامہ فضل حق کے ساتھ ہی خاص رکھا گیا ہے تاکہ اصل مقصود کی افادیت برقرار ہے۔ علاوہ ازیں علامہ فضل حق کے طفیل اس نمبر میں تقریباً500 سے زائد افراد کا اجمالی اور 100 کے قریب افراد کا تفصیلی ذکر ہوا ہے۔" (ص:20تا22)

ان اقتباسات سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس عظیم نمبر کی ترتیب و اشاعت امیر المجاہدین حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے حکم پر ہوئی، ہمارے حضرت کسی کام میں مقصد اور منزل پر نظر رکھتے تھے۔ راہ کی صعوبتیں تو خود بخود حل ہو جاتی ہیں۔ جو لوگ شہرت و نام وری کے چکر میں رہتے ہیں ان سے کوئی قابلِ ذکر کام بھی نہیں ہوتا اور جب کوئی قابلِ ذکر کام نہیں ہوتا تو نام کہاں سے ہوگا۔ حضور حافظِ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کا مشہور ارشادِ گرامی ہے: "کام کرو کام، جو لوگ نام کے چکر میں رہتے ہیں، کام بھی نہیں ہوتا اور نام بھی نہیں ہوتا" یہ سب مخلصین کی باتیں ہیں، ان کا تعلق دلوں سے ہے صرف عقلوں سے نہیں، علم تو ملعون ابلیس کے پاس بھی تھا، مگر وہ اپنے تکبر سے حکمِ ربانی کا منکر ہوا اور ہمیشہ ہمیش کے لیے بارگاہِ الٰہی کا مردود اور ذلت و رسوائی کی آخری حد تک پہنچا دیا۔

حضرت مدیر محترم نے اس اداریے میں مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی عبد القیوم ہزاروی علیہ الرحمۃ کی اہلیہ محترمہ پر تعزیتی تحریر رقم فرمائی ہے۔ محترمہ مرحومہ کا وصال پر ملال 10 جولائی 2009ء بروز جمعہ رات 12 بجے ہوا۔ دوبار نماز جنازہ ہوئی، کثیر تعداد میں علمائے کرام اور عوام نے شرکت کی۔ آپ کی تدفین شیخوپورہ میں کی گئی، محترمہ انتہائی صالحہ اور دین وسنیت کی سچی خدمت گزار تھیں۔

اس کے بعد آپ نے تنظیم المدارس اہلِ سنت اور جامعہ نعیمیہ لاہور کے ناظمِ اعلیٰ حضرت مولانا ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی ازہری قدس سرہ کا شہادت نامہ تحریر فرمایا، آپ کو 12 جون 2009 کو نماز جمعہ کے بعد ایک خودکش حملہ آور نے شہید کر دیا تھا، ان کی شہادت پر ہم نے بھی ایک طویل تحریر لکھنے کا شرف حاصل کیا تھا۔

آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ "فدایانِ ختم نبوت کی طرف سے قادیانیوں سے تعلقات اور معاملات کے ضمن میں ایک استفتا مرتب ہوا تو ملک بھر کے جید اور چنیدہ مفتیانِ کرام اور علمائے ذیشان سے اس پر فتویٰ طلب کیا، راقم جب شہید مفتی صاحب کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے موصول ہونے والے دیگر فتاویٰ کو ایک نظر دیکھا اور پھر خود ہی جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور کی طرف سے جاری کیے گئے فتوے پر تائید و تصدیق کر دی، ساتھ ہی یہ تاکید بھی کی کہ "جامعہ نعیمیہ کے شعبہ دار الافتا سے بھی مفتیانِ کرام سے تصدیق کرالو۔"

اب ذیل میں مدیر محترم کا دوسرا اقتباس ملاحظہ فرمائیے:

"عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور ردِ قادیانیت کے ضمن میں ایک ملاقات میں راقم نے عرض کیا کہ اس وقت ایسے قلیل المدتی کورسز کی اشد ضرورت ہے جن میں ہمیں کم وقت میں ان امور پر قابل قدر دسترس ہو۔ آپ نے فوراً فرمایا آپ جاکر مولانا خادم حسین رضوی صاحب سے کہہ دیں کہ ایسے کورسز کے لیے میرا مدرسہ ہر وقت حاضر ہے۔ آپ کوئی مضبوط نظم قائم کریں اور اس کی ابتدا یہاں سے کریں۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے میری خدمات ہمیشہ آپ کے ساتھ ہیں۔"

حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی اور حضرت مفتی صاحب شہید کے باہمی گہرے روابط تھے، حضرت مدیر محترم رقم طراز ہیں:

"فدایان ختم نبوت کے مرکزی امیر حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی کے ساتھ مفتی

صاحب شہید کا باہمی عقیدت و محبت کا رشتہ تھا۔ اس کا اندازہ یوں لگایا جاسکتا ہے کہ 30 اپریل 2009ء کو جب حضرت علامہ کے والد محترم کا وصال ہوا تو اگلے دن جمعۃ المبارک کے باوجود ڈاکٹر سرفراز نعیمی علیہ الرحمۃ آٹھ دس گھنٹے کا طویل سفر کر کے نماز جنازہ میں شرکت کے لیے پہنچے اور مختصر خطاب بھی فرمایا۔" (ص:27)

ماہ نامہ "العاقب" لاہور کے اس ضخیم اور وقیع نمبر میں خاص تاریخی کام یہ کیا گیا ہے کہ مضامین نگاروں کا تعارف بھی بڑے سلیقے سے تحریر کیا گیا ہے۔ صفحہ 84 پر ماہ نامہ العاقب لاہور کے سرپرست امیر المجاہدین حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی قدس سرہ کا ایک انتہائی وقیع، فکر انگیز اور معلومات افزا مضمون ہے، آپ نے نمبر کی ضرورت کے پیشِ نظر حضور کے والدِ ماجد کی گراں قدر علمی، معقولاتی اور مقبول ترین روحانی شخصیت پر تحریر فرمایا ہے۔ عنوان ہے **"منقولات و معقولات کے ماہر مولانا فضلِ امام خیر آبادی۔"**

بفضلہٖ تعالیٰ احقر راقم مبارک حسین مصباحی عفی عنہ دو بار قصبہ خیر آباد شریف حاضر ہوا، ہم دونوں بار حضرت علامہ فضلِ امام خیر آبادی کے مزار اقدس پر حاضری کا شرف حاصل کیا۔ بلا شبہہ حضرت علامہ برصغیر میں معقولات کے امام تھے اور روحانی دنیا میں آپ کی تقویٰ شعاری بھی شہرۂ آفاق تھی، مگر افسوس! اس وقت اہلِ سنت و جماعت میں عام طور پر نہ تاریخ کے مطالعہ کا شوق ہے اور نہ تاریخ نگاری کا ذوق۔ ہمارے مآخذ عام طور پر ہمارے معاندین کی کتابیں ہوتی ہیں یا دین و سنیت سے بے نیاز عام تاریخ نگاروں کی۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے، انگریزوں سے جنگ آزادی کی تاریخ اٹھا کر دیکھیے عظیم مجاہدِ آزادی ٹیپو سلطان میسور سے لے کر بہادر شاہ ظفر تک سب کے سب اہلِ سنت و جماعت تھے۔ انقلاب 1857 میں بھی اکثر علماے اہلِ سنت اور دیگر قائدین تھے، انقلاب 1857ء کے وقت دار العلوم دیوبند کا وجود بھی نہیں تھا۔ تاریخ دار العلوم دیوبند کے مصنف لکھتے ہیں:

"حاجی محمد عابد کی مساعی سے 15 محرم الحرام 1283ھ/1866ء بروز پنج شنبہ اس مدرسہ کی بنیاد پڑی۔" (تاریخ دار العلوم دیوبند، جلد اول، ص:155)

اس مدرسہ کا نام "مدرسہ عربی و فارسی و ریاضی" رکھا گیا "سوانحِ قاسمی" میں ہے "سب سے پہلے اس مدرسہ کے مدرس ملا محمود صاحب ہیں، اور جاے مدرسہ فرشِ مسجد چھتہ، طالب علم مولوی عبد العزیز صاحب ہیں۔"

(سوانحِ قاسمی، جلد دوم، ص:262)

یہ بالکل غلط ہے کہ دار العلوم دیوبند کے بانی مولانا محمد قاسم نانوتوی ہیں، یہ تو بعد میں آئے، اس کے اصل بانی شیخ طریقت حضرت حاجی سید محمد عابد حسین (مدفون بتاریخ :28 ذی الحجہ 1331ھ) ہیں آپ کا مزار اقدس مزار شیدا دیوبند میں ہے، آپ کے مزار پر درج ذیل کتبہ لگا ہوا ہے۔

"یہ مزار حاجی سید محمد عابد حسین بانی دار العلوم [دیوبند] کا ہے۔"

یہ چند باتیں یہاں آگئیں مگر ان کا لانا بھی ضروری تھا جون 2009ء میں مضمون کی پیشانی پر امیر المجاہدین حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی قدس سرہ کے احوال درج ہیں۔ سرِ دست آپ یہ دو سطریں پڑھ لیں:

"اس وقت آپ فدایان ختم نبوت پاکستان اور مجلس علماے نظامیہ کے مرکزی امیر ہیں۔ اس کے علاوہ دار العلوم انجمن نعمانیہ کئی مدارس، تنظیمات اور اداروں کے سرپرست و نگران اور معاون ہیں۔"

حضرت کے مضمون پر ایک تاثراتی نظر:

حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی قدس سرہ نے اپنے مضمون کے آغاز میں حضرت علامہ فضلِ امام خیر آبادی قدس سرہ [م:15 ذو قعدہ 1244ھ/10/9 مئی 1828ء] کے والد ماجد شیخ محمد ارشد ہرگامی علیہ الرحمہ کی اولاد کے احوال رقم کیے ہیں۔ اس کے بعد سلسلۂ نسب بیان کیا ہے کہ "مولانا فضلِ امام خیر آبادی کا شجرۂ نسب بتیسویں پشت میں خلیفۂ دوم سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے"۔ مکمل شجرے کی شخصیات کو بھی پیش کیا ہے۔ مزید تحریر فرماتے ہیں:

"مولانا فضل امام خیر آبادی کے آبا و اجداد ایران سے ترکِ سکونت کر کے برصغیر پاک و ہند میں آگئے اور یہاں ان کا خاندان ملک کے اطراف و اکناف میں پھیل گیا۔ مولانا فضلِ امام کے والد شیخ

محمد ارشد خیر آباد آگئے اور یہیں قیام کیا۔ مولانا فضلِ امام کی پیدائش بھی خیر آباد میں ہوئی۔"

اس کے بعد حضرت "علمی اور عملی خدمات" کے تحت لکھتے ہیں:

"مولانا فضل امام نے سید عبدالواجد کرمانی خیر آبادی اور ملا محمد ولی وغیرہ سے علوم مروجہ کی تحصیل کی فراغت تعلیم کے بعد آپ دہلی چلے گئے اور ایسٹ انڈیا کمپنی میں کام شروع کیا۔ یہاں آپ پہلے مفتیا اور پھر صدر الصدور کے عہدے پر فائز رہے۔ منصبِ افتا اور صدر الصدوری پر فائز رہتے ہوئے بھی مولانا فضل امام طلبہ کو نہایت شفقت و محبت سے منطق وفلسفہ کا درس دیتے تھے۔" (ص:85)

آپ کے تلامذہ تو کثیر ہوئے مگر دو بزرگوں نے علم و عمل اور فضل و کمال میں آسمان کی بلندیوں کو چھوا، حضرت علامہ فضلِ حق خیر آبادی اور حضرت مفتی صدر الدین خاں آزردہ، اس کے بعد آپ نے خطیبِ مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمۃ کی شہرۂ آفاق تصنیف "خون کے آنسو" سے حضرت علامہ فضلِ امام خیر آبادی کی روحانی عظمت کو بیان فرمایا۔ آپ پہلے شاہ صلاح الدین علیہ الرحمۃ گوپاموی اور ان کے بعد حضرت شاہ قدرت اللہ علیہ الرحمہ سے بیعت ہوئے اور روحانی فیوض و برکات سے مالامال ہوئے۔ حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمۃ نے آپ کے والد ماجد حضرت شاہ شیخ محمد ارشد علیہ الرحمۃ کا ایک عشق انگیز واقعہ نقل فرمایا ہے۔

"حضرت مولانا فضل امام ظاہری علوم کے ساتھ روحانیت میں بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ آپ کے والد شیخ محمد ارشد مولانا احمد ابن حاجی صفت اللہ محدث خیر آبادی سے بیعت تھے۔ آپ کے ایک صاجزادے عالم جوانی میں قضا کر گئے اور باقی باقتضاے نو عمری احکام شرعیہ کے پابند نہ تھے۔ اس لیے مولانا ارشد صاحب کو تشویش رہتی تھی اور ایک بار اضطراب و بے چینی کے عالم میں پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شیخ طریقت سے دعا کی درخواست کی۔ مرشد کامل نے دعا فرمائی۔ چنانچہ شب میں سرکار ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی کہ سرکار کائنات ﷺ پکے باغ میں تشریف لائے اور بیل کے درخت کے نیچے وضو فرمایا اور بعد نماز فرض پیر و مرید دونوں ایک دوسرے کو مبارک باد دینے روانہ ہوئے۔ راستے میں دونوں کی ملاقات ہوئی تو ایک دوسرے کو بشارت کا حال سنایا اور وہیں سے دونوں پکے باغ میں پہنچے تو دیکھا کہ مقام معہود پر وضو کا اثر یعنی پانی کی تری موجود تھی۔ ایک عرصے تک لوگ اس جگہ کی زیارت کرتے رہے۔"

پاسبانِ ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمۃ مزید تحریر فرماتے ہیں:

چنانچہ شیخ الاسلام حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب بریلوی علیہ الرحمۃ مقتدائے ملت تاجدار اہلسنت سیدی امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کو 1309ھ میں ساتھ لے کر بریلی شریف سے خیر آباد اس مقام کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے اور مولانا حسن بخش کے یہاں مہمان ہوئے تھے۔ افسوس! نہ اب وہ مکاں باقی رہا اور نہ ہی اس جگہ کا پتہ چل سکتا ہے۔" (ص:86)

ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ حضرت علامہ فضلِ حق خیر آبادی قدس سرہ کا خاندان معقولات اور منقولات میں شہرۂ آفاق تھا مگر بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی، بلکہ آپ اور آپ کے والدِ گرامی حضرت علامہ فضلِ امام خیر آبادی علیہ الرحمۃ پر سرکار دوعالم ﷺ کا بھی بھرپور فیضان تھا، یہاں تک کہ آپ کے داداجان حضرت شیخ محمد ارشد علیہ الرحمۃ اپنے شیخ حضرت مولانا احمد بن حاجی صفت اللہ محدث خیر آبادی سے روحانی فیض حاصل کرتے تھے۔ حضور مرشدِ گرامی نے دعا فرمائی اور مصطفےٰ جانِ رحمت ﷺ کی دونوں شیدائیوں کو زیارت نصیب ہوئی۔ آقا ﷺ نے پکے باغ میں بیل کے درخت کے نیچے وضو فرمایا، نمازِ فجر کے بعد دونوں بزرگوں نے اس مقدس مقام کی زیارت کی اور وہاں پانی کی تری نظر آئی۔ اس کی زیارت کے لیے عشاق آتے رہے، یہاں تک کہ خاتم المحققین حضرت علامہ نقی علی خاں قدس سرہ اپنے لختِ جگر حضور اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہ کو لے کر بھی اس مقام کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔

حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ نے اس کے بعد آپ کی تصانیف کا ذکر فرمایا ہے، اس کے بعد آپ کے وصال کے بارے میں لکھتے ہیں: "حضرت مولانا فضل امام نے حیاتِ فانی کا آخری حصہ پٹیالہ میں گزارا، لیکن وفات آبائی گاؤں [قصبہ] میں 15 ذو قعدہ 1244ھ/9یا10 مئی 1828ء میں ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے شادیوں اور اولاد امجاد کا ذکر خیر فرمایا۔

دیگر مضامین پر ایک نظر:

مضامین اور مقالات کے حسنِ انتخاب میں بڑی محنت اور تحقیق سے کام لیا گیا ہے، حضرت مدیر محترم صحافتی صلاحیتوں سے سرفراز ہیں۔ دل کی بات سلیقے سے کہنے کا فن بھی خوب جانتے ہیں۔ آپ نہ کہنے والی بات بھی اس انداز سے دلوں اتار دیتے ہیں، اسی کے ساتھ یہ اعلان بھی کر دیتے ہیں کہ ہمیں یہ ہرگز نہیں لکھنا چاہیے تھا، اس لیے کہ غیروں سے توقع رکھنا حماقت و بے وقوفی ہے۔ آپ عام باتوں کو بھی اس تدبر سے رقم کرتے ہیں کہ دعویٰ موضوع کی تائید بھی کر دیتا ہے اور آپ کا قلم بے جا تائید وحمایت کے الزام سے بھی اپنا دامن بھی بچا لیتا ہے۔ رسالے میں موقع اور وقت کے لحاظ سے کیا پیش کرنا چاہیے، ان باریک نزاکتوں کو بھی آپ خوب جانتے ہیں۔ ہم تو چاہتے تھے کہ کم از کم چند مضامین پر تبصرہ کر دیا جائے مگر گفتگو طویل ہو جائے گی اور موضوع کا تقاضا یہ ہے کہ اس مضمون میں گفتگو کا محور حضرت امیر المجاہدین قدس سرہ کی شخصیت رہنا چاہیے، خود ان کی شخصیت پر نیٹ پر جو مواد موجود ہے اس کو سمیٹنا ہی مشکل ہو رہا ہے۔

اب چند سطریں ہم اپنے "اداریہ" کے متعلق عرض کرتے ہیں، عنوان ہے: "انقلاب 1857ء، کچھ مضمرات و حقائق" یہ اداریہ احقر مبارک حسین مصباحی عفی عنہ کے قلم سے ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور اگست ستمبر 2008ء کے لیے تحریر کیا گیا۔ ماہ نامہ العاقب لاہور نے اسے ایک مضمون کی شکل میں ص:407 تا 410 شامل ہے۔ مضمون کے آغاز میں العاقب لاہور کے مدیر نے چند سطریں تعارفی تحریر فرمائی ہیں جو حسب ذیل ہیں:

> "مولانا مبارک حسین مصباحی معروف صحافی، کالم نگار اور تجزیہ کار ہیں۔ آپ "ماہ نامہ اشرفیہ" مبارکپور، اعظم گڑھ کے مدیر اعلیٰ اور روح رواں ہیں۔ ہندوستان کے رسائل و جرائد میں مولانا مصباحی صاحب پوری آب و تاب سے جلوہ گر ہو کر اپنی انقلابی فکر و سوچ سے عوام اہل سنت کو نوازتے ہیں۔ ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، جام نور دہلی اور کنز ایمان دہلی وغیرہ میں گاہے بگاہے آپ کی نگارشات شائع ہوتی ہیں۔"

ہم نے اپنے اداریے کا آغاز ان سطروں سے کیا ہے:

> انقلاب 1857 کا متحدہ ہندوستان کی آزادی میں بڑا تاریخی اور کلیدی کردار رہا ہے۔ یہ سچ ہے کہ 1857ء میں مجاہدین بظاہر جنگ ہار گئے تھے مگر اس کے خاکستر میں کچھ چنگاریاں ضرور رہ گئی تھیں جنہوں نے بعد میں حکومت برطانیہ کو دھواں دھواں کیا۔ انقلاب زندہ باد کا نعرہ رنگ لایا، غلامی کی زنجیریں ٹوٹیں اور متحدہ ہندوستان برطانوی جبر وظلم کے چنگل سے آزاد ہوا۔ اس لیے 1857 کے مجاہدین کی قربانیوں کو یاد رکھنا ہمارا قومی فریضہ بھی ہے اور تاریخی ذمہ داری بھی۔"

دو پیراگراف کے بعد انقلاب 1857ء کے چند اسباب کا ہم نے ذکر کیا ہے:

> "انقلاب 1857ء کے اسباب کیا تھے؟ یہ ایک اہم بحث ہے جسے بار بار اٹھایا جاتا ہے۔ ہم انتہائی اختصار کے ساتھ اس پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔ ہندوستانی زمینوں کا اصل فائدہ انگریز حاصل کر رہے تھے۔ ہندوستانی تجارت وصنعت کو انہوں نے اپنے پنجہ استبداد میں جکڑ لیا تھا اور اس کا بیشتر فائدہ برطانیہ کو پہنچ رہا تھا۔ سوچی سمجھی سازش کے تحت ہندوستانی عوام کو جاہل رکھنے کی کوشش کی جارہی تھی یا انہیں ایسی تعلیم دینے کی کوشش کی جاری تھی کہ ہندوستانی ہونے کے باوجود ان کا دل و دماغ انگریزوں جیسا ہو جائے۔ اس کے علاوہ ہندو مسلم منافرت پھیلائی جارہی تھی اور سماجی رسوم وروایات کے تار و پود بکھیرے جارہے تھے۔ پادریوں اور مشنری اسکولوں کے ذریعہ دین و

مذہب پر حملے کیے جارہے تھے بلکہ مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی کوشش کی جارہی تھی ۔ عام طور پر مسلمانوں اور دیگر ہم وطنوں میں یہ خوف پنپ رہا تھا کہ ہماری نسلوں کو جبراً عیسائی بنادیا جائے گا۔ ہندوستان کو انگریزوں نے مسلمانوں کے ہاتھ سے چھینا تھا اس لیے انگریزوں کے خلاف مسلمانوں میں غم وغصہ بھی زیادہ تھا اور انگریزوں کے خلاف مسلم عوام اور علمائے کرام پیش پیش بھی تھے۔"

ہم نے انقلاب 1857ء کے بنیادی اسباب انتہائی اختصار سے بیان کردیے، اس کے بعد چند باتیں رقم کی ہیں۔ اب ہم ذکر کرتے ہیں کہ 1947ء میں جو پروانہ آزادی ملا اس کا سب سے بڑا سبب انقلاب 1857ء تھا۔

یہ بات تو بار بار دہرائی جاتی رہتی ہے کہ اگر خاک ہند میں 1857ء کی جنگ نہ لڑی گئی تو 1947ء میں ہندوستان کو پروانۂ آزادی میسر نہ آتا۔ 1857ء سے 1947ء کا بڑا گہرا رشتہ ہے۔ مگر افسوس! مسلمانوں نے جس بے جگری سے 1857ء کی جنگ لڑی تھی اور جس عزم وحوصلہ کے ساتھ جان ومال کی قربانیاں پیش کی تھیں۔ آزاد پاک وہند میں ان کا کما حقہٗ اعتراف نہیں کیا گیا بلکہ اکثر علما اور مجاہدین کے تاریخ سے نام تک محو کردیے گئے۔

گزشتہ ڈیڑھ صدی کے اندر 1857ء کے تعلق سے بہت کچھ لکھا ہے مگر اس سے زیادہ نظر انداز کردیا گیا۔ تاریخ نگاری سے زیادہ تاریخ سازی کی گئی۔ عام تاریخ نگاروں نے مسلم مجاہدین کی قربانیوں کو نظر انداز کیا جبکہ مذہبی مورخین نے مسلکی تعصبات سے کام لیا۔ دیوبندی اور وہابی مکاتب فکر کا انقلاب 1857ء میں سرے سے کوئی کردار ہی نہیں تھا مگر افسوس! اس سے متعلق ایسی منصوبہ بند تاریخ سازی کی گئی کہ انگریزوں کے حاشیہ برداروں کو مجاہدین کی صف میں لاکھڑا کیا۔"

ماہ نامہ العاقب لاہور کا "اسپیشل تحفظِ ناموسِ رسالت:

ٹائٹل پر یہ گراں قدر شعر ہے۔

لانبی بعدی زاحسان خدا است
پردۂ ناموسِ دینِ مصطفیٰ است

یہ نمبر شوال تا ذوالحجہ 1430ھ / اکتوبر تا دسمبر 2009ء ہے، اس کے نیچے جلی قلم سے ہے:

زیر سرپرستی: حضرت علامہ خادم حسین رضوی۔

اس کے مدیر محمد وحید نور ہیں۔ 184 صفحات پر مشتمل یہ گراں قدر اور علمی دستاویز اپنے موضوع پر بڑی قدر و منزلت کا سرمایہ ہے۔ مضامین و مقالات دل ودماغ میں عشقِ رسول کی حرارت پیدا کرتے ہیں، موضوعات میں تنوع ہے مگر سب کا محور ناموس، رسالت مآب ﷺ ہے۔ ختم نبوت کی پاسبانی پر بلند پایہ شخصیات کی معلومات افزا تحریریں ہیں۔

مدیر محترم حضرت مولانا محمد وحید نور دامت برکاتہم العالیہ نے اداریہ میں بڑی حد تک نمبر کا پس منظر اور پیش منظر سپردِ قلم فرمایا ہے۔ ذیل میں چند اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں:

"قانون تحفظ ناموس رسالت کے خلاف پروپیگنڈے کے لیے گوجرہ سمبریال اور ڈسکہ کے واقعات کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ ان واقعات کے پس پردہ محرکات جاننے کی بجائے ایک طے شدہ منصوبہ کے تحت تحفظ ناموس رسالت ایکٹ کے خلاف یلغار کردی گئی ہے۔ حیرت ہے کہ پہلے تو اس ایکٹ کو ختم کرنے کے لیے قادیانیوں کی طرف سے مطالبہ کیا جاتا تھا لیکن اس مرتبہ یہ مطالبہ عیسائیوں کی طرف سے ہورہا ہے۔ بی بی سی کی ایک رپورٹ کے مطابق آج تک پاکستان میں توہین رسالت کے ایک بھی ملزم کو اس قانون کے تحت سزا نہیں دی گئی۔ اس حقیقت کے باوجود تحفظ ناموس رسالت ایکٹ کے خلاف واویلا کسی سازش کی جانب اشارہ کررہا ہے۔ ایسی ہی ایک سازش کا ذکر روزنامہ جنگ کے کالم نگار جناب انور غازی نے کیا ہے۔ یہاں اس کا خلاصہ

بیان کیا جارہا ہے۔اس سازش کا مرکزی کردار سابق امریکی نینسی جے پال (3اگست 2002ء تا5 نومبر2004ء) ہیں۔ پاکستان میں ان کی تعیناتی کے وقت انہیں تین خصوصی اہداف دیے گئے تھے۔(1) نصاب تعلیم میں تبدیلی(2)حدود آرڈیننس کا خاتمہ یا غیر موثر کرنا(3) تحفظ ناموس رسالت ایکٹ کوختم کرنایاغیر موثر کرنا۔

اب بظاہر اس منصوبے پر عمل درآمد سرد خانے میں چلاگیاہے لیکن حکمرانوں کی اداؤں سے لگ رہاہے کہ یہ قانون ریویو(نظر ثانی) کے نام سے آناً فاناً پیش ہوگا اور غیر معینہ مدت کے لیے غیر موثرہوجائے گا۔

قانون تحفظ ناموس رسالت کے اندرونی و بیرونی دشمن کیا بتاسکتے ہیں کہ تحریر وتقریر کے عالمی چیمپئن عیسائی ممالک بشمول امریکہ و یورپ میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی اہانت قانوناً جرم کیوں ہے؟ اسرائیل میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی اہانت جرم کیوں ہے؟ ایران میں ائمہ اور دیگر بزرگ ہستیوں کی توہین جرم کیوں ہے؟ برطانیہ میں تو1860ء سے توہین حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بچاؤ کے لیے قانون رائج ہے لیکن آج تک حکومت برطانیہ نے اس میں ترمیم کی کوشش نہیں کی اور نہ ہی انگلینڈ کی آزاد این جی اوز نے اس کے خلاف آواز بلند کی ہے۔

پاکستان میں اگر بانی پاکستان کی گستاخی کی سزا3 سال ہے تو توہین رسالت کی سزا موت مقرر ہونے پر کیا اعتراض ہے؟ اگر پاکستان کا قومی پرچم جلانے پر قید اور سزائے موت مقرر ہے تو قرآن کریم کو شہید کرنے والے کے لیے سزائے موت کیوں درست نہیں ہے؟ اگر کسی دنیاوی عدالت جج کی توہین کرنے والے شخص کے خلاف مقدمہ دائر ہوسکتا ہے تو باعث تخلیق کائنات آقا کریم اور ان پر نازل شدہ کتاب عظیم قرآن کریم کے تقدس کے پیش نظر توہین کرنے والے شخص کے خلاف مقدمہ درج ہونے میں کیا امر مانع ہے؟

جب آئین اور قانون و انصاف کے تقاضے پورے نہ کیے جائیں تو غازیان اسلام ہی گستاخان رسالت کو واصل جہنم کرتے ہیں۔ جہاں راجپال، سلمان رشدی، تسلیمہ نسرین، ریاض احمد گوہر شاہی اور یوسف کذاب ایسے جنگلی سانڈ نکلیں گے وہیں غازی علم الدین شہید، غازی مرید حسین، غازی مانک، اور غازی عامر چیمہ شہید ایسے غیور مسلم سپوت ہی میدان میں آئیں گے۔ آج بھی مسلمان مائیں اسے غیور سپوت پیدا کرنے سے بانجھ نہیں ہوئیں لہٰذا گستاخان رسالت کو کنٹرول کرنے کے لیے حدود و قیود لازمی ہیں اور آئین یہی حدود و قیود فراہم کرتا ہے۔ اس لیے بہتر بلکہ بہترین یہی ہے کہ ملک عزیز پاکستان میں تحفظ ناموس رسالت ایکٹ نہ صرف قائم رہے بلکہ پہلے سے زیادہ موثر انداز میں اس پر عمل بھی ہو۔

بتلا دو گستاخِ نبی کو غیرتِ مسلم زندہ ہے:

16 نومبر 2009ء بروز پیر، دی یونیورسٹی آف فیصل آباد (سابقہ مدینہ یونیورسٹی) میں 08-2004سیشن میں ٹیکسٹائل انجینئرنگ سے فارغ ہونے والے عطاء رسول مہاروی کو تیسری پوزیشن حاصل کرنے پر میڈل لینے کے لیے کانووکیشن سنٹر میں اسٹیج پر بلایا گیا تو حیران کن واقعہ رونما ہوا۔ مہمان خصوصی گورنر پنجاب سلمان تاثیر میڈل ہاتھ میں لیے انتظار کرتے رہے اور عطا رسول مہاروی غازی عامر چیمہ شہید کے روحانی ترجمان کا کردار ادا کرتے ہوئے قانون توہین رسالت کے باغی گورنر سے میڈل وصول کیے بغیر باوقار انداز میں اس کے سامنے سے گزر گئے گورنر پنجاب ہکے بکے عاشق رسول کی اس جرأت رندانہ پر سکتے میں آگئے۔"

امیر المجاہدین کی یہ جرأت و ہمت تھی کہ حکومت میں بر سرِ اقتدار نا اہل ذمہ داروں کے خلاف خود بھی بولتے اور اپنے متعلقین سے بھی لکھواتے رہے۔ ہم دل و دماغ کی مکمل یکسوئی کے ساتھ داد پیش کرتے ہیں بلند ہمت مدیر محترم کی بارگاہ میں کہ آپ نے واقعی حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی کی شاگردی کا حق ادا فرما دیا۔ ایک یہ ہی نہیں بلکہ سیکڑوں واقعات ہیں تاریخ اسلام میں۔ آپ نے یہ مصرع نوٹ فرما کر اپنے زندہ دل مسلمان اور حق گو قائد ہونے کا بانگِ دہل اعلان فرما دیا ہے:

"بتلا دو گستاخِ نبی کو غیرتِ مسلم زندہ ہے"

"اسپیشل تحفظِ ناموسِ رسالت" میں موضوع کی مختلف جہتوں پر مشائخ اور اربابِ قلم کے بڑے تاریخی مقالات اور گراں قدر مضامین جمع کیے گئے ہیں، جس تحریر کا مطالعہ کیجیے ناموسِ رسالت ﷺ کے محور پر گردش کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس قیمتی دستاویز کے لیے حضرت امیر المجاہدین، دیگر ذمہ داران اور مدیر محترم کو عشقِ رسول ﷺ کی سرفرازیوں سے مالا مال فرمائے۔ آمین۔

تیسیر ابواب الصرف:

امیر المجاہدین شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی قدس سرہ علوم و فنون کے بحرِ بے کراں تھے، قوتِ حافظہ انتہائی قوی تھی، عشقِ رسول ﷺ میں انتہائی چاق و چوبند تھے، ختم نبوت اور تحفظ ناموسِ رسالت کے لیے مر مٹنے کا جذبہ ہمیشہ رکھتے تھے۔ "علمِ صَرف" میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے، اس فن کے کمیاب ترین استاذ الاستاذہ تھے۔ آپ نے اپنے ایک مدلل خطاب میں اعلان فرمایا کہ بندہ الحمد سے لے کر سورۂ والناس تک ہر فعل کی گردان کر سکتا ہے۔ آپ نے بطور مثال بڑی تیزی سے تین فعلوں کی صَرفِ کبیر سنائی، گردان برق رفتاری سے پیش کرنے کے انداز نے ہمیں بھی ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ جامعہ فاروقیہ عزیز العلوم بھوج پور ضلع مراد آباد (یوپی) میں ہم نے پہلی فارسی سے درس نظامی کا آغاز کیا تو استاذ گرامی حضرت علامہ حافظ خورشید احمد دامت برکاتہم العالیہ نے بڑی محنت سے پڑھانا شروع فرمایا۔ سعدیِ وقت استاذنا المکرم حضرت علامہ محمد حنیف علیہ الرحمۃ نے اپنے مخصوص انداز میں حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی دو معروف کتابیں گلستاں اور بوستاں پڑھائیں۔ حضرت علامہ محمد حنیف علیہ الرحمۃ بذاتِ خود انتہائی صالح تھے۔ حضرت شیخ سعدی قدس سرہ کے روحانی افکار اور ان کے صوفیانہ تجربات سے لبریز عالمی مشاہدات سے بڑی حد تک واقف تھے۔ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ مترجم قرآن کریم، زندہ دل عاشقِ مصطفیٰ ﷺ تھے۔ عشقِ الٰہی کی تپش سے ان کے جملے حرزِ جاں بنائے جاتے ہیں۔ ان کے شعر و سخن عشقِ حقیقی کے سوز و گداز سے لبریز ہوتے ہیں۔ ہم نے بھی فارسی زبان و ادب بڑی محنت سے پڑھا ہے، ہمارا اپنا ذاتی نقطۂ نظر ہے کہ گلستاں اور بوستاں وغیرہ کتابیں عشق و معرفت کی بھرپور جولانی رکھتی ہیں، ان کے درس کے لیے ابتدائی جماعتیں قدرے غیر مناسب معلوم ہوتی ہیں۔ ان کتابوں کے مطالعے سے دل و دماغ صوفیانہ رازداریوں سے آشنا ہوتے ہیں، اگر انھیں کچھ بعد میں پڑھایا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا، مگر پوری دنیا میں ابتدائی سالوں میں زیرِ درس رہتی ہیں، اس کی کچھ حکمت ہوگی، بڑوں کی بارگاہوں میں خاموشی ہی بہتر ہے۔

خیر گفتگو تھی علمِ "صَرف" عربی کی، حضرت علامہ مفتی ارشاد القادری دامت برکاتہم العالیہ نے ہماری جماعت کو میزان، منشعب اور صفوۃ المصادر بڑی محنت سے پڑھایا، سیکڑوں مصادر کی صَرفِ صغیر اور صَرفِ کبیر ازبر کرائی، علم الصیغہ اور فصولِ اکبری بھی اساتذۂ کرام نے بڑی لگن سے پڑھائیں، بہر حال اس وقت ہم سمجھتے تھے کہ ہم بھی کچھ ہیں، مگر جب آج غور کرتے ہیں تو لگتا ہے ہمیں تھوڑا موڑا کچھ آتا ہے۔ ہم نے امیر المجاہدین حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی قدس سرہ کا خطاب اور ان کی دونوں کتابیں دیکھیں تو واقعی اپنی لاعلمیوں کا شدید احساس ہوتا ہے۔ اب ہم "تیسیر ابواب الصرف مع مصادر ضروریہ" کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں:

نام کتاب: تیسیر ابواب الصرف مع مصادر ضروریہ

تصنیف: حافظ خادم حسین رضوی مدظلہ العالی

کمپوزنگ: محمد واحد بخش سعیدی

صفحات: 681

سنِ طباعت: 27 رجب المرجب 1426

زیرِ اہتمام: ملک غلام رسول ہمدمی

ناشر: مکتبہ مجددیہ سلطانیہ ملک پلازہ دینہ ضلع جہلم۔

اسٹاکسٹ: علامہ فضل حق پبلی کیشنز، داتا دربار مارکیٹ، لاہور۔

ہدیہ: 300

انتساب: سراپا شفقت و محبت، شیخ طریقت، واقفِ اسرارِ حقیقت، حضرت خواجہ محمد عبد الواحد متعنا اللہ بطولِ حیاتہ کے نام۔۔۔

جن کی کریمانہ شفقت کی بنا پر راقم الحروف کو پیشِ نظر گردانوں کا مجموعہ ترتیب دینے کی ہمت ہوئی۔

سوئے دریا تحفہ آوردم صدف   گر قبول افتد زہے عزو شرف

الابداء: اہلِ سنت کی عظیم دینی درس گاہ **دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ کے بانی و سرپرست مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمہ اللہ تعالیٰ** صدر تنظیم المدارس (اہلِ سنت) پاکستان کے نام جن کے زیرِ سایہ ہزاروں طلبہ نے قرآن و حدیث کے علمِ نور سے اپنے دلوں کو منور کیا ہے۔

زمانہ قدر کر ان کج کلاہانِ محبت کی
کہ پیدا اس نمونے کے جواں ہر دم نہیں ہوں گے

اب اس کے بعد ماہرِ علوم و فنون، شرفِ ملت حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقش بندی قدس سرہ نے "تقریظ" تحریر فرمائی، آپ کی تشریف آوری جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں دو بار ہوئی، دونوں بار ملاقاتیں ہوئیں، دوسری بار قریب ہفتہ یا عشرہ قیام فرمایا، ان ایام میں راقم احقر مبارک حسین مصباحی عفی عنہ آپ کے ساتھ مسلسل رہا، حضرت کے تجربات اور مشاہدات سے خوب استفادہ کیا، آپ نے ہمیں منقولاتی علوم کی سندِ اجازت بھی عطا فرمائی، حضرت کی بارگاہ میں مراسلت بھی رہی، آپ کے وصالِ پر ملال کے بعد ہم نے تعزیتی تحریر بھی ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور میں شائع کی تھی۔ حضرت علامہ حافظ محمد خادم حسین رضوی قدس سرہ نے آپ سے بخاری شریف کا باضابطہ درس لیا۔ حضرت کی "تقریظ" سے چند سطریں ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

"قرآن و احادیث کے معانی و مطالب سمجھنے کے لیے علمائے اسلام نے نہ صرف کثیر التعداد علوم کی بنیاد رکھی، بلکہ انھیں بامِ عروج تک پہنچایا، اس سلسلے میں دنیا کی کوئی قوم مسلم علما کا مقابلہ نہیں کر سکتی، ان اہم ترین علوم میں سے صرف اور نحو ہے۔ مشہور مقولہ ہے:

"اَلصَّرْفُ اُمُّ الْعُلُوْمِ وَالنَّحْوُ اَبُوْهَا."

صَرف علموں کی ماں اور نحو ان کا باپ ہے۔

چند سطروں کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

جامعہ نظامیہ لاہور کے فاضل اور کہنہ مشق مدرس مولانا خادم حسین نقش بندی سلمہ اللہ تعالیٰ نے پیشِ نظر "تیسیر ابواب الصرف" ترتیب دی ہے۔ جس میں اکثر و بیش تر ضروری ابواب کی مکمل گردانیں درج کی ہیں۔ کئی ابواب کی صرف صغیر اور کبیر کی مکمل گردانیں لکھی ہیں۔

اور بعض ابواب کی صَرف صغیر کی گردانوں پر اکتفا کیا ہے، اور ہر باب کے بعد اس کے متعلقہ مصادر کا بھی ذکر کیا ہے تاکہ طلبہ اس سے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔ امید واثق ہے کہ طلبہ اس کتاب کو دوسری کتابوں کی نسبت زیادہ مفید پائیں گے۔ ان شاء اللہ العزیز۔ اللہ تعالیٰ ان کی سعی کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور طلبہ کے لیے ذریعۂ منفعت اور سہولت بنائے۔ آمین۔

(محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی)

681 صفحات کی اپنی وقیع تصنیف پر مصنف حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی علیہ الرحمۃ نے **"پیش لفظ"** نوٹ کیا ہے، ہم چند ضروری اقتباسات نقل کرتے ہیں:

"قرآن و حدیث کے گنج ہائے گراں مایہ تک پہنچنے کے لیے معاون دینی علوم میں صَرف و نحو کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، کیوں کہ صَرف و نحو کے قواعد کی روشنی میں ہمیں عربی کا فہم و ادراک حاصل ہوتا ہے اور عربی ہی وہ عظیم المرتبت زبان ہے جسے نبی رحمۃ للعالمین ﷺ، قرآن اور اہلِ جنت کی زبان ہونے کا شرف حاصل ہے۔ قرآن کریم فصیح ترین عربی زبان میں نازل کیا گیا اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بھی عربی زبان کو ذریعہ ابلاغ ہونے کا شرف بخشا، اس لیے ہم اگر عربی زبان کے صرفی و نحوی قواعد سے واقف نہیں ہوں گے تو قرآنی تعلیمات کو اپنے دامنِ دل میں اچھی طرح نہیں سمو سکیں گے۔ اسی طرح حدیثِ رسول ﷺ سے بھی مکمل استفادہ نہیں کر سکیں گے۔"

عام طور پر کتابوں میں علمِ صرف کی گردانوں کو مکمل نوٹ نہیں فرماتے بلکہ آسان سمجھتے ہوئے ترک فرما دیتے ہیں اور نہ مصادر کی

وضاحت فرماتے ہیں کہ کس باب سے کون مصدر آیا ہے اور کس سے نہیں۔ آپ نے ان باتوں کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے بڑی وضاحت کے ساتھ 681 صفحات پر مشتمل کتاب مرتب فرمائی ہے۔

حضرت مصنف علام قدس سرہ مزید فرماتے ہیں:

"راقم الحروف نے جامعہ نظامیہ رضویہ میں بارہ سال تک صرف و نحو کی ابتدائی کلاسیں پڑھائیں، اس عرصہ میں راقم نے طلبہ کی مشکلات کو قریب سے دیکھا اور محسوس کیا، ساتھ ساتھ ابواب الصرف کے موضوع پر دستیاب کتب کا مطالعہ کیا۔ گہرے غور و فکر کے بعد اللہ تعالیٰ کی توفیق اور حضور انور ﷺ کی نظرِ کرم سے اپنے حاصلِ مطالعہ کو "تیسیر ابواب الصرف" کے نام سے علمِ صرف کے طلبہ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ امید ہے علمِ صرف کے اساتذہ کرام اس کتاب کو طلبہ وطالبات کے لیے مفید پائیں گے۔"

چند سطروں کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ میری اس کوشش کو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے طفیل اپنی بارگاہ بے کس پناہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ (آمین)"

واقعہ یہ ہے کہ علمِ صرف میں اتنی تفصیلی کتاب ہماری نظر سے آج تک نہیں گزری، ہم صفحات پلٹتے گئے اور حیرتوں کی دنیا میں ڈوبتے گئے، حق یہ ہے کہ آپ نے حق ادا فرما دیا۔ آپ نے انتہائی سادہ، عام فہم اور دلوں میں اتر جانے والا اسلوب اختیار فرمایا ہے۔ اسی کا نام فصاحت و بلاغت ہے اور جس کو پڑھنے کے لیے لغات اٹھانا پڑیں یا اس میدان کے قاری کو اصل مسائل کے سمجھنے میں حد درجہ دقت ہو تو بات وہاں پہنچ کر غیر مؤثر ہو جاتی ہے۔ اصول بھی یہی ہے کہ کسی زبان کے قواعد اپنی آسان زبان میں پڑھائے جائیں تو زیادہ مؤثر ہوتے ہیں اور یاد رکھنے میں بھی آسانی ہوتی ہے۔ یہ جدید زبان و ادب کا اصول ہے۔ فتدبر یا اولی الأبصار.

تعلیلاتِ خادمیہ:

پیشِ نظر "تعلیلاتِ خادمیہ" حضرت علامہ قدس سرہ کی انتہائی وقیع اور فنِ صرف کی دقیقہ سنجی پر مشتمل کتاب ہے۔ علمِ صرف کی تعلیلات پر یہ ایک غیر معمولی علمی اور تحقیقی دستاویز ہے۔ اصطلاحی طور پر صَرف اور تصریف کے مفاہیم میں قدرے فرق ہے۔ مقدمہ نگار حضرت علامہ محمد علیم الدین نقشبندی نے دونوں کی وضاحت فرما کر علم صرف کی تعریف اس طرح فرماتے ہیں:"

"یہ اس علم کا نام ہے جس میں ایک کلمہ دوسرے کلمہ سے بنانے کے قواعد اور کلمات کی گردان میں تبدیلی و تعلیل کا حال معلوم ہو۔"

ہم نے نیٹ پر کتاب کو سرسری طور پر دیکھا، واقعہ یہ ہے کہ ہم نے اردو میں اس موضوع پر اتنی تفصیلی اور علمی کتاب آج تک نہیں دیکھی۔

مصنف: حافظ خادم حسین رضوی

باہتمام: ملک غلام رسول ہمدمی

سنِ اشاعت: ربیع الاول 1433ھ بمطابق فروری 2012ء

صفحات: 680

ناشر: علامہ فضل حق پبلی کیشنز، دربار مارکیٹ، لاہور۔

انتساب: اپنے شیخ طریقت سراپا شفقت و محبت قدوۃ السالکین حضرت قبلہ خواجہ محمد عبد الواحد زید مجدہ الکریم (المعروف حاجی پیر صاحب) کے نام — جن کے فیضانِ نظر نے میرے دل کو درد آشنا کیا اور عشقِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء سے سرشار کیا۔

جلا سکتی ہے شمعِ کشتہ کو موجِ نفس ان کی
الٰہی! کیا چھپا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں

حافظ خادم حسین رضوی (19 ذوالحجہ 1426ھ)

الاہداء: اپنے استاذ و مربی غوث العلما سند الفقہا مفتی اعظم حضرت قبلہ علامہ مولانا مفتی عبد القیوم قادری رضوی ہزاروی نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں جو اپنے ہم عصر اور بعد میں آنے والوں کے لیے نشانِ منزل بن گئے۔

جو سختیٔ منزل کو سامانِ سفر سمجھے
اے وائے تن آسانی ناپید ہے وہ راہی

حافظ خادم حسین رضوی (17 ذوالحجہ 1426ھ)

مصنفِ علام نے اپنی اس اہم کتاب کا مقدمہ صاحبِ علم و فضل حضرت علامہ محمد علیم الدین نقشبندی سے تحریر کرایا، آپ نے بڑی تفصیل سے اس فن کی تاریخ، کتب اور علمی نکات پر گفتگو فرمائی ہے۔ صرفی تعلیلات کی غلطیوں سے قرآن عظیم کے معانی اور مفاہیم کے سمجھنے میں جو زحمتیں ہوتی ہیں ان کی مثالیں پیش کی ہیں۔ اسی طرح

احادیث نبویہ میں نشان دہی کی ہے، بلا شبہہ یہ مقدمہ کتاب کے شایانِ شان ہے، ہم اس کے چند اقتباسات ذیل میں نقل کرتے ہیں:

"پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ قرآن مجید، احادیث مبارکہ اور عربی زبان و ادب کو درست سمجھنے کے لیے کچھ دیگر علوم کے ساتھ علمِ صَرف میں مہارت اور ملکہ کا ہونا شرط ہے۔ درس نظامی کی عام درس گاہوں اور دار العلوموں میں علمِ صرف اگرچہ نصاب کا بنیادی اور لازمی جزو ہوتا ہے لیکن ان کا المیہ یہ ہے کہ اس علم کو پڑھانے کے باوجود اساتذۂ کرام بالعموم اپنے طلبہ میں اس علم کی مہارت اور ملکہ پیدا کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ جس کے برے اثرات ان کی ساری عمر میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں، لیکن مقامِ شکر ہے کہ چند جامعات اس سے مستثنیٰ ہیں، ان میں تعلیم پانے والے طلبہ جہاں دیگر علوم میں خاصی دسترس رکھتے ہیں، وہیں علمِ صَرف میں ان کی مہارت مسلم ہوتی ہے۔ **دورِ حاضر میں دار العلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کو ایسے مدارس میں ایک برتر مقام حاصل ہے، اس خوبی کا سہرا جامع معقول و منقول استاذ الاساتذہ حضرت مولانا حافظ خادم حسین صاحب زید علمہ و شرفہ کے سر بندھتا ہے۔** جن کی مہد تربیت سے فیض یافتہ علما اپنے ہم عصروں سے خصوصیت کے ساتھ علمِ صَرف کی مہارت میں بلند مقام پر فائز ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، اساتذۂ کرام کی تربیت اور بزرگوں کی نگاہِ عنایت نے ان کی ذات میں یہ خوبی پیدا کر دی ہے کہ وہ اپنے زیرِ تعلیم طلبہ میں علمِ صَرف میں مہارت اور ملکہ پیدا کر دیتے ہیں۔ وہ بر صغیر پاک و ہند میں اس علم کے چند چوٹی کے ماہر اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ انھیں یہ مقام استاذ العلما حضرت مولانا مفتی عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسی عظیم القدر ہستی کی نگرانی میں جامعہ نظامیہ جیسی عظیم درس گاہ میں مسلسل تیرہ برس تک اس فن کی تدریس سے حاصل ہوا۔ حضرت مولانا زید فیضہ و علمۂ دیگر فنون کی تدریس میں بھی اپنے ہم عصروں میں کسی سے پیچھے نہیں۔

نصف صفحہ کے بعد آپ تحریر فرماتے ہیں:

تعلیلاتِ خادمیہ زیرِ نظر تالیف مہموز، مثال، اجوف، ناقص، معتل، مخلوط ابواب اور مضاعف کے ابواب کے سارے صیغوں، اصل صورت اور قوانین کے اجرا کے بعد مختلف حالتوں سے گزرنے کے بعد موجودہ صورت سے بحث پر مشتمل ہے۔ فقیر راقم الحروف اپنی کم علمی کے باعث یہ دعویٰ کرنے کی پوزیشن میں تو نہیں ہے۔ لیکن یوں کہا جا سکتا ہے کہ علم صرف پر اس طرح کی مفصل کتاب میری نظر سے نہیں گذری، اگرچہ "جامع التعلیلات" اس نہج کی ایک تالیف فارسی زبان میں موجود ہے۔ لیکن "ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است" درحقیقت انھوں نے اس کتاب میں اپنی تدریسی منہاج و اسلوب کو تحریر کی زبان دینے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی کریم و رحیم بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اس تالیف کو ان کی اس علم میں پہلی تالیف سے بڑھ کر مقبول عام بنائے اور انھیں مزید علمی فتوحات کی توفیق مرحمت فرمائے۔ ان کو صحت و عافیت اور خدمتِ دین سے بھرپور لمبی زندگی عطا فرمائے۔ بزرگوں کی شفقتیں ان کے شاملِ حال فرمائے۔ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔ صلی اللہ علیہ حبیبیہ محمد و آلہ و سلم

دعاجو
محمد علیم الدین نقش بندی عفی عنہ
6 دسمبر 2005ء

"حرفِ آغاز" کے عنوان کے تحت حضرت مصنف علامہ حافظ خادم حسین رضوی قدس سرہ کی تحریر کا نقشِ جمیل ہے۔ آپ علوم و فنون میں حیرت انگیز مہارت رکھتے تھے مگر صرف و نحو میں کج کلاہی کا درجہ رکھتے تھے، خاص طور پر علم صرف میں

امامت کا مقام حاصل تھا، آپ نے طویل مدت تک جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا، علم صرف میں آپ کے تلامذہ ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ آپ جس انداز میں پڑھاتے تھے اسی انداز میں کتاب مرتب فرمائی، کتاب میں تعلیلات کا حیرت انگیز سرمایہ ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ: کتاب کا نام " تعلیلات خادمیہ " حضرت قبلہ علامہ مفتی محمد علیم الدین نقش بندی زید مجدہ نے تجویز کیا۔ اب ہم ذیل میں حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کی تحریر کا کچھ حصہ نقل کرتے ہیں:

حرفِ آغاز: اعلیٰ حضرت مجددِ دین وملت الامام الشاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان نے جو دس اصولِ دین حقہ کی ترویج و اشاعت کے لیے بیان فرمائے کاش اہلِ سنت وجماعت کے قائدین اور امرا ان کو اپناتے تو ہر محفل و جلسہ کے اختتام پر اہلِ سنت کی زبوں حالی پر رونا نہ رویا جاتا۔ فرنگیوں کی برصغیر آمد کے بعد ہمارے اسلاف نے جس پامردی اور استقامت کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا وہ تاریخ اسلام کا ایک درخشاں باب ہے۔

ان کے چلے جانے کے بعد چاہیے تو یہ تھا کہ دینی مدارس کو فروغ و ترقی دے کر اپنے اسلاف کے دیے ہوئے نظام تعلیم کی حفاظت کا مزید بندوبست کیا جاتا۔

لیکن العجب ثم العجب آہستہ آہستہ دینی مدارس کے اربابِ حل و عقد مغربی یلغار کے زیرِ دام آتے گئے اور آج معاملہ یہاں تک آپہنچا کہ جو کتابیں سرکاری سطح پر مسلمان بچوں کو تباہ کرنے کے لیے پڑھائی جاتی تھیں، انھیں مدارسِ دینیہ کے نصاب میں شامل کر لیا گیا۔ جن میں لڈی بھنگڑے وغیرہ کو پاکستانی ثقافت کے طور پر پیش کیا گیا اور بعض افراد کو مسلمانوں کے ہیرو کے طور پر پیش کیا گیا۔ حالاں کہ مفتیانِ اسلام نے ان کے برے عقائد کی بنیاد پر انھیں دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا تھا۔

پختہ افکار کہاں ڈھونڈنے جائے کوئی
اس زمانے کی ہوا ہر چیز بناتی ہے خام

جس قوم کا نصابِ تعلیم اغیار کے افکار و نظریات پر مشتمل ہو یا وہ قوم نظامِ تعلیم میں غیروں کی محتاج ہو تو غلامی اس کا مقدر بن جاتی ہے، اس پر درویشِ لاہوری علامہ اقبال کی گواہی پڑھیے اور غور و فکر کیجیے کہ اہلِ اسلام کے نصابِ تعلیم کو بدلنے کا کتنا پرانا منصوبہ تھا، جسے اس دور میں پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

اک لُردِ فرنگی نے کہا اپنے پسر سے
منظر وہ طلب کر کہ تری آنکھ نہ ہو سیر
بیچارے کے حق میں ہے یہی سب سے بڑا ظلم
برّے پہ اگر فاش کریں قاعدۂ شیر
سینے میں رہے رازِ ملوکانہ تو بہتر
کرتے نہیں محکوم کو تیغوں سے کبھی زیر
تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے، اسے پھیر
تاثیر میں اِکسیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب
سونے کا ہمالہ ہو تو مٹّی کا ہے اک ڈھیر!

ان اشعار کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے، ایک انگریز نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: مسلمانوں کو ایسی تعلیم پڑھاؤ جس کے بعد وہ سونا بھی ہو تو مٹی بن جائے۔ غیر اسلامی تعلیم سے بڑھ کر اور کوئی چیز مسلمانوں کے لیے زیادہ تباہ کن نہیں۔

آج دنیاوی تعلیم کو ترقی اسلام کا نام دے کر درس نظامی کے نصاب میں شامل کیا جا رہا ہے اور اس پر عجیب قسم کے دلائل بھی دیے جا رہے ہیں۔

اس دنیوی تعلیم کے بارے میں تاجدارِ گولڑہ فاتح مرزائیت شہنشاہِ ولایت حضرت قبلہ سید پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف بھی پڑھیے اور غور و فکر کیجیے ....کہ ہمارے اسلاف آنے والے حالات و واقعات سے کتنے باخبر تھے اور ایک ہم ہیں کہ سب کچھ سامنے دیکھ کر اس سے بچنے کی کوئی تدبیر نہیں کر رہے ہیں۔

مباش ایمن از علمے کہ خوانی
کہ از وے روحِ قومے میتواں کشت

پیش نظر کتاب " تعلیلات خادمیہ " جامع قوانین اور مفصل

تعلیلات پر مشتمل ہے۔ مفصل تعلیلات لکھنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ مشاغل اتنے بڑھ گئے کہ پڑھنے پڑھانے والوں کے پاس اتنا وقت نہیں بچتا کہ وہ تمام صیغوں کی تفصیلی طور پر تعلیلات کریں اس موضوع پر کم ازکم ہماری نظر سے کوئی مفصل کتاب نہیں گزری، اگر کسی نے کچھ لکھا ہے تو چند گردانوں پر اکتفا کیا یا متعدّد گردانوں کے محض صیغے لکھ کر باقی صیغوں کو ان پر قیاس کرنے کا اشارہ دے دیا۔

حضرت مصنف قدس سرہ اپنی اس کتاب کی ترتیب پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

(1) اس کتاب میں بعض صیغوں کو بعض پر قیاس کرنے یا چند صیغے لکھ کر الی آخرہ لکھنے والے اسلوب سے احتراز کیا گیا ہے۔

قوانین کو درج ذیل انداز میں تحریر کیا گیا ہے۔

سب سے پہلے صحیح کے پھر مہموز کے پھر مضاعف کے پھر معتل کے قوانین بیان کیے گئے۔

(2) گردانوں کی تعلیلات کو درج ذیل ترتیب سے لکھا گیا ہے۔ سب سے پہلے مہموز کی مکمل (مہموز الفاء، مہموز العین، مہموز اللام) تعلیلات لکھی گئیں۔ پھر مضاف کی مکمل تعلیلات لکھی گئیں۔ پھر معتل کی مکمل (مثال، اجوف، ناقص، لفیف مفروق، لفیف مقرون) تعلیلات لکھی گئیں آخر میں مخلوط ابواب کی مکمل تعلیلات لکھی گئیں۔

(3) تعلیل کرتے ہوئے قانون کا حوالہ اور ان کا نمبر بھی لکھ دیا گیا۔

(4) بعض صیغوں میں دو قانون جاری ہو سکتے تھے ایک کو جاری کر کے دوسرے کی نشاندہی کر دی گئی۔

(5) اس کتاب کا نام تعلیلات خادمیہ حضرت قبلۂ عالم مفتی محمد علیم الدین نقشبندی زید مجدہ نے تجویز کیا۔

(6) اس کتاب کی کمپوزنگ و اشاعت میں عزیزم مولانا مولانا محمد واحد بخش سعیدی عم فیضہ کی مجھے بھرپور معاونت حاصل رہی۔ بلا مبالغہ مولانا موصوف اگر اخلاص و محبت سے میری معاونت نہ فرماتے تو شاید یہ کتاب منظر عام پر نہ آتی۔ اللہ تعالیٰ انہیں دارین کی نعمتوں سے مالا مال فرمائے آمین۔

(7) دینی مدارس کے طلبہ اِدھر اُدھر مت دیکھیں بلکہ اپنے عزائم کو بلند رکھتے ہوئے خالص درس نظامی خوب لگن اور محنت سے پڑھیں۔

اب ترا بھی دور آنے کو ہے اے فقرِ غیور
کھا گئی روحِ فرنگی کو ہوائے سیم و زر

فقیہ اسلام امام احمد رضا بریلوی بحیثیت مرجع العلما:

امیر المجاہدین حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی قدس سرہ اپنے مشائخ اور بزرگانِ دین سے حد درجہ محبت فرماتے تھے، ماضی قریب کی عبقری شخصیت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ [وصال: 25 صفر 1340ھ/1921ء] کے بھی شیدائی تھے، اپنے نام کے ساتھ "رضوی" کا لازمہ اسی حسنِ عقیدت کا اعلان ہے، اپنے خطابات اور مجلسوں میں اعلیٰ حضرت کے اشعار خوب پڑھتے تھے، عہدِ طالب بھی آپ کا یادگار گزرا ہے۔ تنظیم المدارس اہلِ سنت پاکستان کے امتحان میں آپ کے مقالے کا عنوان تھا "فقیہ اسلام امام احمد رضا بریلوی بحیثیت مرجع العلما" 1988ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سے آپ کی فراغت ہوئی، یہ مقالہ اسی عہد کا ہے، فتاویٰ رضویہ کی 9 مطبوعہ جلدوں کا مطالعہ کرنا اور استفتا کرنے والوں پر غور کرنا کہ یہ علما اور دانش ور ہیں یا عام مسلمان کوئی آسان کام نہیں ہے۔ خدا ے بزرگ نے آپ کو عزیمت و استقامت کا پہاڑ بنایا تھا۔ آپ نے شمار کر کے نوٹ کیا چار ہزار پچانوے [4095] کل سوالات ہیں جن میں تین ہزار چونتیس [3034] عوام کے سوالات ہیں اور ایک ہزار اکسٹھ [1061] سوالات علماے کرام اور دانش وروں کے ہیں۔

آپ کے استاذ گرامی حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ نے رضا فاؤنڈیشن لاہور کی مرتب اور مترجم فتویٰ رضویہ جلد اول میں "کلماتِ آغاز" رقم فرمائے ہیں، اس میں امام احمد رضا محدث بریلوی کے احوال بھی کسی قدر تفصیل سے تحریر فرمائے ہیں۔ یہ ص: 25 سے 56 تک پھیلے ہوئے ہیں۔ حضرت علامہ محمد علیم الدین نقش بندی آپ کی کتاب تعلیلات خادمیہ کی تقدیم میں تحریر فرماتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت قدس سرہ بحیثیت مرجع العلما"
یہ دورۂ حدیث شریف کے امتحان میں ان کا تحقیقی مقالہ ہے جو اپنی جامعیت اور افادیت کے باعث فتاویٰ رضویہ (جدید ایڈیشن) کی جلد نمبر 1 کے شروع میں چھپ رہا ہے۔

اسی مقدمہ کو بعد میں مزید اضافہ کے ساتھ مرتب کیا جس کی ضخامت 500 صفحات سے بڑھ گئی ہے، ابھی تک طبع نہیں ہوا۔"
(مقدمہ، تعلیلات خادمیہ، ص:11)

شرفِ ملت حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

"یہ پہلو بھی لائق توجہ ہے کہ عام طور پر مفتیان کرام کی طرف عوام الناس رجوع کرتے ہیں اور احکام شرعیہ دریافت کرتے ہیں، فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ امام احمد رضا بریلوی کی طرف رجوع کرنے والوں میں بڑی تعداد اُن حضرات کی ہے جو بجائے خود مفتی تھے، مصنّف تھے، جج تھے یا وکیل تھے، مولانا خادم حسین فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور نے ایک مقالہ لکھا ہے جس کا عنوان ہے:

"امام احمد رضا بریلوی بحیثیت مرجع العلماء"

اس مقالہ میں انہوں نے فتاوی رضویہ کی نو جلدوں (پہلی سے ساتویں اور دسویں گیارہویں جلد) کا مطالعہ پیش کیا ہے، ان کے فراہم کردہ اعداد وشمار کے مطابق ان جلدوں میں چار ہزار پچانوے [4095] استفتا ہیں جن میں سے تین ہزار چونتیس [3034] عوام الناس کے استفتا ہیں اور ایک ہزار اکسٹھ [1061] استفتا علما اور دانشوروں کے پیش کردہ ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ استفتا کرنے والوں میں ایک چوتھائی تعداد علما اور دانشوروں کی ہے، یہی وجہ ہے کہ عموماً امام احمد رضا بریلوی جواب دیتے وقت ہاں یا نہیں میں نہیں کرتے بلکہ دلائل وبراہین کے انبار لگادیتے ہیں۔ مولانا خادم حسین کا یہ مقالہ فتاوی رضویہ کی پیشِ نظر جلد میں شائع کیا جارہا ہے۔"

اب ذیل میں ہم فتاویٰ رضویہ کی اس وقت تک مطبوعہ نو جلدوں کا اجمالی خاکہ پیش کرتے ہیں، حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی نے عنوان قائم کیا ہے **"فتاویٰ رضویہ کا اجمالی خاکہ"**۔

فقیہ اسلام امام احمد رضا خاں بریلوی بحیثیت مرجع العلما

○ فتاویٰ رضویہ کے مطبوعہ حصص میں دریافت کیے گئے

کل استفتا کی تعداد	4095
○ علما و دانش ور حضرات کے کل استفتا کی تعداد	1061
جلد اول: کل استفتا کی تعداد	181
علما و دانشور حضرات کے استفتا کی تعداد:	49
غیر علما کے استفتا کی تعداد	132
جلد دوم: کل استفتا کی تعداد	256
علما و دانشور حضرات کے استفتا کی تعداد:	73
غیر علما کے استفتا کی تعداد	183
جلد سوم: کل استفتا کی تعداد	832
علما و دانشور حضرات کے استفتا کی تعداد:	200
غیر علما کے استفتا کی تعداد	632
جلد چہارم: کل استفتا کی تعداد	440
علما و دانشور حضرات کے استفتا کی تعداد:	113
غیر علما کے استفتا کی تعداد	327
جلد پنجم: کل استفتا کی تعداد	920
علما و دانشور حضرات کے استفتا کی تعداد:	162
غیر علما کے استفتا کی تعداد	748
جلد ششم: کل استفتا کی تعداد	499
علما و دانشور حضرات کے استفتا کی تعداد:	103
غیر علما کے استفتا کی تعداد	396
جلد ہفتم: کل استفتا کی تعداد	376
علما و دانشور حضرات کے استفتا کی تعداد:	80
غیر علما کے استفتا کی تعداد	296
جلد دہم: کل استفتا کی تعداد	824

علما و دانشور حضرات کے استفتا کی تعداد:	251
غیر علما کے استفتا کی تعداد	573
جلد یاز دھم: کل استفتا کی تعداد	166
علما و دانشور حضرات کے استفتا کی تعداد:	30
غیر علما کے استفتا کی تعداد	136

اس کے بعد آپ نے ''امام احمد رضا بریلوی سے استفتا کرنے والے عالم اسلام کے معروف علما اور دانش ور'' کے عنوان کے تحت سب کے اسمائے گرامی نوٹ فرمائے ہیں۔

آپ بیعت کے اعتبار سے سلسلہ عالیہ نقش بندیہ سے وابستہ تھے، اس سلسلے کے مشائخ اور اپنے مرشد گرامی سے حد درجہ عقیدت و محبت رکھتے تھے، مگر سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ سے بھی حیرت انگیز محبت فرماتے تھے، آپ کو سلسلہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی خلافتیں اور اجازتیں دو بزرگوں سے حاصل تھیں۔ خانوادۂ رضویہ کے چشم و چراغ جانشین حضور مفتیِ اعظم ہند حضور تاج الشریعہ قدس سرہ سے، جن کی مقبولیت بھی اپنے عہد میں اپنی ایک مثال تھی اور دوسری بزرگ شخصیت مبلغ رضویات شیخ طریقت تلمیذ و خلیفہ حضور محدث اعظم پاکستان قدس سرہ حضرت علامہ مفتی ابو داؤد محمد صادق قادری رضوی قدس سرہ۔ حضرت امیر المجاہدین قدس سرہ بلا شبہہ فروغ رضویات کے بہت بڑے داعی اور مبلغ تھے۔ آپ نے اپنے تحقیقی مقالے ''امام احمد رضا محدث بریلوی بحیثیت مرجع العلما'' میں اضافہ فرمایا۔ اب اس مقالے کے صفحات کی تعداد پانچ سو سے زائد ہوگئی ہے۔ اب ان کے وارثین اور تلامذہ کی ذمہ داری ہے کہ اس کی اشاعت کا انتظام و انصرام فرمائیں۔

للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا:

آہ صد آہ! اپنے عہد کے سچے عاشق رسول، محافظ ناموسِ رسالت، پاسبان ختم نبوت امیر المجاہدین حضرت علامہ حافظ خادم رسول رضوی نبی کریم ﷺ کی حرمتوں کی چوکیداری کر رہے تھے۔ 103 ڈگری بخار تھا، سانس لینے میں دقت بھی ہونے لگی تھی، انھیں خوب معلوم تھا کہ دھرنے کے مقام فیض آباد میں شدید سردی ہے، ان حالات میں یہ مشقت خیز خدمت جان لیوا بھی ہو سکتی ہے، مگر عشق کی جنوں خیزی عقل و خرد کے سارے پیمانے توڑ دیتی ہے۔ یہ آپ کا سچا عشق رسول تھا کہ شدید بخار اور جان توڑ کمزوری کے باجود ٹھٹھرتے موسم میں آپ جمے رہے، اپنے نبی پاک ﷺ کے گستاخ فرانسیسی صدر کیمرون کی بد تمیزیوں کے خلاف ہزاروں دیوانوں کو لے کر احتجاج کر رہے تھے۔ پیروں سے معذور تھے اس لیے وہیل چیئر پر خطاب بھی فرما رہے تھے، حکومت کے ذمہ داروں سے معاہدہ ہوا، دھرنا ختم کرنے کا اعلان کیا گیا، سارے لوگ اپنے اپنے مقامات کی جانب واپس ہونے لگے، آپ کے شیدائی آپ کو لے کر لاہور پہنچے مگر آپ کی طبیعت بجاے سدھرنے کے مزید بگڑتی چلی گی، آپ کو ہاسپٹل میں ایڈمٹ کرایا گیا مگر ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' مغرب کے وقت آپ نے خود اپنا ٹمریچر چیک کیا جو نارمل تھا، اس پر آپ نے اطمینان کا اظہار کیا، مگر آپ کو فرانس میں نبی کریم ﷺ کے خاکے بنانے اور توہین کرنے کا غم پریشان کیے ہوئے تھا، ان حالات میں بھی آپ اپنے اہلِ خانہ اور صاحب زادگان کو اپنے رسولِ کریم ﷺ کی وفا و عشق کا درس دے رہے تھے۔ عشا کے بعد اچانک طبیعت بگڑی اور چند لمحوں میں وہ کچھ ہو گیا جس کا سوچا بھی نہیں گیا تھا۔ آپ کی دلی آرزو بھی یہی تھی کہ ''جب موت آئے تو ناموس رسالت مآب ﷺ کی پہرے داری کرتے ہوئے آئے'' وصال سے پہلے کچھ سنبھلے، خدمت گزاروں کو خوشی ہوئی مگر یہ افاقہ موت تھا:

﴿ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴾ (سورہ الاعراف، آیت: 34)

اور ہر گروہ کا ایک وعدہ ہے تو جب ان کا وعدہ آئے گا ایک گھڑی نہ پیچھے ہو نہ آگے۔ (کنز الایمان)

3 ربیع الآخر 1442ھ / 19 نومبر 2020ء بروز جمعرات بشب 8 بج کر 30 منٹ پر اللہ تعالیٰ کی حقیقی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ ان کا مسکراتا ہوا چہرا یہ اعلان کر رہا تھا۔

انھیں جانا انھیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

فرزند ارجمند جانشین حضرت علامہ حافظ سعد حسین رضوی نے روتے ہوئے ارشاد فرمایا: کہ اب ہمارے ابا حضور امیر المجاہدین اس ظاہری دنیا میں نہیں رہے۔ جس نے سنا تڑپ گیا۔ آپ نے اعلان میں یہ بھی فرمایا کہ آپ لاہور کی طرف آئیے۔ صاحب زادہ والا تبار نے یہ باتیں غموں سے چور ہو کر روتے ہوئے ارشاد فرمائیں۔ لوگ دہاڑیں مار مار کر رونے لگے، ہم نے بھی سنا۔ انّا للہ و انّا الیہ راجعون پڑھا، ان کی مغفرت کے لیے دعا کی اور غم و افسوس کی تصویر بنے بیٹھے

رہے، دماغ میں بس یہی اشعار بار بار گردش کرتے رہے۔

جس نے ختم نبوت پہ پہرہ دیا
ایسے خادم کی خدمت پہ لاکھوں سلام
ایک میرا ہی رحمت میں دعوا نہیں
شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام

وصال کے بعد جنازہ گھر میں آ گیا تھا، رات ہی میں آپ کی قیام گاہ پر زائرین کی بھیڑ ہو گئی تھی۔ نمازِ فجر کے بعد آپ کی رہائش گاہ کے داخلی دروازے کے اندر آپ کا جسدِ مبارک زیارت کے لیے رکھ دیا گیا تھا اور باہر بانس لگا کر راستہ بنا دیا گیا تھا۔ جمعرات سے لے کر ہفتے کی صبح تک مسلسل زیارت کا سلسلہ جاری رہا۔ زائرین کا بیان ہے کہ چہرے پر نور کی برکھا ہو رہی تھی، بڑی بڑی نورانی آنکھیں عشق رسول کی فتح و نصرت کی کہانی سنا رہی تھیں، لبوں پر مسکراہٹ کے آثار نمایاں تھے۔ سچ ہی کہا ہے عاشقِ رسول نے۔

نشانِ مردِ مومن باتو گویم
چوں موت آید تبسم بر لب اوست

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے:

آپ نے آخری خطاب میں فرمایا تھا کہ ایک دن خبر آئے گی کہ دل کا دورہ پڑ گیا، خادم چلا گیا، مگر آپ اتنا تو کہیں گے کہ یہ ناموس رسالت اور ختم نبوت کا پہرہ دیتے ہوئے چلا گیا اور آقا ﷺ فرمائیں گے کہ "دیکھو میرا خادم آ گیا۔" بلاشبہہ قبر شریف میں آپ سے بھی تین سوال ہو چکے ہیں، جب کہ اکثر احادیث میں صرف آخری ایک ہی سوال کا ذکر ہے، ما کنت تقول فی حق هذا الرجل ؟ تو آپ کے سامنے یقیناً مصطفےٰ جانِ رحمت کا مسکراتا چہرۂ انور ہی ہوگا۔ اب آپ عشق رسول ﷺ سے سرشار دل سے غور فرمائیں، اس وقت دیوانہ رسول کا جواب کیا ہوگا، اس کی تعبیر کے لیے کم از کم ہمارے پاس الفاظ نہیں ہیں۔

آپ کی نماز جنازہ مینار پاکستان گریٹر اقبال پارک لاہور میں ادا کی گئی۔ حدِّ نظر مجمع ہی مجمع تھا، شہر کے مختلف چوراہوں پر بھیڑ ہی بھیڑ تھی۔ ہر رخ پر تکبیر و رسالت کے نعرے گونج رہے تھے، محافظِ ناموسِ رسالت اور پاسبانِ ختم نبوت زندہ باد کے دل ہلا دینے والے نعروں سے لاہور میں کہرام مچا ہوا تھا۔ امام احمد رضا قدس سرہ کے نعتیہ کلام جگہ جگہ پڑھے جا رہے تھے، سلاموں کے گجرے بھی پیش جا رہے تھے۔ بہت سے شعرا آپ کے منظوم مناقب پڑھ رہے تھے، پوری فضا غموں کی چادر میں لپٹی ہوئی تھی، آہ و فغاں کی رُلا دینے والی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔ جنازہ بھی قیام گاہ سے چیونٹی کی چال سے آ رہا تھا۔ ہر فرد ان کی زیارت کے لیے بے چین تھا، مگر اتنے بڑے ہجومِ شوق کو زیارت کرانا تو آسان نہیں تھا، منتظمین بھی درد و کرب سے ٹوٹ چکے تھے اور یہ دیوانے دعوت دینے پر نہیں بلکہ اپنے نبی کریم ﷺ کی حرمتوں کے پاسبان کی تعظیم اور اکتسابِ فیض کے لیے آئے تھے۔ عقیدت و محبت کا جوش انھیں کھینچ کر لایا تھا۔ ان کے آنے کے لیے کسی دنیاوی طاقت کا استعمال نہیں کیا گیا تھا، شہیدِ عشقِ رسول حضرت علم الدین علیہ الرحمۃ کے جنازے میں بھی اندازے کے مطابق چھ لاکھ کا مجمع تھا، بڑے بڑے اکابر ان کے جنازے میں شریک ہوئے تھے، شہیدِ عشقِ رسول ﷺ ملک ممتاز قادری علیہ الرحمہ کے جنازے میں لاکھوں لاکھ کا مجمع تھا، ہمارے حضرت امیر المجاہدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی علیہ الرحمۃ انھیں کی محبت میں تو میدانِ عمل میں آئے تھے اور قریب چار برس کی مدت میں آپ نے وہ گراں قدر تاریخی کارنامے انجام دیے کہ دشمن بھی دانتوں میں انگلی دبانے پر مجبور ہو گئے، کل تک جو ان کے انداز اور لب و لہجے کے مخالف تھے، آج وہ بھی ان کے لیے دعائیں کرنے کے لیے مجبور ہیں۔

صاحب زادہ والا تبار مجاہدِ ناموسِ رسالت حضرت علامہ حافظ سعد حسین رضوی دامت برکاتہم العالیہ نے نمازِ ظہر سے قبل مینارِ پاکستان لاہور میں نمازِ جنازہ ادا کرائی، بڑی حسرتوں کے ساتھ جنازہ اٹھایا گیا، مسجد رحمۃ للعالمین سے متّصل مدرسہ ابوذر غفاری لاہور میں انھیں سپردِ خاک کیا گیا۔

حضرت علامہ آسی غازی پوری قدس سرہ نے کیا خوب عرض کیا ہے۔

اب تو پھولے نہ سمائیں گے کفن میں آسی
ہے شبِ گور بھی اس گل کے ملاقات کی رات

عاشق رسول امام احمد رضا محدث بریلوی فرماتے ہیں۔

لحد میں عشقِ رخِ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

حضرت مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی منیب الرحمٰن دامت برکاتہم العالیہ نے اپنے بیان میں فرمایا کہ یہ مفتی اعظم بار گیاوی ہیں، یہ [حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی علیہ الرحمۃ] کے جنازے کے بعد ان کے یہاں گئے تھے، ان کے بیٹے نے من جملہ باتوں میں سے یہ کہا کہ ابا جی

ایسا نہ ہو کہ میں اور آپ خاموشی سے مدینہ منورہ چلے جائیں تو انھوں نے جواب دیا، جھلیا دیوانے! میں کس منہ سے وہاں جاؤں گا، خادم حسین کیا منھ لے کے آقا کی بارگاہ میں جائے گا کہ گستاخی ہو رہی ہے اور خادم حسین زندہ ہے۔ یہ خادم حسین تھا۔ حضرت مفتیِ اعظم پاکستان مزید فرماتے ہیں:

میں نے دیگر باتوں کے ساتھ اس بات کو بھی لکھ دیا، یہ میں نے اس لیے لکھا ہے تاکہ ریکارڈ بن جائے اور نوجوانوں کے دل میں یہ تحریک پیدا ہو اور جذبہ پیدا ہو۔

یہ ایک سچائی ہے کہ مملکتِ خداداد پاکستان کے شہر لاہور میں اتنا کثیر مجمع آج تک نہیں ہوا جتنا اس عاشق رسول ﷺ امیر المجاہدین کی نمازِ جنازہ میں ہوا۔ اور صرف لاہور میں نہیں بلکہ پاکستان بننے کے بعد پورے پاکستان میں اتنا مجمع کہیں اور کبھی نہیں ہوا، یہ اہلِ سنت کی حقانیت کی واضح نشانی ہے۔ جہاں تک مطالعہ ہمارا ساتھ دے رہا ہے، انسانی دنیا میں اتنے بڑے جنازے کی مثال نظر نہیں آتی، امام مجتہد حضرت امام احمد بن حنبل قدس سرہ کے جنازے کی تاریخ و تعداد کتابوں میں ملتی ہے، آپ کا یہ ارشادِ گرامی بھی بہت مشہور ہے کہ جنازے فیصلہ کریں گے کہ حق پر کون ہے؟ صداقت اور اکثریت ماشاء اللہ سبحان اللہ۔ کتنے بد عقیدوں کو اللہ تعالیٰ نے حق و صداقت قبول کرنے کی توفیق عطا فرما دی۔ "تحریک لبیک یا رسول اللہ ﷺ" پاکستان میں آپ گزشتہ چار برس کی مدت میں میدان میں آئے، اس کے بعد پیچھے مڑ کر ہی نہیں دیکھا۔ اس وقت ہمیں یہ مشہور شعر یاد رہا ہے۔

میں اکیلا ہی چلا تھا جانبِ منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

تجزیہ نگاروں میں بعض نے سوا کروڑ، بعض نے ایک کروڑ چھتیس لاکھ، بعض نے یک کروڑ اڑتالیس لاکھ کے قریب مجمع نوٹ کیا ہے۔ تعداد پر ہم کوئی تجزیہ نہیں کریں گے۔ مگر بہر حال اتنا تو سچ ہے کہ کم و بیش مجمع سوا کروڑ تو بہر حال تھا، یہ بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں آپ کے مقبول ترین ہونے کی واضح دلیل ہے۔ بلا شبہہ جو عشاق بارگاہِ الٰہی اور دربار نبوی میں سرفراز ہو جاتے ہیں ان کا مقام اور مرتبہ بہت بلند ہو جاتا ہے۔ بڑے سے بڑے سیاست دانوں اور مقبول ترین فن کاروں سے ان کا موازنہ کرنا حماقت ہے۔ بظاہر ان اللہ والوں کے پاس کچھ نہیں ہوتا، مگر ان کی حکومت دلوں پر نہیں دِلوں پر ہوتی ہے۔ تاریخ اسلام میں اس کی بے شمار مثالیں ہیں۔ ایک مردِ مجاہد یکہ و تنہا میدان میں ہوتا ہے، لگتا ہی نہیں کہ یہ کچھ کر پائے گا، مگر جب ان پر فیضانِ پروردگار ہوتا ہے تو بڑے بڑے جابروں اور ظالموں کے قدم اکھڑ جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنے محبوبوں کو تاریخ کا کبھی نہ مٹنے والا حصہ بنا دیتی ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ مردِ میداں حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی ظاہری جاہ و جلال نہیں رکھتے تھے، مگر اللہ تعالیٰ کی اعانت و حمایت کا انکار کوئی بد عقیدہ اور بد عمل بھی نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ آج ان کے شدید معاندین اور اسلام کے دشمن بھی اس سچائی کا اقرار کر رہے ہیں ان کی مدح سرائی اور ان کی مغفرت کی دعا کرنے پر مجبور ہیں۔ اس حقیقت سے بھلا کون انکار کر سکتا ہے کہ ان کی ماہانہ آمدنی آخری وقت میں [محکمۂ اوقاف سے فارغ ہونے کے بعد] صرف اور صرف پندرہ ہزار تھی، مگر یہ ایک سچائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے بظاہر طاقت نہ ہونے کے باوجود بھی بڑے بڑے طاقت وروں پر بھاری ہوتے ہیں اور ان کی مقبولیت کو دیکھ کر سب کی گردنیں جھک جاتی ہیں۔ یہی حال عہدِ حاضر کے مجاہدِ اعظم سچے عاشقِ رسول ﷺ "تحریک لبیک یا رسول اللہ ﷺ" پاکستان کے قائد و سربراہ کا ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کی خوب خوب مغفرت فرمائے، ان کے وارثین، اولاد امجاد، اور خاص طور پر شہزادے پاسبانِ ناموس رسالت حضرت مولانا حافظ سعد حسین رضوی دامت برکاتہم العالیہ، کو صبرِ جمیل اور اجرِ جزیل عطا فرمائے۔ جہانِ اہلِ سنت اور ان کی تحریک کے شیدائیوں کو صبر و شکر کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین۔

ایک سورج تھا کہ تاروں کے گھرانے سے اٹھا
آنکھ حیران ہے کیا شخص زمانے سے اٹھا

مادۂ قطعۂ تاریخ ارتحال:

"محب، مجاہد، مولانا خادم حسین رضوی"
2020ء

طالبِ دیں، حق نما خادم حسین
تھے غلامِ مصطفیٰ شاہِ امم
عالم و فاضل مجاہد نیک نام
صاحبِ جود و سخا لطف و کرم
سالِ رحلت پر متینؔ آئی ندا
"شیخ کامل، رشکِ گلزارِ ارم"
2020ء

-☆-☆-☆-☆-☆-

علامہ خادم حسین رضوی ــــ ایک عظیم قائد

ابوحمزہ محمد عمران مدنی

وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ (المائدۃ:54/5)

اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے۔

آیت مبارکہ کے اس جزء میں اہل ایمان کی ایک عظیم صفت کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرماں برداری میں انہیں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں ہوتی۔ ملحوظ رہے کہ یہ صفت یہ بڑی اہم صفت ہے۔ معاشرے میں جن برائیوں کا چلن عام ہوجائے ان کے خلاف نیکی پر استقامت اور اللہ کے حکموں کی اطاعت اس صفت کے بغیر ممکن نہیں۔ ورنہ کتنے ہی لوگ ہیں جو برائی، معصیت الٰہی اور معاشرتی خرابیوں سے اپنا دامن بچانا چاہتے ہیں لیکن ملامت کرنے والوں کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں پاتے۔

خادم حسین (علیہ الرحمۃ) وہ مردِ مجاہد جس کی وضع قطع، چال ڈھال اور انداز و اطوار، قول و اقرار سے کردار فاروقی کی مہک آتی تھی۔

خادم حسین (علیہ الرحمۃ) وہ خطیب اعظم جس کا کلام مردہ تنوں میں روح پھونک دیا کرتا تھا، جس کے خطاب کا جوش و ولولہ ایسا تھا، جس کی تقریر کی گھن گرج ایسی تھی کہ کفر کے ایوانوں میں زلزلہ کا سماں بن جایا کرتا تھا۔ جس کا مشرب یہ حدیث پاک تھی: أَحَبُّ الْجِهَادِ إِلَى اللهِ كَلِمَةُ حَقٍّ تُقَالُ لِإِمَامٍ جَائِرٍ. (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم: 281/8,8080) یعنی: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ جہاد ظالم بادشاہ کو حق بات کہنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ جہاد ظالم بادشاہ کو کسی نیکی کا حکم دینا یا کسی برائی سے روکنا ہے یہ کام خواہ الفاظ سے کرے یا لکھ کر یا اس کے علاوہ کسی اور طریقہ سے کرے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کام کے پسندیدہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دشمن کے مقابلہ میں جہاد کرنے والا خوف بھی رکھتا ہے اور امید بھی۔ اسے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ غالب آئے گا یا مغلوب ہوگا مگر ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنے کی وجہ سے وہ اپنی جان کو یقینی خطرے میں ڈالتا ہے، اسے اپنی ہلاکت کا خوف ہوتا ہے پس جہاد کی اس قسم میں چونکہ خوف کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے اس لیے اسے افضل الجہاد قرار دیا گیا۔ جو بجا طور پر شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال کے اس شعر کا مصداق تھا:

آئینِ جواں مرداں، حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

خادم حسین (علیہ الرحمۃ) وہ قائد جو متحرک تھا، جو ایسے فیصلے کرتا تھا جو اس کی جماعت پر مثبت اثرات ڈالتے تھے، جس نے مختلف النوع افراد کی ایک عظیم جماعت کو بطورِ ٹیم کو ایک مشترکہ مقصد (حضور ﷺ کے دین کو تخت پر لانا، تحفظِ ناموس رسالت اور تحفظ ختمِ نبوت پر پہرہ دینا) کے لئے کام پر لگا دیا۔

خادم حسین (علیہ الرحمۃ) ایک عظیم قائد جس کے عمل میں مثبت سوچ اور مثبت بات کو بنیادی حیثیت حاصل تھی۔ جس کی شخصیت کا جوہر، اہم وصف اس کی بصیرت اس کا ویژن تھی کہ بے بصیرت شخص تو آپ رہنمائی کا محتاج ہوتا ہے وہ کسی کا رہبر کیسے بن سکتا ہے؟ بصیرت جس کا تعلق براہِ راست مثبت سوچ اور مثبت بات کے ساتھ ہوتا ہے۔

خادم حسین (علیہ الرحمۃ) وہ امیر المجاہدین جس نے اپنی تنظیم، تحریک بلکہ امت مسلمہ میں ایک نئی روح پھونک دی۔

خادم حسین (علیہ الرحمۃ) وہ مشفق و مہربان قائد جو اپنے کارکنان کے لیے گھنے سایہ دار درخت کی حیثیت رکھتا تھا۔

خادم حسین (علیہ الرحمۃ) وہ عظیم رہنما جسے حضور ﷺ کی صفت لِنْتَ لَهُمْ سے اللہ تعالیٰ نے حصّہ عطا فرمایا تھا، جو اپنے ویژن کو اپنے ساتھیوں اور کارکنوں کے ساتھ شیئر کرنے کا طریقہ جانتا تھا ہے۔ جس نے بالخصوص اپنی تحریک اور بالعموم امت مسلمہ کو اپنے عمل سے، اپنے کردار سے یہ یقین دلادیا کہ ان کے درمیان ایک ایسا قائد ہے جو جماعت کے مستقبل (پاکستان میں نظامِ مصطفیٰ کا نفاذ) کے عظیم مشن کو لے کر ہر محاذ پر ہراوّل دستہ کا کردار ادا کر رہا ہے۔

خادم حسین (علیہ الرحمۃ) وہ انقلابی قائد جو اپنی جماعت میں عظیم، مثبت تبدیلی لے کر آیا، دین سے دور رہنے والوں کو بالخصوص نوجوانوں کو حضور ﷺ کی محبت کا اسیر بنادیا۔

خادم حسین (علیہ الرحمۃ) وہ انقلابی قائد جس کے پاس اپنی پارٹی کے بالکل واضح اور روشن ویژن تھا اور اس نے وہ ویژن نہایت کامیابی

ibneiqbalmadani@gmail.com

سے اپنے کارکنان کے رگ وپے میں بسا دیا۔

خادم حسین (علیہ الرحمۃ) وہ عظیم دانشور جس کا شعور نہایت قوی تھا جسے معلوم تھا کہ فیصلہ کیسے کرنا ہے، پھر اس کیے گئے فیصلے پر کیسے ڈٹ جانا ہے جسے خود بھی اللہ پاک کے فضل سے اپنے کیے گئے فیصلوں پر اعتماد تھا جس کے فیصلوں پر اس کے تمام کارکنان کو بھی اعتماد تھا۔

خادم حسین (علیہ الرحمۃ) وہ وفا شعار عظیم قائد جس نے اپنی تحریک کے ہر کارکن کو انفرادی سطح پر اس کی اہمیت کا احساس دلایا ہے اور ہر ہر کارکن کو دین سے، رسول اللہ ﷺ سے، تحریک کے مقدس منشور سے وفاداری کا سبق پڑھایا۔

خادم حسین (علیہ الرحمۃ) وہ کامیاب ترین قائد جس نے اپنی کامیابیوں کا کریڈٹ بھی اپنے کارکنوں کو دیا، جس نے اپنی تحریک کے کارکنوں میں یہ احساس پیدا کیا کہ اللہ پاک دین کی سربلندی کے لیے کی گئی ان کی سعی کو ضائع نہیں کرے گا، دارین میں اللہ پاک ان کے اس کا صلہ عطا فرمائے گا اس تربیت و کردار سازی کے نتیجے میں تحریک کے کارکنان کٹھن سے کٹھن چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لیے زیادہ عزم کے ساتھ تیار رہا کرتے (اور ان شاء اللہ رہیں گے)۔

خادم حسین (علیہ الرحمۃ) وہ ذمہ دار قائد ور ہنما جسے خود اپنی ذمہ داریوں کا بھی احساس و ادراک تھا جسے اپنے کارکنان کی ذمہ داریوں کا بھی علم تھا، جسے یہ ہنر آتا کہ وہ اپنے کام کے ذریعے ماتحتوں کو کام کس طرح سکھایا جاتا ہے۔ وہ عظیم رہنما جس کے فیصلے سفلی احساسات، جذبات اور تعصبات کی عکاسی نہیں کرتے تھے بلکہ جس کے فیصلوں کی بنیاد قرآن وحدیث پر تھی۔

خادم حسین (علیہ الرحمۃ) جس کی ذات مکمل دیانت داری، بھروسہ مندی، منصف مزاجی، مضبوط کردار اور اعلیٰ اخلاقی کردار سے عبارت تھی، اللہ کے فضل سے جو لاکھوں دلوں پر راج کرتا تھا (اور کرتا رہے گا)

خادم حسین (علیہ الرحمۃ) جو بے غرض تھا، حرص ولالچ کی آلودگی سے پاک و صاف تھا، جس نے کبھی اپنی جماعت اپنی تحریک کو اپنے ذاتی مقاصد کے حصول یا اپنے خاندان کی بہبود کے لئے استعمال نہیں کیا۔

خادم حسین (علیہ الرحمۃ) جس نے اپنی زندگی اللہ ورسول کے ساتھ وفاداری کرتے ہوئے گزار دی، جس نے اپنے ملک سے، اس کے آئین سے، اپنی جماعت کے لوگوں کے ساتھ وفاداری نبھائی۔ جب قائد خود اپنے منشور کے ساتھ، اپنے ملک وقوم کے ساتھ وفادار ہو تو اس وفاداری کا فیضان نیچے کارکنوں میں اترتا ہے۔ خادم حسین (علیہ الرحمۃ) کے کارکنان کی وفاداری و محبت ان کے ساتھ کیسی تھی، فیض آباد کے دھرنے اس امر کے شاہد ہیں کہ ریاستی دہشت گردی غنڈہ گردی کے باوجود ان کے کسی کارکن نے انہیں پیٹھ نہیں دکھائی۔

خادم حسین (علیہ الرحمۃ) وہ عظیم قائد جس میں پہاڑوں کا سا حوصلہ تھا، وقت کے طاغوتی طاقتیں جس کے ہمت و حوصلہ کے آگے گھٹنوں کے بل گر گئیں، جن کی ذات میں ایسا عظیم حوصلہ ودیعت تھا کہ فیض آباد میں خوف و دہشت کی فضا میں بھی اطمینان اور استحکام کے ساتھ انہوں نے تحریک کی قیادت کی، اور مرد میدان کے طور پر ریاستی تشدد کا سامنا کیا۔

خادم حسین (علیہ الرحمۃ) وہ عظیم مخلص قائد جس نے کبھی ذاتی نفع ونقصان کی پرواہ نہیں بلکہ اپنی جان تک کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حق کی سربلندی کے لئے میدان میں آیا، ایسی اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کیا کہ راہِ عزیمت کے مسافروں کی یاد تازہ کردی۔

خادم حسین (علیہ الرحمۃ) وہ عظیم مردِ میدان جس کا گویا فلسفہ یہی تھا کہ اس عارضی زندگی کو حیات جاودانی میں تبدیل کرنے کا واحد طریقہ یہی کہ حضور ﷺ کی ناموس کے تحفظ کے لیے باطل، بے دین طاغوتی قوتوں کا بے خوفی سے مقابلہ کیا جائے، اور اس عظیم مقصد کے لیے دنیا میں (بظاہر) برباد وہلاک ہوجانے کی پرواہ نہ کی جائے۔

خادم حسین (علیہ الرحمۃ) وہ عظیم مدبّر قائد جسے اللہ پاک نے معاملہ فہمی کی صلاحیت عطا فرمائی، درست موقعے پر درست بات کہنے کا ہنر عطا فرمایا، جس کی سیاست کے اصول قرآن وسنت کی تعلیمات پر مبنی تھے، جس کے نزدیک سیاست کسی کو دھوکا دینے، کسی کی عزت اچھالنے منافقت سے کام لینے یا جھوٹ بولنے کا نام نہیں تھا، بلکہ ان کے نزدیک جو سیاست تھی وہ سیاست عبادت تھی، انبیاء کی سنت تھی۔

خادم حسین (علیہ الرحمۃ) وہ عظیم قائد جسے اللہ پاک نے کمال قوتِ فیصلہ عطا فرمائی، جسے اللہ تعالی نے زمینی حقائق کی جانچ پڑتال کر کے بروقت فیصلے کرنے کی اہلیت عطا کی تھی۔

خادم حسین (علیہ الرحمۃ) کی ذات وہ تھی جو ظاہری معذوری و پیرانہ سالی کے باوجود مشکل اور صبر آزما حالات میں اپنی جسمانی اور ذہنی قوتوں کو مفلوج نہیں ہونے دیا اور سخت ترین حالات میں بھی اپنے فرائض انجام دینے سے غافل نہیں ہوئے۔

خادم حسین (علیہ الرحمۃ) وہ امیر المجاہدین جس کا مقصد اتنا عظیم تھا کہ اس کے حصول کے لیے جتنی بھی رکاوٹیں راہ میں حائل تھیں، وہ ان سب سے ٹکرانے کی قوت رکھتا تھا۔ جو اپنے کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے سے پہلے دم لینے والا نہیں تھا۔ المختصر خادم حسین (علیہ الرحمۃ) کی زندگی کا خلاصہ اور نچوڑ امام اہل سنت کا یہ ایک شعر تھا:

انہیں جانا انہیں ماننا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

مسلمانوں میں معاشی تنگی - اسباب اور علاج

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم اربابِ قلم اور علمائے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: مبارک حسین مصباحی

جنوری 2021 کا عنوان	خلیفۂ راشد سیدنا صدیق اکبر اور مسئلۂ ختم نبوت
فروری 2021 کا عنوان	حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مسلمانوں کی تجارت سے دوری اور بگڑتے معاشی حالات

مسلمان تجارت میں ناکام کیوں ہیں؟

مولانا محمد ساجد رضا مصباحی

عهد حاضر میں عالمی سطح پر کسبِ معاش کے جتنے ذرائع اور وسائل ہیں ان میں تجارت بہت ہی اعلیٰ، معیاری، باوقار اور بابرکت ذریعہ ہے، دنیا کے بڑے بڑے اصحاب ثروت اسی پیشے سے وابستہ ہیں، آج دنیا میں وہی قومیں عزت و وقار کی زندگی گزار رہی ہیں، جو معاشی واقتصادی اعتبار سے مضبوط و مستحکم ہیں، دنیا بھر کے مسلمان جہاں اس وقت دیگر مسائل سے جوجھ رہے ہیں وہیں ان کے ساتھ ایک بڑا مسئلہ معاش کا ہے، خاص طور سے ہندوستانی مسلمان اس وقت معاشی بدحالی کے بدترین دور سے گزر رہے ہیں، ملازمتوں میں ان کی حصے داری آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہے، حکومت کی غلط پالیسیوں نے ملک کے کسانوں کو بھی تباہی کے دہانے پر پہنچا دیا ہے، لاک ڈاؤن کے سبب مزدوروں کو کام نھیں مل پا رہا ہے، مسلمانوں کے خلاف ایک طبقے کی مسلسل زہرافشانیوں کے سبب مسلم نوجوانوں کو کوئی جلد کام پر رکھنے کے لیے تیار نہیں ہوتا، ایسے میں مسلم معاشرے کو معاشی بدحالی سے نکلنے کے لیے تجارت کے بابرکت پیشے کی طرف پوری منصوبہ بندی کے ساتھ پیش قدمی کرنے کی ضرورت ہے، تاریخی حوالے گواہ ہیں کہ تجارت عہدِ قدیم سے معزز طبقات کا ذریعۂ معاش رہا ہے۔ اسلام کی صبح صادق سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں بھی تجارت کا عام رواج تھا۔ عربوں کے قافلے اونٹوں اور گھوڑوں پر سامان تجارت لاد کر کئی کئی دنوں تک میلوں کا سفر طے کرتے تھے۔ یہ قافلے سمندری سفر کے ذریعے بھی اپنا سامانِ تجارت ایک ملک سے دوسرے ملک منتقل کرتے تھے۔ مکہ میں بھی ہر سال کئی تاریخی میلے منعقد ہوا کرتے تھے، جن میں سامان عیش وطرب اوراسباب سیر و تفریح کے ساتھ بڑے بڑے تجارتی بازار بھی لگائے جاتے تھے، اور دور دور کے تاجر اپنی تجارت کے فروغ کے لیے اس میں شریک ہوتے تھے، خود اہل مکہ بھی اپنا سامان دوسرے شہروں میں لے جا کر فروخت کرتے تھے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی صغر سنی میں اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ ایک تجارتی قافلے میں ملک شام کا سفر فرمایا۔ اسلام کی آمد اور بعثتِ نبوی کے بعد تجارت و کاروبار کو ایک نیا رخ ملا، صدق وصفا کا پیغام عام ہوا، امانت و دیانت کی تعلیم عام ہوئی، تجارت کے رہنما اصول مرتب ہوئے، ان رہنما اصولوں پر عمل پیرا ہو کر ہمارے بزرگوں نے ایک زمانے تک تجارتی منڈیوں میں اپنا اثر و رسوخ برقرار رکھا، طبقۂ علما نے بھی ایک زمانے تک تجارت ہی کو اپنا ذریعۂ معاش بنایا، آج بھی اس پیشے سے وابستہ علما عزت و وقار کی زندگی گزار رہے ہیں، اس

استاذ دارالعلوم غریب نواز، داہوگنج، کشی نگر، (یوپی)

پیشے کی برکتیں آج بھی جگ ظاہر ہیں، لیکن موجودہ دور میں ہماری قوم نے بہت حد تک اس بابرکت پیشے سے کنارہ کشی اختیار کر رکھی ہے۔

آج اکثر تجارتی مراکز پر غیروں کا قبضہ ہے، وہ مکمل طور پر تجارت و معیشت کو اپنے قابو میں کیے ہوئے ہیں، چھوٹے چھوٹے بازاروں میں بھی انھیں کا بول بالا ہے، کثیر مسلم آبادی والے علاقے کی مارکیٹ میں بھی مسلمانوں کی کوئی بڑی دکان نظر نہیں آتی، دو چار چھوٹی موٹی دکانیں اگر کہیں نظر آبھی جائیں تو ان کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا، حالاں کہ آج جس طرح مسلمانوں کو اچھے ڈاکٹر، ماہر انجینئر، قابل اساتذہ اور دیگر شعبہاے حیات کے ماہرین کی ضرورت ہے، اسی طرح مسلمانوں کو ایسے دیانت دار تاجروں کی بھی ضرورت ہے جو مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ ایمانداری، صداقت، قوم کی ہمدردی اور ملت اسلامیہ کی فلاح و بہبودی کے جذبات سے سرشار ہوں۔

آج ہمارے سماج کے نوجوان حصول معاش کے لیے در بدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں، دہلی، ممبئی، پنجاب، گجرات، بنگلور جیسے شہروں کا سفر کرتے ہیں، وہاں انھیں ناقابل برداشت ذلتوں کا سامنا ہوتا ہے، ان کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کیا جاتا ہے۔ یہ نوجوان بڑی محنت و مشقت کے بعد ہزار ذلتیں جھیلتے ہوئے جب دو چار ہزار روپے کما کر گھر واپس ہوتے ہیں تو خون پسینے کی اس گاڑھی کمائی کو اپنے علاقے کے ان دکانداروں کے ہاتھوں میں ڈال آتے ہیں، جو ان کے خلاف مسلسل سازشوں میں شریک ہوتے ہیں، جو ان کے وجود کو ہی مٹانے پر آمادہ ہیں، جن کے ذہن و دماغ میں ان کے خلاف نفرت و عداوت کا ایک شعلہ بھڑک رہا ہوتا ہے، جو بظاہر تو مسکراہٹ بکھیرتے ہیں، لیکن اندر حقارت منافرت کا لاوا ابل رہا ہوتا ہے۔ ایسے میں یہ سوال ذہن و دماغ میں بار بار کچوکے لگاتا ہے کہ آخر مسلمان خود تجارت کا پیشہ کیوں اختیار نہیں کرتا؟ کیوں کسان اور مزدور اپنا استحصال دیکھ کر بھی اپنے معاشی مستقبل کو تابناک بنانے کے لیے ٹھوس لائحۂ عمل نہیں تیار کرتا؟؟ اس میدان میں مسلمانوں کو خاطر خواہ کام یابی کیوں نہیں ملتی؟؟؟

بعض مسلم تاجروں کی شکایت رہتی ہے کہ حکومت کی پالیسی اور مسلم تاجروں سے اکثریتی طبقہ کی بے رخی کی وجہ سے ہمیں اس میدان میں کام یابی نہیں مل پاتی، ہم اس دلیل کو مکمل طور پر خارج بھی نہیں کر سکتے، لیکن ان علاقوں کے سلسلے میں کیا کہا جائے گا جہاں مسلمان ستر فی صد کی آبادی میں ہیں، وہاں بھی مسلم دکاندار کام یاب نہیں ہو پاتے؟، دن بھر اپنی دکان پر بیٹھ کر حسرت بھری نگاہوں سے قریب کی دکان کی بھیڑ کو تک رہے ہوتے ہیں۔ میں نے اس سلسلے میں بڑی گہرائی سے دونوں فریق کے رویوں، طریقوں اور کام یابی و ناکامی کے اسباب کا مطالعہ کیا ہے، کئی سالوں تک میں نے دونوں طرح کی دکانوں میں خریداری کر کے دونوں کے درمیان کا فرق محسوس کیا ہے، دو دہائی کے اس تجرباتی عمل میں حیرت انگیز انکشافات ہوئے ہیں، یہ انکشافات ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کرتے ہیں کہ تجارت و معیشت کے جو اصول قرآن و حدیث نے مسلمانوں کی فلاح و بہبودی کے لیے وضع کیے تھے، آج غیر مسلم دنیا ان پر عمل پیرا ہو کر ترقی کے منازل طے کر رہی ہے اور عالمی، ملکی و علاقائی معیشت میں سنگ میل کی حیثیت اختیار کر چکی ہے، جب کہ خود مسلمان ان اصول و قوانین کو پس پشت ڈال کر دن بہ دن معاشی تباہی و بربادی کی گہری کھائی میں گرتے جا رہے ہیں۔

اب ہم یہاں تجارت کے چند عام اصول ذکر کر رہے ہیں جو احادیث کریمہ اور سیرت صحابہ سے مستفاد ہیں، عام طور پر مسلم تاجر اُن سے دور نظر آتے ہیں۔

خوش اخلاقی و نرم خوئی: ایک کامیاب تاجر اور دکاندار کا خوش خلق اور خوش مزاج ہونا انتہائی ضروری ہے، بد مزاج اور درشت خو دکانداروں سے خریدار بھاگتے ہیں، تاجر اور دکان دار کو اپنے ہر خریدار کا مسکراہٹ کے ساتھ استقبال کرنا چاہیے، لیکن ہمیں اکثر مسلم دکانداروں کے یہاں اخلاقی دیوالیہ پن نظر آتا ہے، مزاج میں ایسی تعلیم ہوتی ہے کہ کسٹمر کے ساتھ عزت و احترام کا معاملہ کرنے کی بجائے حقارت آمیز لب و لہجے میں گفتگو کرتے ہیں، دہلی کی جامع مسجد کے سامنے کثیر تعداد میں مسلم دکانیں ہیں، جب آپ ان دکانوں کے سامنے سے گزریں گے تو آپ کو بڑے والہانہ انداز میں آیئے جناب، تشریف لائیے جناب، کیا خدمت کی جائے جناب، جیسے الفاظ سے بلایا جائے گا، لیکن اگر اتفاق سے آپ کو ان کا سامان پسند نہیں آیا اور بغیر خریداری کیے واپس ہو گئے تو مادر پدر کی گالیوں پر اتر آئیں گے، اور اگر زیادہ کچھ کہا تو دھکے دے کر نکالا بھی جائے گا، ظاہر ہے کہ ایسی دکانوں میں شریف لوگ نہ جانے ہی میں عافیت سمجھتے ہیں۔ یہ ایک مثال ہے، کم و بیش ملک کے مختلف حصوں کے یہی حالات ہیں۔ چند سالوں قبل مجھے ویلور تمل ناڈو جانے کا اتفاق ہوا، رمضان کا

مقدس مہینہ تھا، ایک مسجد میں نماز کے لیے پہنچا، واپسی پر دیکھا کہ اللہ کے کسی بندے کو میری چپل پسند آگئی تھی، ننگے پاؤں چپل خریدنے کے لیے مسلم دُکان تلاش کرنے لگا، بمشکل ایک مسلم بوٹ شاپ ملا، دیار غیر میں تھوڑی سی راحت محسوس ہوئی، لیکن دکان دار مجھے اجنبی مسافر سمجھ کر روکھے لہجے میں اوٹ پٹانگ ریٹ مانگنے لگا، چپل تو ان کے منھ مانگے ریٹ پر خرید لیا، لیکن اس مسلم دکان دار کی ترش روئی اور اکھڑپن نے مجھے انتہائی کبیدگی میں مبتلا کر دیا، کئی دن کے قیام کے دوران وہیں کے غیر مسلم دکان داروں کے رویے بھی دیکھے، وہ بہت اچھے انداز میں پیش آتے، تجارتی نقطۂ نظر سے ہی سہی لیکن ہمدردی کا مظاہرہ کرتے، اب آپ بتائیں کہ ان حالات میں کوئی خریدار مسلم دکان داروں کے یہاں جاکر اپنا دماغ کیوں خراب کرے گا؟۔ اسلام میں نرمی اور خوش خلقی کا رویہ اختیار کرنے کی عام حالات میں بھی تعلیم دی گئی ہے، لیکن تجارت کے شعبے میں اس کی خاص طور پر تاکید کی گئی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ایسے تاجر کے لیے جو خرید و فروخت میں نرمی کا رویہ اختیار کرے، دعا فرمائی ہے۔ ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو بیچتے وقت، خریدتے وقت اور تقاضا کرتے وقت فیاضی اور نرمی سے کام لیتا ہے“۔

[صحیح بخاری، کتاب البیوع، بابُ السُّهُوْلَةِ وَالسَّمَاحَةِ فِي الشِّرَاء وَالْبَيْعِ، وَ مَنْ طَلَبَ حَقًّا فَلْيَطْلُبْهُ فِي عَفَافٍ، بروایت جابر بن عبداللہ، رقم: 2076]

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو جنت میں داخل کر دیا جو بیچنے اور خریدنے میں نرمی کا معاملہ کیا کرتا تھا“۔[سنن ابن ماجه، کتاب التجارات، بابُ السَّمَاحَةِ فِي الْبَيْعِ، بروایت عثمان، رقم 2202]

ان روایتوں کا تقاضہ ہے کہ مسلمان تاجر کو خرید و فروخت میں نرمی اور خوش اخلاقی کا رویہ اختیار کرنا چاہیے، یہ ایک ایسی پالیسی ہے جس کے ذریعہ تاجر بہت کم وقفہ میں گاہکوں کے درمیان اپنی ساکھ قائم کر سکتا ہے، لیکن افسوس کا پہلو یہ ہے کہ مسلمان تاجر عام طور پر اس صفت سے خالی نظر آتے ہیں جب کہ دوسری قوموں کے تاجروں نے اس پالیسی کو سختی سے اپنا لیا ہے جس کے دنیوی ثمرات سے وہ مستفیض ہو رہے ہیں۔

کم منافع پر اکتفا: ہمارے اکثر مسلم دکان دار کم وقت میں زیادہ منافع کمانے کی پالیسی پر عمل پیرا ہوتے ہیں، گاہک بدظن ہو جائے، دکان چھوڑ دے، دوسرے خریدار بھی متاثر ہو جائیں، لیکن یہ صاحب اپنے منافع میں ذرہ برابر کمی کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے، اس کے بر خلاف ہم نے متعدد غیر مسلم دکان داروں کو آزمایا، بار بار ان سے سامان خریدا، اور بعض اوقات ان سے ان کی توقع سے زیادہ رقم کم کرایا، انھوں نے تھوڑی سی منفعت کو پس پشت ڈال کر ہماری ضد کے سامنے ہتھیار ڈال دیا اور ہمیں مستقل خریدار سمجھ کر کم منافع یا بغیر منافع کے ہی سامان دے دیا، ہم نے غور کر کے یہ نتیجہ نکالا کہ اکثر غیر مسلم دکان دار اصول تجارت سے واقف ہوتے ہیں، وہ عارضی منفعت کو نہیں دیکھتے، بلکہ اپنے کسٹمر کو بکھرنے سے، بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ دراصل کم نفع لے کر زیادہ مال فروخت کرنا ایک ایسی پالیسی ہے جس سے تجارت کافی اوپر اٹھ جاتی ہے۔ سلف صالحین کی عادت مبارکہ بھی یہی تھی کہ کم نفع پر زیادہ مال فروخت کرنے کو زیادہ نفع حاصل کرنے کے انتظار سے مبارک سمجھتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ کے بازار میں چکر لگاتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے لوگو! تھوڑے نفع کو نہ ٹھکراؤ کہ زیادہ نفع سے بھی محروم ہو جاؤ گے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے ایک بار لوگوں نے پوچھا کہ آپ کس طرح اتنے دولت مند ہو گئے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے تھوڑے نفع کو بھی کبھی رَد نہیں کیا۔ جس نے بھی مجھ سے کوئی جانور خریدنا چاہا میں نے اسے روک کر نہ رکھا بلکہ فروخت کر دیا۔ ایک دن ایک ہزار اونٹ اصل قیمت پر فروخت کر دیے اور ہزار رسیوں کے سوا کچھ نفع حاصل نہ کیا۔[کیمیاے سعادت، ص: 280]

وقت کی پابندی: تاجر خاص طور سے دکان چلانے والے افراد کے لیے اوقات کا پابند رہنا انتہائی ضروری ہے، دکان کھولنے اور بند کرنے کا وقت متعیّن ہونا چاہیے، بلا ضرورت دکان بند کر کے غیر حاضر رہنا خریداروں کو بدظن کرتا ہے، لوگ ایسی دکانوں کی بجائے دوسری دکانوں سے اپنی ضروریات کی تکمیل کو ترجیح دیتے ہیں، ہمارے مسلم بھائی صبح دیر تک سونے کے عادی ہو چکے ہیں، خاص طور سے ٹی وی اور موبائل کی لَت نے ان کی راتوں کو بے چین اور صبحوں کو بے برکت بنا دیا ہے، چوراہے پر اگر اپنی اور غیر کی دو چائے کی دکانیں ہوں تو آپ کو صبح سب سے پہلے غیر مسلم کے ہوٹل میں چائے دستیاب ہو گی، مسلمان جسے صبح سویرے اٹھ کر فجر کی نماز ادا کر کے اپنے کاروبار

میں مشغول ہوجانا چاہیے تھا، وہ طلوع آفتاب کے بعد تک بستر پر پڑا رہتا ہے، اور غیر مسلم صبح تڑکے اٹھ کر سیر و تفریح کے لیے بھی جاتے ہیں اور وقت پر اپنی دکان بھی کھولتے ہیں، مندی کا زمانہ ہو یا بھیڑ بھاڑ کا موسم، وہ ہمیشہ اپنے معمول کے پابند ہوتے ہیں، ہمارے ادارے کے پاس ان کی کچھ دکانیں ہیں، گھڑی کی سوئی دیکھ کر پورے وثوق کے ساتھ بتایا جاسکتا ہے کہ ان کی دکان کھلی ہو گی یا بند ہو چکی ہو گی۔ افسوس کہ آج ہمارے مسلم بھائی ان اصولوں سے ناآشنا ہیں، یا آشنا ہونے کے باوجود اس پر عمل پیرا ہونے میں ناکام ہیں۔

صحابیِ رسول حضرت عبد الرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے تاجر شمار کیے جاتے تھے، ان کے بارے روایت ہے کہ جب انہوں نے بنی قینقاع کے بازار میں تجارت شروع کی تھی تو ان کا معمول تھا کہ وہ بازار صبح سویرے چلے جاتے اور تجارت کے کاموں میں مشغول ہوجایا کرتے تھے۔ انھوں نے معمولی تجارت سے اپنا کام شروع کیا، پھر ان کا شمار عرب کے بڑے تاجروں میں ہونے لگا۔[صحیح بخاری، كِتَابُ مَنَاقِبِ الْأَنْصَارِ، بَابُ إِخَاءِ النَّبِيِّ ﷺ بَيْنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ، رقم 3780]

صخر غامدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللّٰهُمَّ! بَارِكْ لِاُمَّتِي فِي بُكُورِهَا. یعنی اے اللہ! میری امت کے لیے دن کے ابتدائی حصے میں برکت ڈال دے۔

حضرت عمارہ بن حدید نے کہا کہ صخر ایک تاجر آدمی تھے، وہ اپنی تجارتی کارندوں کو دن کے اول حصے میں روانہ کیا کرتے تھے، چنانچہ وہ مال دار ہوگئے تھے اور ان کی دولت بہت بڑھ گئی تھی۔[سنن ترمذی، كتاب البيوع، بَابُ مَاجَآءَ فِي التَّبْكِيْرِ بِالتِّجَارَةِ، رقم 1212]

جھوٹ، فریب اور دھوکہ دہی سے اجتناب: جھوٹ، دغا اور فریب جیسے مذموم اوصاف عام مسلمان کے اندر پایا جانا بھی از حد مذموم اور مومنانہ شان کے خلاف ہے، لیکن اگر مسلمان تاجر کے اندر یہ اوصاف پیدا ہوجائیں تو آخرت کے ساتھ اس کی دنیا بھی تباہ ہو جائے گی، تجارت اور خرید و فروخت کے معاملات انتہائی صاف شفاف ہونے چاہیے، خریدار کو دھوکا دے کر کبھی بھی تجارت میں کام یابی نہیں حاصل کی جاسکتی، آج ملٹی نیشنل کمپنیاں بھی اسی اصول پر عمل پیرا ہیں، امیزون[Amazon] اور فلپ کارٹ [Flipkart]، جیسی معروف کمپنیاں بھی اپنے خریداروں کو سامان کی ڈیلوری کے بعد پسند نہ ہونے کی صورت میں یا سامان غیر معیاری نکلنے کی صورت میں ایک ہفتے کے اندر واپس کرنے کی سہولت دیتی ہے، کمپنی کے مقامی نمائندے گھر پر آکر سامان واپس لے جاتے ہیں، اس کے عوض میں دوسرا معیاری سامان ڈیلور کیا جاتا ہے، لیکن ہمارے مسلم معاشرے کے چھوٹے چھوٹے دکانداروں کا حال یہ ہے کہ اگر سامان خریدنے کے بعد آپ واپس کرنے یا بدلوانے کے لیے پہنچ گئے تو پھر ان کے چہروں کا جغرافیہ بدل جاتا ہے، ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں اور کسٹمر کے ساتھ ایسا حقارت آمیز برتاؤ کرتے ہیں کہ وہ کبھی دوبارہ اس دکان کا رخ کرنے کی حماقت نہیں کرتا، اور اگر اجنبی خریدار غلطی سے ایک دو دن کی تاخیر سے پہنچا تو اسے پہچاننے سے ہی انکار کر بیٹھتے ہیں۔

حضرت رفاعہ بن رافع انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تاجر لوگ قیامت کے دن فاجر اور گنہگار اٹھائے جائیں گے، سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے [اپنی تجارت میں] تقویٰ، نیکی اور سچائی کی روش اختیار کی"۔[سنن ترمذی، كتاب البيوع، باب مَاجَآءَ فِي التُّجَّارِ وَ تَسْمِيَةِ النَّبِيِّ ﷺ إِيَّاهُم، رقم 1214]

امام سلیمان بن احمد طبرانی نے سرکار دوعالم ﷺ کا ارشاد نقل فرمایا: مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا وَالْمَكْرُ وَالْخِدَاعُ فِي النَّارِ۔ یعنی جو شخص دھوکے بازی کرے وہ مجھ سے نہیں اور دغابازی اور فریب کا انجام جہنم ہے۔[المعجم الکبیر للطبرانی، امام سلیمان بن احمد طبرانی رقم 10234]

ناپ تول میں کمی: ناپ تول میں کمی کرنا ایک بدترین اخلاقی بیماری ہے جو آج کے بازاری نظام میں ایک وبا کی شکل اختیار کر چکی ہے، اس جرم میں ہر طبقے کے لوگ شامل ہیں، خاص طور سے چھوٹے دکان دار اس میں زیادہ ملوث ہیں، افسوس کہ ہمارے مسلم بھائی بھی اس بری عادت کے شکار ہیں، کئی بار ہم نے دکان داروں کی چوری پکڑنے کے بعد اصلاح کی غرض سے سمجھانے کی کوشش کی تو بہانے بنانے لگے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے شریعت کی نگاہ میں یہ ایک بدترین قسم کی خیانت ہے کہ پیسے تو پورے لیے جائیں اور سامان کم دیا جائے۔ قرآن کریم میں اس کی سخت الفاظ میں مذمت کی گئی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝١ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝٢ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝٣

ترجمہ: کم تولنے والوں کی خرابی ہے وہ کہ جب اوروں سے ناپ

لیں تو پورا لیں اور جب انھیں ناپ تول کر دیں تو کم کر دیں۔[المطففین/3،2،1]

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں بھی یہ برائی عام تھی جس کی اصلاح کی آپ نے کوششیں کیں، لیکن جب وہ نہیں مانے تو ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا۔ اسی لیے رسول اکرم ﷺ نے اپنی امت کو اس سے متنبہ فرمایا کہ اس لعنت میں گرفتار ہو کر کہیں وہ بھی غضب الٰہی کا شکار نہ ہو جائیں۔ آپ نے ناپ تول کرنے والوں سے فرمایا: "تم لوگ دو ایسے کام کے ذمے دار بنائے گئے ہو [یعنی ناپنا اور تولنا] جن میں [کوتاہی کے سبب] تم سے پہلے کی [بعض] امتیں ہلاک ہو گئی ہیں"۔

[سنن ترمذی، ابواب البیوع، بَابُ مَاجَآء فِي الْمِكْيَالِ وَالْمِيْزَانِ، بروایت عبداللہ بن عباس، رقم 1217/1221].

ناپ تول میں دیانت داری سے گاہکوں میں اعتماد پیدا ہوتا ہے اور تجارتی تعلقات زیادہ دنوں تک استوار رہتے ہیں۔ لیکن اگر ناپ تول میں کمی کی عادت خریداروں پر عیاں ہو جائے تو ایسی دکانوں کی ویرانی یقینی ہو جاتی ہے۔

عدم استقلال: کسی بھی پیشہ میں کام یابی حاصل کرنے اور اس میدان میں امتیازی مقام پانے کے لیے مسلسل جد وجہد کی ضرورت ہوتی ہے، بڑے صبر آزما حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے، کئی مشکل مقامات آتے ہیں، جہاں حوصلوں کو باقی رکھنا اور میدان میں جمے رہنا کسی چیلنج سے کم نہیں ہوتا، لیکن جو لوگ دھن کے پکے ہوتے ہیں وہ کبھی بھی نامساعد حالات کے سبب اپنے ارادوں میں تزلزل نہیں پیدا ہونے دیتے، کام یاب تجارت کی راہیں بھی پُر خار وادیوں سے ہو کر گزرتی ہیں، کم ہی خوش نصیب ایسے ہوتے ہیں جنھیں ابتدائی مرحلے میں ہی کام یابی مل جاتی ہے، اکثر لوگوں کو کرب آمیز لمحات سے گزرنا پڑتا ہے، اس کے لیے عزم واستقلال اور بلند حوصلوں کی ضرورت ہوتی ہے، ہم نے کئی کئی سالوں تک ویران دکانوں کو رفتار پکڑتے دیکھا ہے، میری قیام گاہ کے سامنے ایک بوڑھے میاں کی الماریوں کی دکان ہے، سال بھر قبل بازار کے آخری چھور پر انھوں نے اپنی دکان کا افتتاح کیا، ایک سال تک شاید دس پندرہ دن میں کوئی ایک گاہک آتا ہوگا، لیکن انھیں دکان میں ہمیشہ وقت پر پابندی کے ساتھ موجود دیکھا، اب ان کی دکان کا قرب وجوار میں تعارف ہو چکا ہے، دھیرے دھیرے خریداروں کی تعداد بڑھنے لگی ہے، تجارت کے میدان میں قدم جمانے کے لیے اسی طرح کے پکے دھن کی ضرورت ہوتی ہے۔

ہمارے بہت سارے نوجوان چند دنوں کے بعد اکتا جاتے ہیں، اور جلد ہی ناکامی کا شکوہ کرنے لگتے ہیں، یہ اصول تجارت کے بالکل خلاف اور انتہائی غیر دانش مندانہ عمل ہے۔ بہت سارے پڑھے لکھے جوان ملازمت کے حصول کے لیے اپنی زندگی کا اکثر حصہ بے کاری میں گزار دیتے ہیں، جب کہ چھوٹی موٹی تجارت کے ذریعہ بھی وہ اپنے معاش کا انتظام کر سکتے ہیں۔

ایک بڑی مصیبت یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں چھوٹے موٹے کاروبار کو شان کے خلاف سمجھا جاتا ہے، اس کے مقابلے میں معمولی ملازمت اور مزدوری کو ترجیح دی جاتی ہے، جب کہ یہ ملازمتیں کچے دھاگے کی مانند ہوتی ہیں، کب مالک مستقل چھٹی دے کر گھر روانہ کر دے اس کی کوئی گارنٹی نہیں ہوتی، مزدوروں کے استحصال کے واقعات بھی آئے دن رونما ہوتے رہتے ہیں، اس کے مقابلے میں معمولی تجارت کرنے والے اور گمٹی لگا کر چھوٹی موٹی دکان چلانے والے پورے وقار کے ساتھ زندگی گزارتے اور ترقی کی راہیں طے کرتے ہیں۔ لاک ڈاؤن میں خاص طور پر اس کا تجربہ ہوا، کروڑوں ملازمت پیشہ افراد کو ملازمت سے ہاتھ دھونا پڑا، تنخواہیں روکی گئیں، مزدوروں کو تو قیامت خیز حالات کا سامنا کرنا پڑا، اب تک حالات نارمل نہیں ہو سکے ہیں، جب کہ تجارت پیشہ افراد جلد ہی اس بحران سے نکلنے میں کام یاب ہو گئے ہیں، بلکہ بعض نے تو ان ہنگامی حالات میں بھی خوب کمائی کی ہے، یہ ساری باتیں اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ اپنی معاشی بدحالی دور کرنے کے لیے ہمارے سماج کے افراد بھی تجارت میں حصے داری قائم کریں۔

خاص طور سے ہمارے علاقہ اتر دیناج پور اور کشن گنج جہاں کے سادہ لوح مسلمان مارواڑیوں اور بنگلہ دیشی رفیوجیوں کے ہاتھوں لٹ رہے ہیں، یہ دونوں قسم کے لوگ اس علاقے کی تجارت پر ایک زمانے سے قابض ہیں، مسلم تاجروں کی نااہلی کے سبب یہ جس طرح چاہتے ہیں مسلمانوں کا استحصال کرتے ہیں، ایسے میں مسلم جوانوں کو تجارت کے پیشے سے وابستہ ہو کر اپنی قوم کی فلاح و بہبود اور اپنے معاشی استحکام کے لیے جدوجہد کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

☆☆☆

عصرِ حاضر میں روزگار کی عدم فراہمی کے اسباب اور اس کے تدارک کے لیے چند رہنما اصول

مولانا محمد ایوب مصباحی

آج ہندوستان میں عام طور سے ہر طبقے میں اقتصادی زبوں حالی کسی بھی ذی شعور پر مخفی نہیں خصوصاً مسلمان اور ان میں بھی زیادہ تر علما وائمہ جس کی کئی وجوہات و اسباب ہیں کچھ دینی اور کچھ دنیوی جن کا قدرے تفصیل سے ہم ذکر کریں گے، پھر اس کے تدارک کے لیے کچھ اصول قلم بند کرنے کی کوشش کریں گے، کہ جن پر عمل پیرا ہو کر دنیا و آخرت کو سنوارنے کی کوشش کی جاسکے۔

رزق میں تنگی کے اسباب:

محدود فکر: آج ہر انسان کی اور خصوصاً طلبہ واساتذہ مدارس کی فکر کافی حد تک محدود ہو چکی ہے۔ مثلاً طلبہ کا ٹارگیٹ اور مطمح نظر صرف اتنا ہوتا ہے کہ وہ مدارس اسلامیہ میں صرف اس قدر تعلیم حاصل کر لیں کہ وہ ایک اچھے پیشہ ور خطیب بن جائیں یا کم از کم اتنا بولنا سیکھ جائیں کہ کہیں بھی سال دو سال پڑھ کر مناسب امامت لگا کر اپنی زندگی بسر کر سکیں جس سے کئی ایک نقصان ہوتے ہیں کہ وہ لوگ جو خود اصلاح طلب ہوتے ہیں وہ قوم کی اصلاح و رہنمائی کا فریضہ انجام دینے لگتے ہیں اور قلتِ علم کے باعث ان میں بہت سی اخلاقی خرابیاں رونما ہو جاتی ہیں کہ وہ اس بات پر تیار ہو جاتے ہیں کہ انھیں یہاں رکھ لیا جائے یا یہاں سے نہ ہٹایا جائے چاہے معقول ماہانہ وظیفہ جاری ہو یا نہ ہو، دراصل تحصیل علم میں انتھک جدوجہد نہ کرنے کے سبب وہ جانتے ہیں کہ وہ اسی کے لائق ہیں یہی حال ہر کم پڑھے لکھے ملازم کا ہے الاماشاء اللہ۔

توکل کا فقدان: سرکاری دفاتر سے لے کر عام پرائیویٹ اداروں ومحکموں اور شعبوں میں ملازمین کا توکل سے خالی ہونا یعنی اپنی ملازمت کو حتمی اور یقینی بنانے کے لیے اور تا دیر اس میں استقلال لانے کے لیے ناظم اعلیٰ، صدر، ٹرسٹیوں، اور ذمہ داران کی خوشامد اور ان کی جھوٹی تعریف میں قصیدے نظم کرنا ہے، لیکن ان حضرات میں جو باشعور ہوتے ہیں وہ اول نظر میں سمجھ جاتے ہیں کہ خوشامد کرنے والے ملازمین سے کس قدر دین کا زیاں ہے۔ کہ وہ یہ کارنامہ اپنی ناکامی پر پردہ ڈالنے کے لیے کرتے ہیں (اور یقیناً ان اشخاص کو سمجھنا اور پرکھنا بہت ضروری ہے کہ خانقاہوں اور بیشتر مدارس و مراکز میں بھی خسارہ ایسے ہی لوگوں کی وجہ سے ہوا ہے) جس سے ان کے رزق کے وسائل تنگ ہو جاتے ہیں کہ اولاً تو انھیں کوئی رکھنے کے لیے تیار نہیں ہوتا اور اگر ہو بھی جاتا ہے تو معقول وظیفے کا انصرام ناتمام ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر وہ امانت داری سے دین کی خدمت کرتے اور رزق وافر کی امید اللہ تعالیٰ سے رکھتے تو وہ غیب سے اس کے سامان ضرور مہیا فرماتا۔

کسبِ معاش میں کاہلی: انسان کا وطیرہ آج یہ ہو گیا ہے کہ وہ کام سے بچنا چاہتا ہے اور اپنے جسم کو آرام کا عادی بنا لیتا ہے جس کے نتیجے میں اس کی سعی کسبِ معاش کے تئیں اس قدر رہتی ہے کہ وہ اتنا کما لے جتنا کھا لے، حالاں کہ مستقبل کی فکر بھی انسان کو ہونی چاہیے چیونٹی جس کی ایک بہترین مثال ہے کہ وہ بارش کے موسم کا انتظام و انصرام موسمِ گرما میں ہی کر لیتی ہے اور یہ توکل کے خلاف بھی نہیں ہے اس لیے کہ انسان حقیقی رازق صرف اللہ کو تصور کرے لیکن اسباب و وسائل خود مہیا کرے جوان دو آیتوں: ''وَمَامِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا'' اور ''هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا'' کے درمیان تطبیق انیق بھی ہے۔

ذکرِ الٰہی سے اعراض: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَإِنَّ لَهُ مَعِيْشَةً ضَنْكًا.'' (س: طٰہٰ، آیت: 124)

ترجمہ: اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا اس کے لیے تنگ زندگانی ہے۔ (کنزالایمان)

اس آیت کی تفسیر میں صدر الافاضل حضرت علامہ نعیم الدین مرادآبادی تفسیر خزائن العرفان میں فرماتے ہیں:

''دنیا میں، یا قبر میں، یا آخرت میں، یا دین میں، یا ان سب میں؛ دنیا کی تنگ زندگانی یہ ہے کہ ہدایت کا اتباع نہ کرنے سے عملِ بد اور حرام میں مبتلا ہو یا قناعت سے محروم ہو کر گرفتارِ حرص ہو جائے اور کثرتِ مال و اسباب سے بھی اسے فراغِ خاطر (بے فکری) اور سکونِ

صدر المدرسین دار العلوم گلشن مصطفیٰ، بہادر گنج، سلطان پور، مراد آباد، یو۔پی

قلب میسر نہ ہو، دل ہر چیز کی طلب میں آوارہ ہو اور حرص کے غموں سے کہ یہ نہیں وہ نہیں، حال تاریک اور وقت خراب رہے اور مومن متوکل کی طرح اسے سکون و فراغ حاصل ہی نہ ہو۔ جس کو حیاتِ طیبہ کہتے ہیں: قال تعالیٰ: فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (تو ضرور ہم اسے اچھی زندگی جلائیں گے) اور قبر کی تنگ زندگانی یہ ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہوا کہ کافر پر اس کی قبر میں ننانوے اژدہے مسلط کیے جاتے ہیں، اور آخرت میں تنگ زندگانی جہنم کے عذاب ہیں، جہاں زقوم (تھوہڑ) یعنی دھتورا اور کھولتا پانی اور جہنمیوں کے خون اور ان کے پیپ کھانے پینے کو دی جائیں گے، اور دین میں تنگ زندگانی یہ ہے کہ نیکی کی راہیں تنگ ہو جائیں اور آدمی کسبِ حرام میں مبتلا ہو۔"

تجارت میں قسم کھانا: تجارت میں قسم کھانا بھی تنگی رزق اور بے برکتی کا ایک سبب ہے۔ حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں، کہ آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ "تجارت میں قسم کی کثرت سے پرہیز کرو کہ یہ اگرچہ مال کو بکوا دیتی ہے مگر برکت کو مٹا دیتی ہے۔"(مسلم شریف، کتاب المساقاتِ والمزارعة، باب النھی عن الحلف، ص:865/مکتبہ دار حزم بیروت)

مال کے لالچ میں امیر گھرانے میں شادی کرنا: یہ بلا بہت عام ہو چکی ہے کہ بچے جوان ہو جاتے ہیں اور کے اولیا اولا تو شادی ہی نہیں کرتے اور اگر شادی کے بارے میں سوچتے بھی ہیں تو طرح طرح کی ڈیمانڈ و مطالبات کہ جہیز میں یہ چاہیے وہ چاہیے، کھانا ایسا ویسا ہو پھر یہ سب حاصل کرنے کے چکر میں بڑے گھرانے میں شادی تاکہ مال کثرت سے حاصل ہو جائے حالانکہ جو شخص دوسرے مال پر نظر رکھ کر شادی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اور زیادہ محتاج و فقیر بنا دیتا ہے آج تک بیوی کے مال سے کوئی مال والا نہیں ہوا۔ حدیث شریف میں ہے:

" آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو کسی عورت سے اس کی عزت کے سبب نکاح کرے اللہ تعالیٰ اس کی ذلت میں اضافہ فرمائے گا اور جو کسی عورت سے اس کے مال کی وجہ سے نکاح کرے اللہ تعالیٰ اس کی محتاجی ہی بڑھائے گا اور جو کسی عورت کے حسب (خاندانی مرتبے) کی وجہ سے نکاح کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے کمینے پن میں اضافہ فرمائے گا۔"(المعجم الاوسط، ج:2، ص:18، حدیث:2342)

رہنما اصول:

اللہ سے رزق کی دعا کرنا: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دعا کی تعلیم دیتے ہوئے حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کے طریقہ دعا کو بیان فرماتا ہے: "وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ" ترجمہ: اور ہمیں رزق دے اور تو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے"۔

تقوی و پرہیزگاری: اگر انسان اپنے رب سے ہر وقت ڈرتا رہے، تقوی اور پرہیزگاری اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے رزق کی بے شمار راہیں کھول دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق عطا فرمادیتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ." (س:طلاق، آیت:3)

ترجمہ: جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو، (کنزالایمان)

توکل: ہر حال میں انسان کا بھروسہ اللہ ہی کی ذات پر ہونا چاہیے اور یقیناً جس کا بھروسا اللہ پر ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی و کارساز ہوگا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

"وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا." (مرجع سابق)

ترجمہ: اور جو اللہ پر بھروسا کرے تو وہ اسے کافی ہے، بیشک اللہ اپنا کام پورا کرنے والا ہے، بیشک اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ رکھا ہے۔

بلکہ انسان کو اس طرح کی آیات ہمیشہ اپنے ورد میں رکھنی چاہیے۔ جیسے: یہی آیت اور "وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ." (س:ھود، آیت:88) اور "وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ." (س:آلِ عمران، آیت:160) جیسی آیتیں مستحضر رکھے اور جب بھی شیطان ورغلانے کی کوشش کرے تو فوراً ان آیتوں کو پڑھے اور ایمان میں کمزوری نہ آنے دے اس لیے کہ شیطان راہِ خدا میں خرچ کرنے پر فقر و تنگدستی کا خوف دلاتا رہتا ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ذکر بھی فرمایا:

"اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا." (س:بقرہ، آیت:268)

کہ شیطان تمہیں اندیشہ دلاتا ہے محتاجی کا اور حکم دیتا ہے بے حیائی کا اور اللہ تم سے وعدہ فرماتا ہے بخشش اور فضل کا۔ لیکن کیا کہیے؟ انسان کا طرزِ عمل خصوصاً مسلمانوں کا کہ اگر کسی مسجد یا مدرسے میں صرف کرنے کی بات آجائے تو اسے سانپ سونگھ جاتا ہے بلکہ بسا اوقات ادارے میں تعلیم حاصل کر رہے اپنے بچے کی ماہانہ اور بوقتِ داخلہ داخلہ فیس ان لوگوں

پر بوجھ معلوم ہوتی ہے، اور زکات کو تو آج مسلمان تاوان تصور کر رہا ہے لیکن اگر کہیں ناموری کے لیے خرچ کرنے کی بات آجائے تو پھر اس کے پاس پیسے کی فراوانی ہوجاتی ہے، اس کی وجہ یہی ہے کہ جب انسان راہِ خدا میں خرچ کرنا چاہتا ہے تو فوراً شیطان غریبی اور مفلسی کا خوف دلا دیتا ہے اس وقت انسان اللہ پر بھروسہ رکھے اور مفلسی کا خیال بھی اپنے دل تک نہ آنے دے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔

غیر شادی شدہ مردوں و عورتوں کا نکاح کر دینا: گھر میں اگر تنگی ہو یا کہیں سے روزگار فراہم نہ ہوتا ہو یا گھر میں فاقہ کشی ہو تو اسے دور کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ گھر میں جو مرد و عورت بے نکاح ہوں ان کا نکاح کر دیا جائے اس سے تنگدستی و فاقہ کشی ختم ہوجائے گی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بیان فرمایا:

''وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ.''

(س:نور، آیت:32)

ترجمہ: اور نکاح کردو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں، اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا اگر وہ فقیر ہوں تو اللہ انھیں غنی کر دے گا اپنے فضل کے سبب۔ (کنزالایمان)

کسبِ معاش کی کوشش کرنا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ.'' (س:ملک، آیت:15)

ترجمہ: وہی ہے جس نے تمھارے لیے زمین رام (تابع) کر دی تو اس کے رستوں میں چلو اور اللہ کی روزی میں سے کھاؤ۔ (کنزالایمان)

راہِ خدا میں خرچ کرنا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ.'' (س:سبا، آیت:49)

ترجمہ: اور جو چیز تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو اللہ اس کے بدلے اور دے گا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا۔ (کنزالایمان)

راہِ خدا میں خرچ کرنا، صدقہ و خیرات کرنا، مسکینوں کو کھانا کھلانا یہ ایسے کام ہیں کہ اگر انسان انہیں اپنا لے تو رزق میں کشادگی تو ہوتی ہی ہے علاوہ ازیں مصائبِ دنیوی کو بھی اس کی برکت سے دفع کر دیا جاتا ہے، بعض کتبِ سیر و تواریخ میں ہے:

''جب موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی ہلاکت کی دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا اس وقت تک کے لیے مؤخر فرمادی اور فرعون کو اس وقت تک ہلاک نہیں کیا جب تک اس کے دربار میں لنگرِ عام چلتا رہا جس دن فرعون کو غرقاب کیا گیا اس دن اس کے دربار میں ایک بھی آدمی نے کھانا تناول نہیں کیا تھا۔'' (عامہ کتب)

توبہ و استغفار کرنا: بسا اوقات انسان کے رزق میں تنگی اس کے گناہوں کی نحوست کی وجہ سے بھی آجاتی ہے اس کا انکشاف خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کر دیا، فرمایا:

''وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ.''

(س:شوریٰ، آیت:30)

ترجمہ: اور تمھیں جو مصیبت پہونچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمھارے ہاتھوں نے کمایا۔ (کنزالایمان)

اس لیے بندے کو چاہیے کہ وہ سچی توبہ کرے اور اپنے گناہوں کی معافی چاہے تا کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دے پھر جب گناہوں کی نحوست نہ رہے گی تو رزق میں کشادگی ہوجائے گی خود حضرتِ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو یہ اصول سمجھانے کی کوشش کی، جس کو قرآن کریم نے اس انداز سے بیان فرمایا:

''فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا.'' (س:نوح، آیت:12،11)

ترجمہ: تو میں نے کہا: "اپنے رب سے معافی مانگو، بیشک وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے، تم پر شراٹے کا مینہ (موسلا دھار بارش) بھیجے گا اور مال اور بیٹوں سے تمھاری مدد کرے گا اور تمھارے لیے باغ بنا دے گا اور تمھارے لیے نہریں بنائے گا۔ (کنزالایمان)

گھر میں نماز کا ماحول بنانا: جس گھر میں نماز کا ماحول نہیں ہوتا تو اس گھر والوں پر ان کا رزق تنگ کر دیا جاتا ہے آج تنگی رزق کی ایک بہت بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ لوگ راتوں کو زیادہ جاگتے ہیں پھر صبح آٹھ دس بجے تک آرام سے سوتے رہتے ہیں پھر یہ شکوہ کرتے ہیں کہ روزگار دستیاب نہیں ہو رہا اگر صبح جلدی بیدار ہوجائے اور گھر والوں کو بھی نماز کی ترغیب دلائی جائے اور نماز کا ماحول بنایا جائے تو ان شاء اللہ ضرور رزق کے دروازے ہم پر کھلتے چلے جائیں گے اس لیے کہ ارشادِ باری ہے۔

''وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى.'' (س:طٰہٰ، آیت:132)

ترجمہ: اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور خود اس پر ثابت رہ، کچھ ہم تجھ سے روزی نہیں مانگتے، ہم تجھے روزی دیں گے۔ (کنزالایمان)

سلیمانی تنقید کے مختلف اسالیب وجہات

مولانا محمد طفیل احمد مصباحی

رئیس المحققین حضرت علامہ سید سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمۃ (سابق صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسیٹی ، علی گڑھ) کی تنقید نگاری کی مختلف جہتیں ہیں ۔ انھوں نے ادبی تنقید کے اصول و شرائط کی رعایت کرتے ہوئے حضرت امیرخسرو کی " مثنوی ہشت بہشت " کا تنقیدی جائزہ لیتے وقت بیک وقت تاثراتی تنقید، تجزیاتی تنقید، عمرانی تنقید، تقابلی تنقید اور تاریخی تنقید کا نمونہ پیش کیا ہے ۔ یعنی ان کی تنقید نگاری میں تنقید کے مذکورہ انواع و اقسام موجود ہیں اور اردو تنقید کی تاریخ میں یہ سارے تنقیدی اسالیب وجہات عام ہیں پروفیسر کلیم الدین احمد جیسے محتاط بلکہ سخت گیر نقاد کی کتاب "عملی تنقید" اور نیاز فتح پوری کی تنقیدی کتاب "مالہ وماعلیہ "، تجزیاتی تنقید کی نمائندگی کرتی ہے ۔ ڈاکٹر عبد الرحمٰن بجنوری کی " محاسن کلام غالب " تاثراتی و تقابلی تنقید کی آئینہ دار ہے ۔ آئندہ صفحات میں سید سلیمان اشرف کی تنقید نگاری کے مختلف پہلوؤں (اسالیب وجہات) کا تفصیلی جائزہ پیش کیا جاتا ہے ۔

سید سلیمان اشرف کی تاثراتی تنقید:

تاثراتی تنقید، تنقید کی نہایت مشہور لیکن ادنیٰ اور معمولی قسم ہے جس میں فن اور فنکار کا مطالعہ محض جذبات و تاثرات کی جہت سے کیا جاتا ہے ۔ ایک معمولی پڑھا لکھا یا نرا جاہل شخص کوئی شعر سن کر بعض اوقات رسماً اور کبھی حقیقتاً سبحان اللہ، ماشاء اللہ اور واہ واہ کی صدا بلند کر کے شاعر کو داد و تحسین سے نوازتا ہے ، یہ ایک طرح سے " تاثراتی تنقید " ہے ۔ تاثراتی نقاد یہی کام کسی فن پارہ کے بارے میں قرطاس و قلم کے ذریعے انجام دیتا ہے ۔ اردو تنقید کی تاریخ میں دیگر دبستانوں کی طرح " تاثراتی تنقید کا دبستان " بھی شروع سے موجود رہا ہے ۔ اردو تنقید کے اولین نمونے شعرائے اردو کے تذکروں میں ملتے ہیں ۔ محمد حسین آزاد کو اس تنقید کا موجد کہا جاتا ہے ۔ عبد الرحمٰن بجنوری، مہدی افادی، رشید احمد صدیقی ،حسن عسکری وغیرہ تاثراتی تنقید کے نمائندہ ارکان مانے جاتے ہیں ۔ بعض اہلِ علم جمالیاتی تنقید اور تاثراتی تنقید کو ایک ہی چیز خیال کرتے ہیں، لیکن یہ درست نہیں ۔ دونوں میں کچھ خصوصیات مشترک ضرور ہیں، مگر دونوں کا طریقۂ کار جداگانہ ہے ۔ جمالیاتی تنقید میں اگرچہ تاثرات کو اہمیت دی جاتی ہے، لیکن اس کے علاوہ دیگر امور کا بھی اس میں خیال رکھا جاتا ہے ۔ تاثراتی تنقید ادب کا صرف ایک رخ سے مطالعہ کرتی ہے اور صرف یہ دیکھتی ہے کہ کسی فن پارے سے ذہن و فکر پر کیا تاثرات و احساسات مرتب ہوتے ہیں ۔ اگر اس سے قارئین کے دلوں پر خوش گوار اثرات مرتب ہوتے ہیں، تو یقیناً وہ فن پارہ قابلِ قدر ہے ۔

ڈاکٹر سلیم شہزاد " تاثراتی تنقید " کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

وہ تنقیدی عمل جس میں ناقد فن کے مواد و موضوع کو معروضی اور تجزیاتی ڈھنگ سے بیان کرنے کے بجائے فن سے حاصل ہونے والے اثرات (تاثرات) کو اپنے جذبات کی زبان میں بیان کرتا ہے ۔ اسے " رومانی تنقید " بھی کہتے ہیں ۔ فن سے جمالیاتی حظ کا اکتساب اور اس اکتساب کو شاعرانہ نثر میں بیان کرنا، تاثراتی تنقید کا اہم مقصد ہے اس قسم کی تنقید میں زبان کے متنوع استعمالات کا تجزیہ کرتے ہوئے جمالیاتی تصورات کو خاص اہمیت دی جاتی ہے اور فنی اقدار کو نظر انداز نہیں کیا جاتا ۔ چوں کہ اس تنقید میں ناقد کے جذبات خاصے روبعمل ہوتے ہیں ، اس لیے اس پر ذاتی پسند حاوی رہتی ہے ، جسے ناقد کی کمزوری سمجھنا چاہیے ۔ اردو میں تاثراتی تنقید کی ابتدا محمد حسین آزاد کی تحریروں (آبِ حیات) سے ہوتی ہے اور امداد امام اثر، نیاز فتح پوری، اختر اورینوی اور فراق گورکھپوری وغیرہ اس کے اہم ناقدین شمار کیے جاتے ہیں ۔ نئے دور میں مولانا صلاح الدین احمد، محمد حسن عسکری اور آل احمد سرور اس کے علم بردار ہیں ۔

(فرہنگِ ادبیات، ص: 200 - 201، منظر نما پبلیشرز، مالیگاؤں)

علامہ سلیمان اشرف کی تنقید نگاری میں اگرچہ تنقید کے مختلف اسالیب و جہات موجود ہیں، تاہم نیاز فتح پوری، مہدی افادی اور رشید احمد صدیقی وغیرہ کی طرح وہ بنیادی طور پر تاثراتی نقاد ہیں اور تاثراتی تنقید کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اگرچہ نقدِ سلیمانی کا نصف حصہ "تاثراتی تنقید" پر مشتمل ہے۔ لیکن ان کی تنقید میں ہر جگہ تحقیقی و تخلیقی شان پائی جاتی ہے۔ "مقدمۂ مثنوی ہشت بہشت" اور "المبین" ان کی اعلیٰ تنقیدی بصیرت کی منہ بولتی تصویر ہے۔ وہ جہاں شعر و ادب کے خارجی پہلوؤں کو سراہتے ہوئے نہایت شاندار انداز اور انوکھے اسلوب میں اپنے جذبات و تاثرات کا اظہار کرتے ہیں، وہاں اس کے داخلی اور معنوی پہلوؤں پر بھی نگاہ ڈالتے ہیں۔

تاثراتی تنقید کی مثالیں ملاحظہ کریں:

امیر خسرو علیہ الرحمہ کو جو جامعیت کہ مبدئے فیاض سے عطا ہوئی ہے، اس طرح کی بخششیں تاریخ کے صفحات میں بہت کم یاب و نادر ہیں۔ خصوصاً سرزمین ہند کے لیے تو ان کی ذات ایک بے مثل مایۂ ناز و فخر ہے۔ مختلف پہلوؤں سے ان کی ذات باکمالوں کی صف میں صدر نشیں پائی جاتی ہے۔

اگر صوفی کی حیثیت سے دیکھو تو فانی فی اللہ، ندیم کی حیثیت سے دیکھو تو ارسطوئے زمانہ، عالم کی حیثیت سے دیکھو تو تبحر علامہ، موسیقی کی حیثیت سے دیکھو تو امام المجتہد، مؤرخ کی حیثیت سے دیکھو تو بے نظیر محقق، شاعر کی حیثیت سے دیکھو تو ملک الشعرا، ان کے ہر کمال کا دامن نہایت وسیع ہے اور اپنے بیان میں طوالت پذیر۔

لیس علی اللہ بمستنکر
ان یجمع العالم فی واحد

(الانہار۔مقدمۂ مثنوی ہشت بہشت، ص 61، نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی، لاہور)

خسرو علیہ الرحمہ میں یہ کمال ہے کہ نظم کی کوئی قسم ایسی نہیں ہے جس میں ان کے قلم کی روانی دریا کی موجوں کی طرح لہریں نہ مارتی ہوں۔ اگرچہ ان کا وجود دورِ ثالث کے شعرا میں پایا جاتا ہے، لیکن ان کے کلام کی یہ خصوصیت ہے کہ ہر دور کے محاسن ان کے کلام میں موجود ہیں۔ سادگی و سنگینی و استواری جو دورِ اول کی ممتاز خصوصیت ہے، ان کے کلام میں بکثرت اس کے نمونے پاؤ گے۔ رنگینی، لطافت اور ملائمت جو دورِ ثانی کا کمالِ ہنر ہے، اس آرائش سے بھی کلامِ خسرو بکمال و تمام مزین و مرصع ہے۔ ہر طرح کے اساسِ مضامین، افکار و فراوانی کے ساتھ خزانۂ خسروی میں پائے جاتے ہیں۔ یہ امر محتاجِ بیان نہیں کہ خسرو کا دور ایسے زمانے میں آتا ہے جب کہ نظم پوری آرائش سے آراستہ و پیراستہ ہو چکی تھی۔ اسلاف نے ہر طرح کے مضامین کا احاطہ کر لیا ہے۔ زبان بھی صنائع و بدائع سے مرصّع ہو چکی ہے۔ شاعری کی بحث میں ابھی تم پڑھ چکے ہو کہ معانی کی کمی فردوسی نے پوری کر دی۔ الفاظ میں تراش خراش اور رنگینی دورِ ثانی کے شعرا کر چکے ہیں۔ اب تیسرے دور میں کیا رہ جاتا ہے۔ بقولِ خود امیر خسرو:

درمحفلِ وصالت دریا کشند مستاں
چوں دور خسرو آمدے در سبو نماند

باوجود اس تنگی و کشاکش کے یہ صرف خسرو ہی کا کمال ہے کہ نہایت قادر الکلامی سے ایسا سدا بہار چمن کھلا گئے جس کے پھول آج تک نہ کمھلائے اور اس کی شامہ نواز لپٹ عطر مجموعہ کی طرح گوناگوں خوشبوؤں سے اربابِ ذوق کے دماغ کو معطر کرتی رہی۔

(مصدرِ سابق، ص:62 - 63)

تاثراتی تنقید میں بعض اوقات نقاد اندھے بھکت کا روپ دھار لیتے ہیں اور ہر قسم کے اچھے برے اشعار پر ان کا وجدان و قلم رقص کرنے لگتا ہے۔ سلیمان اشرف صاحب کی تاثراتی تنقید میں یہ عیب نہیں پایا جاتا۔ وہ کلام کی لفظی و معنوی خوبی دیکھ کر ہی اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہیں اور اس کے لیے ایسا پیرایۂ بیان اختیار کرتے ہیں کہ بس دیکھا کیجیے۔ مثال حاضر ہے:

خسرو کے تخیل کا کمال اور کلام میں درد:

تصوف کا سب سے وسیع ترین حصہ وہ ہے جس میں عشقیہ روش (عشقِ حقیقی کا اظہار) کی آمیزش ہوتی ہے۔ اس کی بنیاد سعدی علیہ الرحمہ نے ڈالی تھی، جس پر ایک قصرِ عالی شان خسرو اقلیمِ سخن نے تعمیر کر دیا۔ بیان کی اس صنف میں خصوصیت کے ساتھ ان کا تخیّل بہت ہی بلند ہے، جس سے ان کا تخیل، تخیل باقی نہیں رہتا بلکہ وہ گوشت و پوست و استخواں سے درست ملکوتی روح پھونکی ہوئی مورتیں ہوتی ہیں تمثیلاً ذیل کے اشعار دیکھو:

گل اندر خواب گاہِ نرگس افتد چوں وزد بویت
ولیکن عشق بازاں را کسک در خواب گاہ افتد
ز چشمت کاروانِ صبرِ من تاراج کافر شد
مسلماناں کسے دیدست کاندر شہرِ راہ افتد

فصلِ نو روز کہ آورد طرب بر ہمہ خلق
چشمِ بد دور ، مرا موسمِ باراں آورد
ہر سحر باد کہ بر سینۂ من کرد گزر
در چمن بوئے کباب از پئے مستاں آورد

ان اشعار کو دیکھو تخیل کیسا اعلیٰ ہے اور پھر کلام میں کس طرح درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہے کہ دل تڑپ کر رہ جاتا ہے۔ وہ (امیر خسرو) شاعرانہ حیثیت سے بھی اعلیٰ مطہر ملکوتی عالم میں حسن و عشقِ حقیقی کے خیالات میں محو اور دوسرے نازک ترجذبات و لطائف میں غرق زندگی بسر کرتے تھے۔ (الانہار-مقدمۂ مثنوی ہشت بہشت، ص:45 - 46)

تنقیدِ شعر وادب کے لیے سخن فہمی و نکتہ سنجی نہایت ضروری ہے تفہیمِ شعر اور تفہیمِ ادب کے بغیر تنقید کوئی معنی نہیں رکھتی۔ سید سلیمان اشرف کی سخن فہمی اور نکتہ سنجی کا زمانہ قائل ہے۔ ان کا مطالعۂ ادب (بشمول عربی و فارسی و اردو) بڑا گہرا ہے۔ وہ ادب کے جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں ، اسے آئینہ بنا کر چھوڑتے ہیں ۔ تحقیق و تنقید اور لسانیات سے متعلق ان کے جو فکر انگیز مباحث گذشتہ صفحات میں گذرے ، ہمارے دعویٰ کو ثبوت فراہم کرنے کے لیے کافی ہیں ۔ موصوف نے حضرت امیر خسرو کے کلامِ بلاغت نظام کا مختلف پہلوؤں سے جائزہ لیا ہے۔ کبھی کلامِ خسرو کی لفظیات کا محققانہ تجزیہ کرتے ہیں اور کبھی معنیاتِ خسروی پر تنقید کا نشتر چلاتے ہیں ۔ کبھی ان کی غزل گوئی و مثنوی نگاری پر مدلل و مفصل تبصرہ کرتے ہیں اور کبھی صنائع و بدائع کی تلاش میں کلامِ خسروی کے چہرے سے نقاب سرکاتے ہیں۔ غرض کہ ایک بالغ نظر محقق اور دیدہ ور نقاد کا جو مقام و منصب ہے ، وہ اس کا بہر گام ثبوت دیتے ہیں ۔ پہلے امیر خسرو کے کلام میں تخیل ، درد آگیں لہجہ اور سوز و گداز کا ذکر کیا (جیسا کہ مندرجہ بالا اقتباس میں بیان ہوا) اور اب اس کے اسباب و عوامل کا پتہ لگاتے اور تاثراتی تنقید کا نمونہ پیش کرتے ہوئے خامۂ سلیمانی یوں گہر افشانی کرتا ہے:

اس درد آگینی کی وجہ صاف (ظاہر) ہے۔ " آں چہ از دل خیزد بر دل ریزد "۔ ان کو اہلِ دل گروہ (صوفیائے کرام) سے واسطہ تھا۔ ناسوت و ملکوت ، جبروت و لاہوت اور ان چاروں سے ماورا جو عالم ہیں ان کی سیر سے ان کی چشمِ بینا بصارت حاصل کیے ہوئے تھی اور انہیں عالموں کی آب و ہوا میں ان کے قوائے باطنی نے پرورش پائی تھی۔ دل خستہ تھا اور آتشِ عشق سے برشتہ (بھنا ہوا)۔ زبان صرف دل کی ترجمان تھی اور بس۔ خسرو دل کی برشتگی و سوختگی کچھ ازل سے ہی لے کر آئے تھے ، جس کو چشتی نسبت نے اور بھی بھڑکا دیا تھا۔ اس پر شیخ طریقت حضرت سیدنا نظام الدین اولیا سلطان المشائخ محبوبِ الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحرمتہ کی توجہِ ظاہری و باطنی جب پڑتی تو اس آتش کی شعلہ فشانی افسردہ دلوں کو اور بھی جلا کر خاکستر کر دیتی۔

(مصدرِ سابق، ص:77 - 78)

تاثراتی تنقید کا یہ انداز کچھ حد تک " عمرانی تنقید " کا نمونہ بھی پیش کرتی ہے۔

سید سلیمان اشرف مرحوم نے امیر خسرو کی غزلیہ شاعری پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ امیر خسرو غزل میں سعدی شیرازی کے متبع و مقلد ضرور تھے ، لیکن انہوں نے اپنی جودتِ طبع اور فکرِ رسا کے سہارے غزلیات میں اسلوب و مواد کے لحاظ سے گراں قدر اضافے بھی کیے ہیں ۔ تاثراتی و تجزیاتی اسلوبِ تنقید سے لبریز یہ پوری بحث پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے ۔ موضوع سے متعلق ہم یہاں صرف دو نمونہ قارئین کی بصارتوں کی نذر کرتے ہیں:

غزل کی صنف میں کس طرح کے اضافے ہیں جو خاص دماغِ خسرو کے مرہونِ منت ہیں ، ان کی مجمل فہرست یہ ہے:

بحروں کی موزونی ، تشبیہ و محاورات کی جدت ، بیان کا اعجوبہ اسلوب۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن سے غزل میں جان پڑ جاتی ہے۔ غزل کا کمال یہ ہے کہ درد ، سوز و گداز شکستگی و نیاز ، عشق کی ہنگامہ آرائی حسن کی دلکشی و دلربائی اس طرح عام محاورہ اور روز مرہ کی بول چال میں ادا ہو کہ اس میں کسی طرح کی پیچیدگی نہ پائے جائے۔ اسلوبِ بیان ایسا ہو جس سے دل شگفتہ ہو جائے۔ تشبیہ ایسی لطیف ہو کہ جذبات میں ہلچل پڑ جائے۔ واقعاتِ عشق اس طرح کہے جائیں کہ سننے والے کو بھی عاشق پر رحم آجائے ۔ غزل میں شاعر کا بس یہی کمال ہے ۔ اس جگہ چند اشعار لکھے جاتے ہیں ، تاکہ ہر ایک کی مثال ناظرین کے سامنے ہو۔ مثلاً: ایک وہ شخص جس کے مسلّمہ فضل و کمال نے اسے محسودِ خلائق بنا رکھا تھا۔ عاشق ہو کر سب کچھ کھو بیٹھتا ہے۔ اب وہ حاسدوں سے کہتا ہے : خوش ہو کہ تمھاری مرادیں پوری ہوئیں ۔ دیکھو میں وہی یکتائے زمانہ ہوں ، لیکن اب نہ فضل مجھ میں رہا نہ کمال۔ اس مضمون کو خسرو اس انداز سے ادا کرتے ہیں کہ سننے والے کا دل بھر آتا ہے۔

حسد می بردی اے دشمن بعقل و دانشِ خسرو
بیا تا بر مرادِ خاطرِ خود بینی اکنونش !!
(الانہار یعنی مقدمۂ مثنوی ہشت بہشت، ص:83 - 84)

نظم کے پرکھنے والے اربابِ بصیرت کا یہ فیصلہ ہے کہ خسرو کے بعض بعض اشعار ایسا بلند پایہ رکھتے ہیں کہ ہر شعر ایک دیوان کی قوت رکھتا ہے۔

زلفت ز ہر دو جانب خوں ریزِ عاشقان ست
چیزے نمی تواں گفت روئے تو در میان ست
رخِ خود بپوش ، ورنہ رقمِ منجماں را
بہ حسابِ ہشتم آخر بہ شمار خواہی آمد

خلاصہ یہ کہ غزلوں میں خسرو کا مستانہ وار نعرہ دل ہلا دیتا ہے اور یہاں ان کا تیر بے خطا ثابت ہوتا ہے۔ کہیں کہیں ان کی نمکینی سعدی کی شیرینی پر چشمک زن ہے۔ اپنی تمنا، اپنی آرزو، اپنا انتظار، اپنی ناکامی، اپنی بے قراری، اپنی پریشانی کو جو تصویریں اپنی غزلوں میں انھوں نے کھینچی ہیں، وہ گویا جیتی جاگتی، بولتی چالتی چڑیاں ہیں، جو اپنی دردانگیز آواز سے دل ہلائے دیتی ہیں۔(ایضاً، ص:86 - 87)

تاثراتی تنقید میں صرف یہی نہیں کہ ادب وفن اور شاعر وادیب کی عظمتوں کا دل کھول کر قصیدہ پڑھتا ہے، بلکہ اس میں زبان و بیان کے متنوع استعمالات اور دیگر جمالیاتی اقدار و تصورات بھی زیرِ بحث لائے جاتے ہیں۔ سید سلیمان اشرف کی تاثراتی میں یہ وصف و خصوصیت ہر جگہ موجود ہے۔ موصوف نے مقدمۂ مثنوی ہشت بہشت میں "فارسی شاعری کے لفظی و معنوی امتیازات و خصوصیات" پر جس انداز سے ناقدانہ کلام کیا ہے، وہ ہمارے لیے تحقیق و ادب کا مرقع اور تنقیدی شہ پارہ کی حیثیت رکھتا ہے اور جہاں تک زبان و بیان کے نوع بنوع استعمالات اور جمالیاتی اقدار و تصورات کی بات ہے تو اس سلسلے میں موصوف کی بلند پایہ تصنیف "المبین" اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ یہ کتاب بیک وقت لسانی تحقیق، ادبی تنقید اور اس کے متعدّد انواع واسالیب کا ایک دل آویز نمونہ ہے۔

سید سلیمان اشرف نے امیر خسرو کی مثنوی گوئی کی تنقید کے ضمن میں ان کی مذہبی شاعری، غزل گوئی اور قصائد نگاری پر سیر حاصل بحث کی ہے اور ان اصنافِ سخن کی جمالیاتی قدروں کو بڑے دلنشیں پیرائے میں اجاگر کیا ہے۔ مثال حاضر ہے:

شوکت و ندرتِ الفاظ، مسائلِ علمیہ، مقدماتِ حکمیہ، دقائقِ سلوک و تصوف، اصطلاحاتِ علومِ مختلفہ، دقتِ معانی، صنائع و بدائع لفظی و معنوی، خصوصاً تجنیس و ترصیع، بلند پروازی و مبالغہ وغیرہ، قصائد نویسی کے زیور ہیں۔ خسرو کا خزانۂ خیال ان سارے متاع (قصیدہ کے اجزائے ترکیبی) سے مالا مال تھا۔ پھر جس فراوانی سے وہ اس کو لٹا سکتے تھے، وہ کچھ کہنے کی بات نہیں۔ ان کے کلیات کو اٹھاکر دیکھو۔ مختلف بحور و قوافی میں پچاسوں قصیدے پاؤ گے اور نہایت سیر (مکمل) .... ہم یہاں محض ایک دو نمونے قصائد خسروی کے درج کرتے ہیں، تاکہ ایک مجمل اندازہ ان کی قصائد نویسی کے متعلق ناظرین کر سکیں۔ موعظت و اخلاق میں ان کا ایک قصیدہ ہے، جس کا نام بحر الابرار یا دریائے ابرار ہے، نہایت ہی مکمل اور سیر حاصل ہے۔ اس میں یہ التزام ہے کہ ہر شعر کا پہلا مصرع دعویٰ اور دوسرا دلیل پر مشتمل ہے۔ دو شعر اس کے یاد ہیں، انہیں کو لکھتا ہوں:

عاشقی رنج ست و مرداں را بسینہ راحت ست
سلسلہ بند ست و شیراں را بگردن زیور ست
راہ رو چوں دریا کوشد او مرید شہوت ست
بیوہ زن چوں رخ بیاراید بہ بندِ شوہر ست

چند قصائد ان کے صنعتِ لف و نشر مرتب میں ہیں، جن میں علاء الدین خلجی کی مدح کی ہے۔ تین شعر نموناً اس میں سے بھی لکھ دیتا ہوں:

کجا خیزد چوں تو سروے جوان و نازک و نوبر
شکر گفتار و شیریں کار و گل رخسار و مہ پیکر
نباشد چوں لب و اندام و گیسو درخت ہر گز
شکر شیریں وگل رنگیں وشب مشکین و شب اذفر
(ایضاً، ص:100 / 101)

فلسفیانہ مسائل و موضوعات میں امیر خسرو کی مہارت اور ان کے بیان پر قدرتِ اظہار کے حوالے سے لکھتے ہیں:

شاعر کی جادو گری و سحر نگاری کے جو مواقع ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ خشک علمی مضامین کو اپنی رنگین بیانی سے ایسا آراستہ کرے کہ صحیح مسائل کا بیان دل آویز و دل پذیر ہو جائے۔ جس نے فلسفہ و حکمت میں ان مسائل کو پڑھا ہوگا، وہی سمجھ سکتا ہے کہ ان دقیق مسائل کو خسرو نے کس محققانہ طریقے سے ادا کیا ہے۔ جو مسائل کتبِ

حکمیہ میں چند صفحوں میں بیان ہوئے ہیں، وہ انہیں چند اشعار میں بیان کردیتے ہیں۔ (الانہار، ص:102)

تاثراتی تنقید جس میں بعض اوقات کلام کے لفظی محاسن اور ادب پارے کی ظاہری خصوصیات پر بھی ناقدانہ نظر ڈالی جاتی ہے، نقدِ سلیمانی میں جابجا اس کی مثالیں موجود ہیں۔ اس ضمن میں فاضل ناقد نے "مثنوی ہشت بہشت" میں موجود صنائع و بدائع، صنعتِ اقتباس از آیاتِ قرآنی اور ترکیبِ الفاظ سے لحن کی صورت و کیفیت، ہندی الفاظ کا استعمال اور فصلِ بہار وغیرہ جیسے جمالیاتی مباحث پر نہایت شاندار انداز میں گفتگو کی ہے، جو پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ عبارت دیکھیں:

اختراعِ معانی و صنائع و بدائع میں خسرو، خسرِو شاعران سلف و خلف ہیں۔ اگر ان کے اختراعات کی بحث چھیڑی جائے تو ایک دفتر طویل ہوگا .... ان کے کلام میں اکثر الفاظ کی ترکیب و نشست میں ایک لحنِ خاص پیدا ہوتا ہے اور اسی لحن کے تطابق سے پڑھنے والے کے دماغ میں جذبات کی لہریں موجیں مارنے لگتی ہیں۔

مثلاً: ذیل کے اشعار اور مصرعے ملاحظہ ہوں:

گنج برد رنج دے گنج سنج
در کششِ گنج ہمی برد رنج
باش بکامم کہ بکامِ تو ام
زندہ و نازندہ بنامِ تو ام

ہندی (اردو) کے الفاظ بھی نہایت سلاست سے بے تکلف استعمال کرجاتے ہیں، جس سے کلام میں چاشنی پیدا ہوجاتی ہے۔ مثلاً:

ہم بہ نشستہ چوں در پالکی نہ چرخ کہار آمدہ
خان کڑہ جمجوے کشور کشا
کز لبِ شاہاں کڑا دارد بہ پا

دوسرے مصرع میں لفظ "کڑہ" سے وہی پاؤں کا زیور مراد ہے۔

آیاتِ کلام الٰہی (صنعتِ اقتباس) سے اپنے کلام میں یہ ایسی مرصع کاری کرتے ہیں کہ دل پھڑک اٹھتا ہے۔ تمثیلاً:

ذیل کے اشعار ملاحظہ ہوں:

حرز کلہ بستہ ز "اوحیٰ بہ"
چتر سیہ کردہ ز "اسریٰ بہ"
زیر نگیں عرصۂ ملک جمش
خطبۂ "ھب لی" رقمِ خاتمش
"نعبد ایاک" طرازِ علم
"فاخلع نعلیک" مقامِ قدم

(مقدمۂ مثنوی ہشت بہشت، ص:138 / 139)

تشبیہ و استعارہ کی خوبی:

تاثراتی تنقید کے ضمن میں سید سلیمان اشرف علیہ الرحمۃ نے امیر خسرو کی واقعہ گوئی، تمثیل نگاری اور خصوصیت کے ساتھ "کلامِ خسرو کے تشبیہاتی و استعاراتی نظام" پر مدلل و مفصل گفتگو فرمائی ہے۔ تفصیل کے لیے اصل کتاب کی جانب مراجعت کریں۔ ہم یہاں صرف تشبیہ و استعارہ کے حسن و خوبی سے متعلق ایک اقتباس نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں، تاکہ موصوف کے تنقیدی افکار کا اندازہ ہوسکے۔ حسنِ تشبیہ و لطفِ استعارہ سے متعلق خامۂ سلیمانی یوں گوہر افشانی کرتا ہے:

نظم ہو یا نثر، حالتِ فرحت و انبساط ہو یا رنج و اضمحلال، تشبیہ و استعارہ سے شعرا کا کلام بہت کم خالی رہتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات بے ساختہ جذبات کا اظہار تشبیہ و استعارہ میں ہوجاتا ہے۔ مثلاً: کمر ٹوٹ گئی، چھاتی پھٹ گئی، دل خون ہوگیا۔ حالاں کہ ایک غم زدہ، مصیبت کا مارا تصنع و تکلف کر نہیں سکتا۔ یہ تو جذبات کا زور ہے جو اس کے منہ سے کلماتِ استعارہ میں نکل رہے ہیں۔ اب ایک ایسی چیز جو اس قدر عام ہو، سلسلۂ نظم میں کس قدر ندرت و لطافت چاہے گی۔ شاعر کا اس صنفِ صنعت میں کمال یہ ہے کہ اس کے استعارے اور تشبیہ ایسی سلاست و روانی سے نظم ہوئے ہوں جس میں تکلف یا پیچیدگی کا شائبہ تک نہ ہو۔ ایسی جدت و ندرت اس تشبیہ و استعارہ میں ہو کہ اسے سن کر سامع میں شگفتگی پیدا ہوجائے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ استعارے میں پیچیدگی نہ ہو۔ جدت ہو۔ زور ہو، لیکن سامع کو سمجھنے میں تکلف نہ ہو۔ (الانہار، ص:238)

سید سلیمان اشرف کی تاریخی تنقید:

علامہ سید سلیمان اشرف کی خالص تنقیدی کتاب "مقدمہ مثنوی ہشت بہشت" کا تقریباً چوتھائی حصہ "تاریخی تنقید" پر مشتمل ہے، جس میں انہوں نے فارسی زبان و ادب کی تاریخ ایک مؤرخ کی حیثیت سے بیان کی ہے اور اس کے آغاز، تدریجی ارتقا اور متعلقہ ادوار کے تمدنی حالات پر سیر حاصل گفتگو کی ہے اور تاریخی تناظر میں ان اسباب و عوامل کا پتہ لگایا ہے جن سے فارسی شاعری اور بالخصوص صاحبِ مثنوی حضرت امیر خسرو کی شاعری متاثر ہوئی ہے۔ اسی طرح فارسی شاعری کے دورِ

اول، دورِ دوم، دورِ سوم اور دورِ چہارم و پنجم میں موجود شعرا کے کلام کی ادبی و فنی خصوصیات پر خالص تنقیدی انداز میں گفتگو کی ہے۔ سید صاحب کے اس تنقیدی شہ پارے (مقدمہ مثنوی ہشت بہشت – معروف بہ ” الانہار “) کا انداز و اسلوب تقریباً وہی ہے، جو شبلی نعمانی کی "شعر العجم" کا ہے۔ بلکہ زبان و بیان اور مواد کی وسعت کے لحاظ سے یہ اس سے بھی فائق و برتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شبلی نعمانی کے رفیقِ خاص اور مولانا ابو الکلام آزاد کی ” غبارِ خاطر “ کے مکتوب الیہ نواب حبیب الرحمٰن خان شروانی نے سید سلیمان اشرف کے ”مقدمہ مثنوی ہشت بہشت “ کو شبلی نعمانی کی ”شعر العجم“ سے بہتر کتاب قرار دیا ہے۔ بہر کیف! علامہ موصوف کی یہ کتاب بیک وقت تاثراتی تنقید، تجزیاتی تنقید اور تقابلی و تاریخی تنقید کا گراں قدر مجموعہ ہے۔ تاریخی تنقید کا مفہوم اور موصوف کی تاریخی تنقید سے متعلق چند معلومات افزا اقتباس ملاحظہ کریں۔

تاریخی تنقید کیا ہے؟

تاریخی تنقید میں شعر و ادب اور فنکار کو تاریخی تناظر میں تنقید کی دور بیں نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ ادیب کے علمی و ادبی ماحول، سماجی حالات وغیرہ کا گہرائی سے جائزہ لیا جاتا ہے اور اس کے فکر و فن کی قدر و قیمت متعین کی جاتی ہے۔

پروفیسر گیان چند کے بقول:

تنقید کی دو قسمیں تاریخی اور سماجیاتی ہیں۔ دونوں میں بہت کچھ مشترک ہے۔ تاریخی تنقید میں فن پارے کو جانچنے کے لیے فنکار کو جاننا ضروری قرار دیا جاتا ہے اور اسے جاننے کے لیے اس کے تاریخی ماحول کو۔ ان سب کے بارے میں واقفیت بہم پہنچانا تحقیق کا کام ہے۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں نے ڈاکٹر سید عبد اللہ کے ایک مضمون کا اقتباس نقل کیا ہے، جس کے چند جملے یہ ہیں:

تاریخی تنقید میں کسی ادیب کے ماحول کو تاریخ کی روشنی میں دیکھ کر تاریخ ہی کی طرح بیان کیا جاتا ہے .... تنقید کسی طرح کی ہو، اسے تاریخ، تخلیقات، اجتماعیات یا نفسیات سے قریب تر ہونا پڑتا ہے۔ (تحقیق کا فن، ص: 40، قومی کونسل اردو، دہلی)

سید سلیمان اشرف نے اپنی تاریخی تنقید میں حضرت امیر خسرو کے عہد کی تاریخ، طرزِ معاشرت اور اس وقت کے ملکی و سماجی حالات سے قطعِ نظر صرف اس عہد کی ” ادبی تاریخ “ پر روشنی ڈالی ہے۔ مصنف کا مقصد چوں کہ امیر خسرو کی شاعری اور بالخصوص ان کی مثنوی نگاری کا تنقیدی جائزہ لینا تھا، اس لیے انہوں نے صاحبِ مثنوی کے عہد کی ملکی اور سیاسی و سماجی حالات سے تعرض نہ کرتے ہوئے، صرف اس دور کے ادبی ماحول، شعری مذاق اور مثنوی نگاری کی سمت و رفتار کا ناقدانہ تجزیہ کیا ہے اور چوں کہ کسی ادیب یا فنکار کے فن اور ادب کو جانچنے، پرکھنے کے لیے شعری و نثری ادوار کا تحقیقی جائزہ لینا ضروری ہوتا ہے، اس لیے مصنف نے فارسی شاعری کے چھ (6) ادوار کا ذکر تفصیل سے کیا ہے اور ہر دور کے شاعروں پر اپنے تنقیدی آرا پیش کرنے کے بعد امیر خسرو کے بارے میں بتایا ہے کہ ان کے کلام میں ہر دور کی ادبی و شعری خصوصیات موجود ہیں۔

فارسی زبان کے اقسام؛ تعارف و تجزیہ:

زبانِ فارسی کی سات قسمیں پائی جاتی ہیں:

(1) فارسی (2) دری (3) پہلوی (4) سغدی (5) ہروی (6) سکزی (7) زاولی

ہمارے مصنفین جب ان زبانوں کی حقیقت بیان کرتے ہیں تو ان کا اضطراب عجیب عجیب پہلو سے کروٹیں لیتا ہے۔ حالاں کہ بات صرف اس قدر ہے کہ یہ تقسیم کچھ تو باعتبار ان ملکی خصوصیات کے ہے جو بعض بعض حصصِ ملک میں پائے جاتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو شہر اور دیہات کی وجہ سے ہوئیں۔ مثلاً: ملک ہندوستان کو لو۔ یہاں ایک زبان تو وہ ہے جو تقریباً تمام ہندوستان میں سمجھی جاتی ہے اور جس سے کاروبار میں، لین دین میں اور تبادلۂ خیالات میں کام لیا جاتا ہے۔ اسے تھوڑی دیر کے لیے ” اردو “ کہہ لیجیے۔ لیکن جب اس کو باعتبارِ حصص ملک یا شہر اور گاؤں کے آپ تقسیم کرنا چاہیں گے تو بیشمار اس کی قسمیں پیدا ہو جائیں گی۔ کلکتہ کی اردو کو دہلی سے کیا مناسبت اور بمبئی کی زبان کا لکھنؤ کی اردو سے کیا علاقہ۔ اردو زبان دہلی میں پیدا ہوئی اور اسی جگہ اس نے نشو و نما پائی۔ اپنے آخر عہد میں یہ لکھنؤ پہنچی۔ اس لیے یہ کہنے کا حق ہے کہ اردو وہی ہی ہے جو ان دونوں شہروں میں بولی جائے۔ لیکن اگر اردو ایک نئی زبان نہ ہوتی تو کیا ملک کے مختلف گوشے کچھ اپنی خاص خصوصیت نہ رکھتے؟؟

یہ ہر زبان کا قاعدہ ہے کہ تھوڑے تھوڑے بعد مسافت سے کچھ کچھ متغیر ہو جاتی ہے۔ عربی زبان جو نہایت ہی کامل زبان ہے، اس کو دیکھیے، یہی اختلاف آپ کو وہاں بھی نظر آئے گا۔ اہلِ عرب جہاں باعتبارِ قبائل آپ کو باہم ایک دوسرے سے ممتاز ملیں گے، وہاں ان

کے محاورات، الفاظ بلکہ حروفِ تہجی کے اصوات و تلفظ میں بھی ایک علاحدہ شان ہوگی۔ پس یہی حال ایران کے اقسامِ ہفت گانہ زبان کا ہے۔ عہدِ قدیم میں فارس کا علاقہ کنارۂ جیحون سے فرات تک اور باب الابواب کنارۂ عمان تک پھیلا ہوا تھا۔ اب یہ ظاہر ہے کہ ملک کا علاقہ جب اس قدر وسیع ہوگا تو ہر وہ گوشۂ ملک جو دوسرے ملک کے ٹکڑے سے پیوستہ یا قریب ہوگا یا جن غیر ممالک کے باشندوں سے معاشرتی کاروبار میں سابقہ رہتا ہوگا، ان کی زبان کا اثر اس گوشۂ ملک کی زبان پر ضرور پڑے گا۔ پھر اسی کے ساتھ ہی ایک ایسی عام زبان ملکی ضرور ہوگی جو ہر گوشۂ ملک میں سمجھی جائے گی۔ اب خیال فرمائیے!

فارسی: وہ زبان ہوئی جو تمام ملک میں بولی جاتی یا سمجھی جاتی تھی۔

پہلوی: بیرونِ شہر کی زبان تھی۔ اس میں قصبات و دیہات و درۂ کوہ کے باشندے متفق اللسان تھے۔

دری: دربار کی زبان تھی جس میں صفائی اور نزاکت حروف کو گھٹا بڑھا کر پیدا کی گئی تھی۔

سکزی: یہ وہ زبان ہے جو سیستان میں بولی جاتی تھی۔ عہدِ قدیم میں سیستان کا سکزی تھا۔

سغدی: سمرقند کے قرب و جوار میں سرسبز و شاداب قلعہ پر ایک نام ور اور آباد شہر تھا۔ یہ زبان اس شہر کی طرف منسوب ہے۔

زاولی: قندھار و غزنی و زابلستان کی گفتگو کا نام ہے۔

ہروی: ہرات و ماژندران کی زبان ہے۔

جسے عہدِ قدیم کی فارسی زبان دیکھنے کا شوق ہو، وہ ژند و پاژند و دساتیر کو دیکھے۔ ان کتابوں کے فقرات یا کچھ حصص ملتے ہیں، ان کو جب عہدِ جدید کی فارسی سے مقابلہ کیا جاتا ہے تو صاف طور پر دکھائی دے جاتا ہے کہ یہ لفظ کیوں کر کیا سے کیا ہوتے گئے۔ محض تفننِ طبع کے طور پر ہم چار پانچ لفظ لکھے دیتے ہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو سخندانِ فارس۔

انبار (فارسی)-انبار (پہلوی)-ہاں بار (ژند)-انبار-(پاژند)
شرم (فارسی و پہلوی پاژند)-فشارما (ژند)
ناسپاس (فارسی)-اسفاس (پہلوی و ژند)-ان سپاس (پاژند)
اکنوں (فارسی)-اکنی (پہلوی و ژند)-اکنین (پاژند)
خان (فارسی)-خوانو (پہلوی و ژند)-اخان (پاژند)

انہیں چند لفظوں کو دیکھیے تو معلوم ہو جائے گا کہ تعلیم، تہذیب و تمدن اور سویلیزیشن، اس طرح آہستہ آہستہ زبان میں تصرف کرتے رہتے ہیں کہ ایک صدی کے الٹ پھیر کے بعد زبان کچھ سے کچھ ہو جاتی ہے۔ اہلِ شہر اور اربابِ علم کی زبان صفائی اور لچک رکھتی ہے۔ قریہ و دیہ (دیہات) کے باشندے اپنی زبان میں سختی اور لہجے میں درشتی رکھتے ہیں۔ ان کی ضرورتیں تھوڑی ہوتی ہیں اور ضرورت پوری کرنے والی چیزیں ضرورت بھی کم، خیالات محدود، واقفیت کا دائرہ بہت ہی چھوٹا، اس لیے الفاظ کا ذخیرہ بھی ان کی زبانوں میں قلیل ہوتا ہے۔ لیکن ان کی خالص علمی زبان ہوتی ہے۔ اس لیے شعرائے ایران کبھی کبھی پہلوی زبان کی مدح کا راگ گاتے ہیں، چوں کہ وہ اصلیت پر قائم ہے۔ شہر کے باشندے تمدن کے گہوارے میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ ناز پروردگی و تنعم ضروریات روز افزوں کرتی رہتی ہے۔ تبادلۂ خیالات سے دماغ میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ علمی مضامین صیقل و جِلا کرتے رہتے ہیں۔ اسی سے الفاظ کا اکثار (وسعت و زیادتی) ہوتا ہے اور ان میں لطافت پیدا ہوتی ہے۔ شعرائے ایران جب زبان کی لطافت و نزاکت کا خیال کرتے ہیں تو "دری زبان" کی ثنا میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔ نظامی گنجوی کہتے ہیں:

نظامی کہ نظمِ دری کارِ او ست
چنیں نظم کردن سزاوارِ او ست

اس کو سمجھنے کے لیے ہندوستان کی سرزمین میں جب اردو پیدا ہوئی ہے اس وقت کے الفاظ کو دیکھیے، پھر جوان میں تغیر پیدا، اس کو دیکھیے۔ مثلاً: "سوں" بجائے "سے"۔ "ہمن" بجائے "ہم کو"۔ "تمن" بجائے "طرح یا مثل"۔ "بھیتر" بجائے "اندر"۔

اسی طرح جب انگریزی سلطنت مع اپنے تمدن و علوم کے ہند پر حکومت کرنے لگی تو کتنے نئے انگریزی لفظ داخل ہو کر اردو کے دامن کو وسیع کرنے والے ہوئے اور کتنے الفاظ کے معنی و مفہوم متغیّر و متبدل ہو گئے۔ مثلاً: گلاس، لالٹین، فلالین، کوچبان وغیرہ۔ یہ سب یورپ سے آئے ہوئے ہیں، جنہوں نے ہندی (مراد ہندوستانی زبان یعنی اردو) لباس پہن لیے ہیں۔ (مقدمۂ مثنوی ہشت بہشت، ص:10 - 14 نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی، لاہور)

اس اقتباس کی سطر سطر سے مصنف کی لسانی مہارت اور " تاریخی تنقید نگاری "میں ان کی بصیرت ظاہر ہے۔

فارسی شاعری: آغاز وارتقا مع خصوصیاتِ کلام:

اب فارسی شاعری کی تاریخ اور اس کی تدریجی ترقی اور ان خصوصیات پر نظر ڈالنے کی حاجت ہے، جو اس میں باعتبارِ مضمون اور اور اندازِ بیان (اسلوب) کے پائی جاتی ہیں۔محققینِ السنۂ مشرقیہ (مشرقی زبانوں کے محققین) کا اس پر اتفاق ہے کہ فارسی زبان میں اپنے حسن ودل آویزی یعنی مرتبۂ شاعری تک پہنچنے کے لیے عربوں کی سراپا انتظار تھی۔ عرب استاد نے جب شعر کی حقیقت اور اس کی قوت وکیفیت سے اپنے تلامذہ کو آگاہ کیا اور کچھ ایسے خوش آئند لہجے میں دعوتِ شعر کی نغمہ سرائی کی کہ ایران کے تمام گوشے لبیک کی صدا سے گونج اٹھے۔

فارسی شاعری کا پہلا دور:

یہ امر تو مسلّم ہو چکا کہ ایران میں شاعری کی ابتدا اکتسابی طور سے ہوئی۔ اب غور طلب امر یہ ہے کہ تعلیم یافتہ ایرانیوں نے پہلے پہل جو شاعری کے لیے زبان کھولی، وہ کلام کس زبان میں تھا؟ اگر امعانِ نظر سے کام لیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ پہلی مشق شاعری کی عربی زبان ہی میں کی گئی تاکہ استاد کی اصلاح سے کلام مرصع ہو جائے اور نکاتِ شعریہ کے دقیق مسائل اچھی طرح حل ہو کر سمجھ میں آجائیں۔ جب عربی زبان میں شعر کی مشق ہو گئی اور شعر گوئی کا طریقہ اور صحت کی راہ معلوم ہو گئی تو اپنی ملکی اور مادری زبان کی طرف فوراً متوجہ ہو گئے۔ اس لیے کہ علم ہو یا فن جب تک اس پر غیر زبان کا قفل چڑھا ہو ، اس میں کمال حاصل بہم پہنچانا اگر محالِ عقلی نہیں تو محالِ عادی ضرور ہے۔ اس لیے اہلِ ایران نے اپنی بحور بھی علاحدہ قرار دیں اور جدید مقرر کردہ بحروں میں انہوں نے شاعری کی داغ بیل ڈال دی۔ لیکن ابتدائی اشعار کی یہ حالت تھی کہ جس طرح ایک بھولا آدمی سیدھی سیدھی باتیں کرتا جاتا ہے، اسی طرح فارسی کے وہ اشعار تھے جن میں بہت جلد رنگینی وچستی پیدا ہو گئی۔ (مقدمۂ مثنوی ہشت بہشت - معروف بہ "الانھار"، ص:32 - 33؛ نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی، لاہور)

حقیقت یوں ہے کہ پہلے پہل جس زبان میں شاعری کا آغاز ہوتا ہے، اس میں ابتدائی رفتار آہستگی وسادگی سے ہوتی ہے۔ ورنہ نظم کمالِ سخن کی جگہ اہمال ولغویت کا دفترِ بے معنی ہو جائے۔ ورنہ اگر آغاز ہی میں بلند پروازی کی جائے تو شاعری ملائے اعلیٰ پر پہنچنے کے بجائے تحت الثریٰ تک پہنچ جائے۔ مثال کے لیے اردو شاعری کی ابتدا اور پھر مرتبۂ کمال تک پہنچنے پر غور کرنا کافی ہے۔ شاعری نے جب ہندوستان کی اس زبان میں جواب یہاں پیدا ہو گئی تھی، اپنی جلوہ آرائی کی۔ اس وقت اردو میں شعر کہنے والے وہ باکمال حضرات تھے جن کی نگاہوں میں عرب وعجم کو دونوں شاعریاں موجود تھیں۔ لیکن اردو میں چوں کہ کوئی نمونہ موجود نہیں تھا، اس لیے سادگی ہی کا جامہ اس کے لیے مستحسن سمجا گیا۔ اردو میں ولی کا وہی مرتبہ ہے جو فارسی میں رودکی کا ہے۔ یہ کون کہہ سکتا ہے کہ ولی نے فارسی وعربی شاعری کا کافی مطالعہ نہیں کیا تھا۔ پھر ولی کے کلام میں جو سادگی ہے اور الفاظ بغیر تراش خراش کے ادا ہوتے ہیں، دور کے استعارات وتشبیہات بھی نہیں پائی جاتیں، وہ بجز اس کے اور کس کا نتیجہ ہے کہ اردو میں اس وقت شاعری اپنی طفولیت کا عہد بسر کر رہی تھی، گویا بچوں کی طرح گھٹنوں کے بل رہی تھی .... کچھ یہی حال فارسی شاعری کا ہے۔ ابتدا میں ایران کی شاعری محض موزوں فقرات سے شروع ہو کر بہت جلد اس قابل ہو گئی کہ اس کو بزم شعرا میں پیش کیا جا سکے۔ فارسی شاعری پر یہ رودکی کا احسان ہے جس کی دایۂ فکر نے اس طفلِ شیر خوار کو اپنی جودتِ طبع اور حدّتِ ذہن سے پرورش کر کے عالمِ تمیز تک پہنچایا۔ (مرجع سابق، ص:35 - 36، مطبوعہ لاہور)

رودکی، اسدی، طوسی، عنصری، فرخی، فردوسی اس دور کے باکمال شعرا تھے، جن میں رودکی کو اولیت کی فضیلت حاصل ہے اور فردوسی کو خاتمیت کا فخر ہے .... دورِ اوّل کے شعرا کے کلام کو پڑھیے، بندش ڈھیلی، الفاظ ٹھُس ٹھسے، بے ضرورت حروف کا گھٹنا، بڑھنا ، بے قاعدہ متحرک کو ساکن اور ساکن کو متحرک بنادینا، نہایت بے موقع لفظِ فارسی کو مشدد کر دینا آپ جا بجا پائیں گے۔ اس پر الفاظ کا ثقل اور بھی غضب ڈھاتا ہے۔ اضافتِ تشبیہی کا نام نہیں۔ استعارہ خال خال، جس میں کوئی ندرت نہیں۔ اگر وزن کو توڑ دیجیے تو ڈھیلی عبارت نثر کی (معلوم ہو)۔ شعر میں وہ چستی نہیں کہ الفاظ تھوڑے اور معنیٔ وسیع کو محیط ہو، یعنی ایک شعر کے مضمون کو اگر نثر میں لایا جائے تو دو سطریں ہوں۔ یہ سب اس امر کے بیّن ثبوت ہیں کہ ابھی شاعری کی مشقِ اول ہے۔ زبان ترقی پا کر شاعری تک آگئی، لیکن شاعری اپنے عہد طفولیت میں ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ ثبوت ہے کہ اس وقت جو کلام دور اول کے شعرا کا پایا جاتا ہے، اس میں اگر کوئی شعر اپنے معنی کی وجہ سے بلیغ ہے، تو وہ بعینہٖ کسی عربی شعر کا ترجمہ ہے۔ اس کثرت سے عربی اشعار کا ترجمہ قدیم شعرائے ایران کے کلام میں پایا جاتا ہے، جس سے بعضوں کو شبہہ ہوا کہ ابتدائی مشق اس طرح کی گئی ہے کہ عربی اشعار کا گویا فارسی میں ترجمہ کر دیا گیا ہے، پھر

انہیں نظم میں لے آئے ہیں۔(مقدمہ مثنوی ہشت بہشت، معرف بہ "الاظہار"، ص:18 - 19 ،نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی، لاہور)

سادگی کی تاثیر:

ایسا نہیں کہ سید سلیمان اشرف مرحوم نے قدیم فارسی شاعری کی صرف خامیاں بیان کی ہیں، بلکہ شعری خصوصیات کا جائزہ لیتے ہوئے اس کی خوبیاں بھی بیان کی ہیں۔ مثلاً: ایک جگہ "کلام میں سادگی کی تاثیر" کے عنوان سے اس وصفِ سخن کی تحسین کی ہے اور سادگی کی جہت سے رودکی کے کلام کو سراہا ہے، لیکن شعریت و معنویت کے لحاظ سے عدمِ اطمینان کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

طبقۂ اول وہ شعرا جو دورِ اول میں گذرے، ان سب کا کلام ایک ہی انداز رکھتا ہے۔ بندش کی چستی نہیں۔ مضمون کی بلند پروازی نہیں۔ سادہ الفاظ میں سیدھی باتیں جو آپس میں بولتے ہیں، اکثر و بیشتر اسی کو نظم کر دیتے ہیں۔ استعارے و تکلفات سے بہت کم کلام کو آراستہ کرتے ہیں۔ مثلاً: رودکی جب بڈھا ہو جاتا ہے اور اس کے دانت ٹوٹ جاتے ہیں، ضعیفی اعضا پر چھا جاتی ہے، اس وقت جوانی کی یاد میں ایک قصیدہ کہتا ہے۔ عمر کے آخر حصے میں جو کچھ کہتا ہے، وہ دیکھنے کے قابل ہے۔ سیدھی سادی باتیں ہیں، جو نہایت سادگی کے ساتھ وزن و قافیہ کے محاصرہ میں لے آئی گئی ہیں۔

فارسی شاعری کا دوسرا دور:

اب شاعری کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔ اس طبقے میں خاقانی، انوری، حکیم سنائی، مولانا روم، عمر خیام وغیرہ گذرے۔ دونوں دور کے شعرا میں یہ فرق ہے کہ پہلے طبقے کے شعرا قدرتی طبیعت سے شعر کہتے تھے۔ پاس کی چیزوں سے تشبیہ لاتے اور پیش نظر اشیا سے استعارہ لیتے۔ لیکن دورِ ثانی میں نگاہوں نے زیادہ غور پیدا کیا۔ عرب کے علوم ملک میں عام ہو گئے تھے۔ بلاغت کی کتابیں فارسی میں لکھی جا چکی تھیں۔ اس لیے اس دور کی فارسی شاعری میں عربی الفاظ کا قبضہ زیادہ ہوا۔ پھر الفاظ و معانی کو صنائع و بدائع نے علمی رنگ دے دیا۔ دورِ اول میں سادگی، سنگینی و استواری تھی۔ اب رنگینی، لطافت اور ملائمت پیدا ہو گئی۔ (ایضاً، ص:42)

فارسی شاعری کا تیسرا دور:

دوسرا دور بھی ختم ہوا۔ معانی و الفاظ دونوں ترقی پا کر اس دور میں کامل ہو گئے تھے۔ اب شاعری کا تیسرا دور شروع ہوتا ہے۔ اس طبقہ کے بہترین نمونہ سعدی، امیر خسرو اور حافظ ہیں۔ اس عہد میں غزل خوانی کی بڑی دھوم مچی۔ امراء و سلاطین کی خوشامدوں میں خوب خوب قصیدے لکھے جانے لگے۔ عاشقانہ مثنویوں کا رنگ گہرا ہو گیا اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ چنگیز خان کے مشہور حملہ نے جو 617ھ میں واقع ہوا، دلوں کو ایسا سرد کر دیا تھا کہ بہادری و شجاعت کا خیال سروں سے جاتا رہا۔ شعرا غزل و قصائد سے دلوں کو خوش کرنے لگے۔ مردانہ خیالات (بہادری کے اوصاف) اس وقت سے جو مٹنے لگے تو آخر نیست ہو کر ہی رہے۔ (مقدمۂ مثنوی ہشت بہشت، ص:44، نوریہ رضویہ پبلشنگ، لاہور)

فارسی شاعری کا چوتھا دور:

900ھ کے بعد فارسی شاعری کا چوتھا دور شروع ہوتا ہے۔ فیضی، عرفی، نظیری، طالب آملی، ابوطالب کلیم، مرزا صائب اس دور کے ممتاز اراکین ہیں۔ لیکن فی الحقیقت یہ عہد ترقیِ غزل کا انتہائی اور آخری زینہ تھا۔ اس دور کی یہ خصوصیت ہے کہ جو بات کہتے ہیں، پیچ دے کر کہتے ہیں۔ دور کی راہ سے سامعین کی فہم کو مطالب تک لاتے ہیں اور داد لیتے ہیں۔ استعارہ کو استعارہ در استعارہ اور مجاز کو مجاز اندر مجاز کر کے معنوں میں نزاکت اور باریکی پیدا کرتے ہیں۔ اس لیے بہت سے اشعار کی باریکی معشوقوں کی کمر کو بھی بارِ نزاکت سے خم کر دیتی ہے اور کبھی گم بھی ہو جاتی ہے۔ مثال کے لیے یہ شعر کفایت کرتا ہے۔

تا کے از عکسِ تو آئینہ گلستاں گردد
سوئے عاشق نگہے تا ہمہ تن جاں گردد

اس شعر کو سمجھنے کے لیے پہلے ان باتوں کو ذہن میں مجتمع کر لیجیے۔ معشوق کا قد سرو و شمشاد ہے۔ آنکھیں نرگس کے پھول ہیں۔ رخسار گلابِ شگفتہ ہے۔ زنخداں (ٹھوڈی) سیب ہے۔ خط سبزہ ہے۔ زلف تختۂ سنبل ہے وغیرہ وغیرہ۔ اب جو معشوق آئینہ دیکھتا ہے اور اس کا عکس شیشے پر آتا ہے تو گویا آئینہ گلستاں بن جاتا ہے۔ یہ تو پہلے مصرع کا حال ہے۔ دوسرا تو اس سے بھی زیادہ دشوار ہے۔

اسی طرح اس دور (فارسی کے چوتھے دور) میں مضامین کی بنیاد محالات اور دور از قیاس ایہام پر ہے۔ الفاظ کی نئی تراشیں اور نئی ترکیبیں کثرت سے پیدا ہو رہی ہیں۔ حقیقت و واقعیت سے بیگانگی اور بے بنیاد خیالات سے رشتہ جوڑا جا رہا ہے۔ مثلاً: پہلے میکدہ اور آتش کدہ مستعمل تھے، اب نشتر کدہ و مریم کدہ وغیرہ کی ترکیبیں پیدا ہوئیں۔ پہلے "یک گلشنِ گل" کہتے تھے اور اب "یک آغوشِ گل" کہنے لگے۔

اس طرح کی ترکیبیں فیضی اور عرفی نے کثرت سے پیدا کیں..... اس دور میں عرفی کی قصیدہ خوانی ایک خاص خصوصیت رکھتی ہے۔ غزلیں بھی اس کی باسوز و گداز ہیں۔ لیکن مرزا صائب کا کلام پھیکا اور سیٹھا ہے اس نے شاعری کیا کی ہے، خشک علمی مباحث ردیف و قافیہ میں بیان کیے ہیں۔ (مرجع سابق، ص:46 - 47)

پانچویں صدی میں حسینوں کی بزم ہر طرح کے سامان اسلحہ سے آراستہ پائی جاتی تھی۔ ابرو، کمان تھے جن سے تیر مژگاں چل کر دلوں میں ترازو (اتر) ہو جاتے۔ تیوری بدلی اور ابرو خنجر ہو گئے۔ مژگاں نیزے بن گئے۔ غرض معشوقوں کی بزمِ عشاق میں پہنچنے کی دیر تھی۔ یہ پہنچے اور رستم و اسفندیار کے میدانِ جنگ برپا ہو گئے۔ لیکن چھٹی صدی میں رنگینی و نزاکت بڑھی۔ مزاجوں میں تغیر ہوا۔ طبیعت میں چستی و شجاعت نہ رہی، راحت پسندی غالب آئی۔ آخر اس کا اثر بھی کلام پر پڑا۔ رفتہ رفتہ ایک وقت وہ آپہنچا کہ رزمیہ کلام میں بھی ساغر و مینا کے دور چلنے لگے۔ تشبیہیں بدلنے لگیں۔ اب سپاہی میدانِ کارزار میں بھی جو پہنچتا ہے تو عشق کے نشہ میں چور ہو کر جاتا ہے۔ قدسی، قاسم، کلیم، علی قلی اور سلیم کی رزمیہ مثنویاں اس پر گواہ ہیں۔ بہر کیف! یہ دور بھی ترقی سے خالی نہ رہا۔ زبان زیادہ صاف ہو گئی اور مضمون آفرینی نے بہت ترقی کی۔ خاقانی و انوری وغیرہ جو علمی اصطلاحات سے زبان کو زیربار کرتے تھے، یہ بات جاتی رہی۔ (ایضاً، ص:44 - 45)

مختلف شعرا کے کلام کا تجزیہ:

فارسی شاعری کی تاریخ و اقسام اور اس کے ابتدائی و ارتقائی ادوار پر مدلل روشنی ڈالنے کے بعد ہر دور کے شعرا اور ان کے کلام کا ان الفاظ میں تجزیاتی مطالعہ پیش کیا، جس سے فاضل مصنف کے "تنقیدی افکار" کو سمجھنے میں بڑی حد تک مدد ملتی ہے:

رودکی: تذکروں میں رودکی کا جو کلام منقول ہے، اس میں ہر قسم موجود ہے۔ جا بجا مضمون آفرینی بھی ہے۔ کہیں تشبیہ و استعارے کا لطف بھی ہے۔ اخلاق و موعظت کے پاک و شیریں مضامین بھی موجود ہیں۔ کہنہ مشق، دیرینہ سال شاعر کا جب بھی جی چاہتا ہے تو عشق وحسن کے ناز و نیاز بھی کر لیتا ہے۔ قصیدے کی تشبیب میں غزل کا لطف آجاتا ہے اور گریز میں بھی اس کی قوت و قابلیت نمایاں ہے۔

فردوسی: اس دور کا آخری شاعر فردوسی ہے۔ اس نے "شاہنامہ" کیا لکھا، اپنی اس قوتِ دماغی اور جودتِ ذہن کا جو بشر میں ایک عطیۂ الٰہی ہے، کا کامل ثبوت دیا ہے۔ اس نے یہ مثنوی لکھ کر ثابت کر دیا کہ ثابت کر دیا کہ انسان کی دماغی قوت، صانعِ حقیقی کی صنعت کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ میدانِ جنگ کی تصویر تو ایسی کھینچتا ہے کہ ہو بہو فوٹو ہوتا ہے۔ اس کا کلام و کمال کسی کی تحسین اور قدر شناسی کا محتاج نہیں۔

حاجتِ مشاطہ نیست روئے دل آرام را

یہ کہنا ایک امر واقعی کا بیان ہوگا کہ فردوسی ہی کی بدولت معانی کی کمی انتہائے کمال پر پہنچ کر اپنی شان کا جلوہ دکھانے لگی۔

(مقدمۂ مثنوی ہشت ہشت، ص:40، نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی، لاہور)

نظامی: نظامی، مثنوی کے بادشاہ ہیں۔ ان کے کمال کی شاہدان کی پانچ مثنویاں ہیں جو "خمسۂ نظامی" کے نام سے مشہور ہیں۔ انہوں نے نظم نگاری میں نیا رنگ پیدا کیا۔ تشبیہ اور استعارے کو رنگینی و قوت کے ساتھ برتا۔ ان کے پیچ میں بھی بانکپن ہے۔ ان کا کلام اقسامِ لطافت و نزاکت سے لبریز ہے۔ فردوسی کے بعد رزمیہ مضمون کوئی دوسرا ان (نظامی) سے بہتر کیا، برابر بھی نہ لکھ سکا۔

انوری: انوری نے کلام میں مضمون آفرینی پیدا کی۔ استعارہ کو لیا اور خوش نوائی سے برتا۔ قصیدہ کہنے میں استاد ہے۔

سنائی: حکیم سنائی پہلے شخص ہیں جنہوں نے تصوف کو مستقل طور پر نظم میں لکھا ہے۔ "حدیقہ" ان کی مشہور کتاب ہے۔ پختگی، برجستگی اور صفائی میں ان کا کلام تمام معاصرین سے ممتاز ہے۔

مولانا روم: مولانا رومی، تصوف کے بادشاہ ہیں۔ علم کلام و تصوف کے اہم ترین مسائل دل گیر و دل پذیر طریقے سے بیان کرتے ہیں۔ مثنوی آپ کی چھ جلدوں میں شش جہاتِ عالم میں فیض رساں ہے۔ عربی و فارسی میں (ان کی) متعدد شرحیں لکھی گئیں۔ اربابِ سلوک آج تک اس کا درس دیتے ہیں۔ اور حق تو یہ ہے کہ مردِ راہِ رفتہ (وارفتگانِ شوق) کوئی دوسرا اسے سمجھ بھی نہیں سکتا۔

عمر خیام: عمر خیام، علومِ عقلیہ میں کمال رکھتا تھا۔ اقسامِ شعر میں ان کی رباعیاں ہیں، جنہوں نے اس کو زندہ رکھا ہے۔ مسلمانوں نے بڑھ کر اہلِ یورپ نے اس کے ساتھ اعتنا (توجہ) کیا۔

سعدی شیرازی: شیخ سعدی علیہ الرحمہ اس طبقے (فارسی شاعری کے تیسرے دور) کے نہایت شیریں کلام شاعر ہیں۔ ان کا مضمون آج تک پھیکا نہ ہوا۔ نظم ہو یا نثر، اصنافِ سخن پر قدرت رکھتے تھے۔ ان کے کلام میں استعارے بھی ہیں، لیکن پیچیدہ نہیں۔ صفائی

دکھاتے ہیں اور لطف بڑھاتے ہیں۔ مبالغہ و استغراق سے کام نہیں لیتے۔ ان کا کلام دین و دنیا کی سود مند نصائح سے پُر ہے۔ اخلاقی مضامین کو ان کے مثل کسی نے نہیں ادا کیا۔ مخلوق کی درد مندی ان کے ہر رگ و پے میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ تجربہ کامل تھا۔ اور سیاحت وسیع، اس لیے جو ان کی زبان سے نکلتا ہے، وہ دل میں جا بیٹھتا ہے۔ گلستاں و بوستاں اور دواوین و قصائد ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ لیکن غزل کا رنگ بدلنے والے اور سوز و گداز کے ساتھ وقوعہ گوئی کی بنیاد ڈالنے بھی شیخ سعدی ہی ہیں۔ اس لیے من حیث شاعر انہیں غزل کا استاد تسلیم کیا گیا ہے۔

امیر خسرو: امیر خسرو کے والد امیر سیف الدین ترکستان سے آئے تھے۔ امیر خسرو نے گو ہندوستان میں ولادت اور تربیت پائی تھی، مگر دماغ دستِ قدرت سے وہ عطا ہوا تھا کہ ایجادِ مضامین کا طلسم خانہ تھا۔ انہوں نے صنائعِ لفظی و معنوی کا عجائب خانہ کھول دیا۔ تصانیف کی یہ کثرت ہے کہ ہمیشہ ان کا سمیٹنا دشوار رہا اور آج دشوار تر ہے۔

خواجہ حافظ: خواجہ حافظ کا دیوان مشہور ہے، اس کے سوا کچھ نہیں۔ چند قصیدے برائے نام ہیں، مگر غزل ایسی کہہ گئے کہ آج تک اس کا جواب نہیں۔ نہ تصنع ہے، نہ تکلف۔ جیسی گذری ہے، ویسا لکھا ہے۔ عرفان و حقائق کا ایک بے بہا گنجینہ ہے، جن پر نقوش و حروف کے قفل چڑھے ہوئے ہیں۔ اربابِ بصیرت اسے عینک کی طرح لگائے پھرتے ہیں۔

جامی: جامی علیہ الرحمہ کا زمانہ 900 ہجری ہے۔ ناظم ہروی نے امیر خسرو کے بعد شاعری کو ان پر ختم کر دیا ہے، جیسا کہ اس کے ایک شعر سے ظاہر ہوتا ہے:

زخسرو چوں نوبت بجا می رسید
زجامی سخن را تمامی رسید

علاوہ عام شاعری کے صوفیانہ طرز میں بلند پایہ رکھتے تھے۔ نقشبندیہ طریق کی تعلیم و مراقبات کی طرف عجب لطف سے اپنے کلام میں اشارا کرتے ہیں۔ (مقدمۂ مثنوی ہشت بہشت - معروف بہ "الانھار" ص:43 - 46، لاہور)

فارسی شاعری کے آغاز و ارتقاء، شاعری پر اثر انداز ہونے والے عوامل اور مختلف ادوار کے شعرا کے کلام کی ادبی خصوصیات پر تنقیدی نظر ڈالنے کے بعد علامہ موصوف اصل موضوع کی طرف پلٹتے ہیں اور حضرت امیر خسرو علیہ الرحمہ کی مثنوی کا تنقیدی جائزہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اربابِ فن نے کلامِ منظوم کی جو قسمیں بیان کی ہیں، ان میں پانچ قسمیں اصل ہیں: (1) غزل (2) قصیدہ (3) مثنوی (4) رباعی (5) قطعہ۔ پھر ان میں بھی باعتبارِ مضامین تنوّعاتِ گوناگوں پائے جاتے ہیں جن کا بیان اپنے اپنے موقع پر آئندہ آئے گا۔ لیکن ناصحانہ، حکیمانہ، عشقیہ، رزمیہ، اخلاقی جذبات کی مصوری اور مناظر کی نقاشی، یہ وہ اقسام ہیں جہاں شاعر کی طبیعت کا اصل جوہر کھُلتا ہے۔

خسرو علیہ الرحمہ میں یہ کمال ہے کہ نظم کی کوئی قسم ایسی نہیں ہے جس میں ان کے قلم کی روانی دریا کی موجوں کی طرح لہریں نہ مارتی ہو۔ اگرچہ ان کا وجود دورِ ثالث کے شعرا میں پایا جاتا ہے، لیکن ان کے کلام کی یہ خصوصیت ہے کہ ہر دور کے محاسن ان کے کلام میں موجود ہیں۔ سادگی و سنگینی و استواری جو دورِ اول کی ممتاز خصوصیت ہے، ان کے کلام میں بکثرت اس کے نمونے پاؤ گے۔ رنگینی، لطافت اور ملائمت جو دورِ ثانی کا کمالِ ہنر ہے، اس آرائش سے بھی کلامِ خسرو بکمال و تمام مزین و مرصع ہے۔ ہر طرح کے اساسِ مضامین، اکثار و فراوانی کے ساتھ خزانۂ خسروی میں پائے جاتے ہیں۔ یہ امر محتاج بیان نہیں کہ خسرو کا دور ایسے زمانے میں آتا ہے جب کہ نظم پوری آرائش سے آراستہ و پیراستہ ہو چکی تھی۔ اسلاف نے ہر طرح کے مضامین کا احاطہ کر لیا ہے۔ زبان بھی صنائع و بدائع سے مرصّع ہو چکی ہے۔ شاعری کی بحث میں ابھی تم پڑھ چکے ہو کہ معانی کی کمی فردوسی نے پوری کر دی۔ الفاظ میں تراش خراش اور رنگینی دورِ ثانی کے شعرا کر چکے ہیں۔ اب تیسرے دور میں کیا رہ جاتا ہے۔ بقولِ خود امیر خسرو:

در محفلِ وصالت دریا کشند مستاں
چوں دورِ خسرو آمد مے در سبو نماند

باوجود اس تنگی و کشاکش کے یہ صرف خسرو ہی کا کمال ہے کہ نہایت قادر الکلامی سے ایسا سدا بہار چمن کھِلا گئے جس کے پھول آج تک نہ کمھلائے اور اس کی شامہ نواز لپٹ عطر مجموعہ کی طرح گوناگوں خوشبوؤں سے اربابِ ذوق کے دماغ کو معطر کرتی رہی۔

(مصدرِ سابق، ص:62 - 63)

قادیانیت-ایک مطالعہ

تبصرہ نگار: مہتاب پیامی

نام کتاب: قادیانیت-ایک مطالعہ
مولف : عابد چشتی
صفحات : 89
اشاعت: 1441ھ/2020ء
ناشر : مکتبہ صمدیہ، پھپھوند شریف

عصر حاضر میں عالم اسلام کو جو چیلنجز در پیش ہیں ان میں ایک اہم چیلنج فتنۂ قادیانیت ہے۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ قادیانی اپنے مخصوص نظریات وعقائد کی بنیاد پر مسلمان کہلائے جانے کے حق دار نہیں ہیں۔ ہمارے محققین کی متفقہ رائے یہی ہے کہ قادیانی اصل میں یہودی ایجنٹ ہیں جو عالم اسلام پر یلغار کرنے اور مسلمانوں کے حقوق پر غاصبانہ قبضہ کرنے کے لیے مغربی لابی کی امداد و اعانت سے مسلسل سرگرم عمل ہیں اور پوری دنیا میں اپنی تحریک چھیڑ رکھی ہے۔ ایسا نہیں کہ یہ کوئی نیا فتنہ ہو تقسیم وطن سے قبل اس کی ابتدا قادیان واقع پنجاب (انڈیا) سے ہوئی۔ قادیانیوں کے نزدیک قادیان کو وہی اہمیت حاصل ہے جو مسلمانوں کے نزدیک مکہ اور مدینہ کو ہے۔ تقسیم وطن کے بعد چنیوٹ (پاکستان) کے قریب دریائے چناب کے مغربی کنارے پر مرزائیوں نے اپنا ایک مستقل مرکز "ربوہ" کے نام سے قائم کیا، پاکستان میں یہ ان کی ارتدادی اور تخریبی سرگرمیوں کا مرکز ہے، جس میں تعلیم، علاج، ملازمت، رشتہ وغیرہ کے لالچ اور دیگر مختلف ہتھکنڈوں سے مسلمانوں کو مرتد بنایا جاتا ہے۔

انڈیا کے "قادیان" اور پاکستان کے "ربوہ" شہر میں قادیانیوں کا ایک مستقل ادارہ "نظارت اصلاح وارشاد" کے نام سے قائم ہے، جس کے تحت مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت کی اشاعت و تبلیغ اور مسلمانوں کو مرتد بنانے کے لیے مبلغین تیار کر کے اندرون ملک اور بیرون ملک بھیجے جاتے ہیں، اور ہر زبان میں گمراہ کن لٹریچر چھاپ کر لاکھوں کی تعداد میں مفت تقسیم کیا جاتا ہے، ان دونوں اداروں کا سالانہ بجٹ لاکھوں روپے ہوتا ہے، پاکستان کی مارشل لا حکومت نے 1974 میں ختم نبوت قانون کے ذریعہ جب سے قادیانیوں کے غیر مسلم ہونے کی توثیق کی، تب سے پاکستان میں تو قادیانیت محدود ہو کر رہ گئی ہے، مگر ہندوستان میں تقریباً دس سال سے پھر سے اس کی ارتدادی سرگرمیاں عروج پر ہیں۔

قادیانیت تاریخ اسلامی کا سب سے خطرناک فتنہ ہے؛ کیوں کہ قادیانیوں نے پورا نظام ترتیب دیا ہے، اسلامی شعائر کے مقابلے میں شعائر، مقامات مقدسات کے مقابلہ میں مقامات مقدسات، مرکز کے مقابلہ میں مرکز، قبلہ کے مقابلہ میں قبلہ، کتاب کے مقابلے میں کتاب، مسجد کے مقابلے میں مسجد، نبی کے مقابلہ میں نبی، اور صحابہ کے مقابلہ میں صحابہ، یہاں تک کہ قادیانی دنیا میں ہر چیز کا بدل پیش کیا گیا ہے، حتی کہ اسلامی تقویم کے مقابلے میں قادیانی تقویم تک وضع کرلی گئی ہے۔

ہفت روزہ نئی دنیا (اردو) نئی دہلی کی 3 تا 9 اکتوبر 2011 کی اشاعت کے مطابق قادیانیوں کے تعلقات RSS اور اس کے بعض اہم لیڈروں سے ہیں اور دہشت گردی کی پُشت پر دونوں کی سانٹھ گانٹھ ہے، نئی دنیا کی دوسری اشاعت میں نئی دنیا کے ایڈیٹر شاہد صدیقی نے سرورق پر دو منھے سانپ کی تصویر پیش کی جس میں ایک منھ قادیانیت کا اور دوسرا RSS کا تھا اور دونوں کے گہرے تعلقات کا خلاصہ کرتے ہوئے لکھا:

> "ہریانہ کے جھنجھولی میں مسلم راشٹریہ منچ کے سالانہ جلسہ کی صدارت آر ایس ایس کے بڑے لیڈر اندریش کمار کر رہے تھے، جس میں مسلمانوں کی قابل ذکر تعداد نظر آرہی تھی، جس میں داڑھی ٹوپی میں ملبوس مولانا قسم کے افراد بھی خاصی تعداد میں شامل تھے، دنیا حیران تھی کہ اجمیر شریف، مکہ مسجد، اور سمجھوتہ ایکسپریس میں بم دھماکے کروانے والوں سے اتنے سارے مسلمان ہدایات لے رہے تھے؛ لیکن اب یہ راز پختہ شواہد کے ساتھ ہمارے سامنے موجود ہیں کہ اندریش کمار اور راشٹریہ مسلم منچ کی اصل

Mahtab.payami@yandex.com

طاقت مسلمان نہیں؛ بلکہ قادیانی ہیں، گذشتہ چند برسوں میں آرایس ایس اور قادیانیوں کا رشتہ زیادہ گہرا اور پُراسرار ہوگیا ہے، سنگھ پریوار نہایت ہی شاطرانہ انداز میں قادیانیوں کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کر رہا ہے، حتیٰ کہ پرانے کارکنوں اور عہدے داروں پر نووارد قادیانیوں کو ترجیح دی جا رہی ہے، یہ حقیقت کسی سے مخفی نہیں کہ قادیانی مسلمانوں کے خلاف کس حد تک جاسکتے ہیں، قرآن کریم کی آیات واحادیث کریمہ کی من مانی تاویلات وتشریحات ہوں یا قرآن کریم میں کھلی تحریف کو نشانہ بنا کر مسلمانوں سے مطالبہ کرنا کہ پہلے وہ ان آیاتِ جہاد کو قرآن سے نکالیں پھر بات ہوگی، آرایس ایس کی مدد قادیانی علما اور ان کی کتابیں کرتی آئی ہیں، یہی لوگ RSS کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مواد فراہم کرتے آئے ہیں، قادیانیوں پر RSS کے اعتماد کا ثبوت اس سے بھی ملتا ہے کہ جن ریاستوں میں B.J.P. اقتدار میں ہے، وہاں وقف بورڈ اور حج کمیٹیوں میں قادیانیوں کو بٹھایا گیا ہے، مسلم راشٹریہ منچ کا ایک لیڈر کہتا ہے کہ اندریش کمار جیسے لوگوں کو قرآن کی آیات کا استعمال کرنے میں قادیانی ہی مدد کرتے ہیں اور وہی ان کو اپنی مرضی کا معنی پہنانے میں مدد کرتے ہیں، قادیانیوں اور RSS کا یہ رشتہ بہت ہی پرانا ہے، یہ دونوں جماعتیں انگریزوں کے دور میں بھی ایک ہی مشن پر عمل پیرا تھیں، اگر ہماری حکومت اور سیکورٹی ایجنسیوں نے اپنی آنکھیں نہیں کھولیں تو یہ خطرناک گٹھ جوڑ ملک وقوم کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچادے گا، لہٰذا حکومت کو چاہیے کہ RSS اور قادیانیوں کے رشتوں کی تحقیقات کرائے۔"

تحریکِ قادیان کا گہرائی سے مطالعہ کرنے کے بعد یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ مرزا انگریزوں کا خاص ایجنٹ اور زرخرید غلام تھا اور نئی نسل کو گمراہ کرنے کی سازش کا ایک حصہ تھا، یہ وہی شخص ہے جس نے نبی کریم ﷺ کی نبوت پر ڈاکہ ڈالنے کی جسارت کی ہے، پھر اس کی ذریت کیا کچھ نہیں کر سکتی، لہٰذا مسلمانوں کو ان کے ناپاک منصوبوں سے مکمل طور پر آگاہ رہنے، ان کے عقائد کا علم رکھنے اور ان سے بچنے کی تدابیر اختیار کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ عہدِ حاضر میں یہ ضرورت بھی ہے کہ عدم تشدد کی راہ اختیار کرتے ہوئے ان کے خلاف بھرپور طریقے سے تحریک چلائی جائے، اور کسی طرح سے ان کو پھلنے پھولنے کا موقع نہ دیا جائے۔

مسلمانوں کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ مذہبی جماعت کے پردے میں قادیانیت در اصل ایک مذموم سیاسی جماعت ہے، یہ بات تمام دنیا جانتی ہے کہ یہودی کبھی خسارے کا سودا نہیں کرتے، کوئی تو بات ہوگی کہ اسرائیل میں جہاں عام مسلمانوں کو کسی قسم کی مذہبی سہولت حاصل نہیں ہے وہیں قادیانوں کو ہر طرح کا قانونی تحفظ حاصل ہے اور وہ اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے کے لیے اسرائیل اور اسرائیل کے حلیف ممالک میں بالکلیہ آزاد ہیں۔

22فروری 1985 کے "یروشلم پوسٹ" کے حوالے سے چھپنے والی ایک تصویر سے اس بات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ قادیانیت اور اسرائیل کے مابین کس قسم کے تعلقات ہیں۔ اس تصویر میں دو قادیانی اسرائیلی صدر کے ساتھ نظر آرہے ہیں۔ قادیان اور ربوہ کے بعد قادیانیوں کا تیسرا بڑا مرکز اسرائیل کے مرکزی شہر "حیفا" میں موجود ہے، ایسے عالم میں جب کہ اسرائیل میں مسلمانوں کا جینا دوبھر ہے، قادیانیوں کو اسرائیل میں کام کرنے کی پوری آزادی ہے، ایک طرف جہاں فلسطینی عرب اسرائیل سے آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں وہیں قادیانی، اسرائیلی وزیر اعظم اور صدر وغیرہ سے ملاقاتیں کر رہے ہیں، اسرائیل کا مسلمانوں پر ظلم وستم اور قادیانیوں پر اتنی عنایات آخر کسی نہ کسی تباہ کن صہیونی منصوبے کا حصہ ضرور ہے۔

موجودہ وقت میں ہندوستان میں قادیانی فتنہ زور پکڑتا ہوا نظر آرہا ہے، کیرالا، حیدرآباد، چنئی، جنوبی ہند کے دیگر مرکزی شہر اور مغربی بنگال تو ان کی سرگرمیوں کے میدان پہلے ہی سے تھے، اب کشمیر کے بعض علاقے، دہلی، ہریانہ، راجستھان، لکھنؤ، کانپور، امروہہ، وغیرہ میں بھی قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیاں بڑھتی جا رہی ہیں، ناخواندہ، نیم خواندہ، اور پسماندہ مسلمانوں کے طبقے کو لالچ اور دھوکہ دے کر قادیانی خود کو اسلام کا نمائندہ بتاتے ہیں اور نہایت عیّاری سے ان کے دین وایمان پر ڈاکہ زنی کرتے ہیں، ہندوستان کے جمہوری مزاج کا فائدہ اٹھا کر یہ فتنہ از سر نو پھر ابھر رہا ہے، جس کی بیخ کنی کی فی الفور ضرورت ہے؛۔ اور اس ضرورت کو

نہایت شدت سے محسوس کرنے والے جماعتِ اہلِ سنت کے نوعمر عالم حضرت مولانا عابد چشتی صاحب ہیں۔

89 صفحات پر مشتمل کتاب "قادیانیت -ایک مطالعہ "مولانا عابد چشتی کی تازہ کاوش ہے۔2014ء سے تا حال آپ جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف ضلع اوریا میں بحیثیت استاذ خدمات انجام دے رہے ہیں۔قلمی سفر کا سلسلہ 2008ء سے جاری ہے، آپ کا وطن مالوف راٹھ، ضلع ہمیر پور (بندیل کھنڈ) ہے۔آپ نے جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف سے 2010ء میں فضیلت کی دستار حاصل کی اور 2012ء میں مرکز الثقافۃ السنیہ کیرالا سے عربی ادب میں فضیلت کیا۔ اب تک آپ کے قلمی سفر کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

ترتیب و تقدیم:

(1)-بوارق العذاب لاعداء الاصحاب

از: رئیس الفقہا خواجہ مصباح الحسن چشتی، پھپھوند شریف

(2)-ناسور وہابیت۔از: رئیس الفقہا خواجہ مصباح الحسن چشتی

(3)-حقائقِ قرآن۔ رئیس الفقہا خواجہ مصباح الحسن چشتی

ترجمہ (فارسی سے اردو):

(1)-مخ المعانی (2)-گنج لایفنی

(3)-اسباب النجاۃ لفرقۃ العصاۃ

تینوں کتابیں مخدوم الملک شیخ شرف الدین یحیٰی منیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ملفوظات ہیں۔

تصنیف و تالیف:

(1)- قادیانیت ایک مطالعہ (2)-لو جہاد، حقیقت یا افسانہ۔

ان کے علاوہ متعدّد مقالات ملک کے موقر رسائل و جرائد میں شائع ہو چکے ہیں، آپ کی تحریریں ماہ نامہ اشرفیہ کے صفحات کی بھی زینت بنتی رہتی ہیں۔

مولانا عابد چشتی ایک سنجیدہ طبیعت، متین و بردبار اور تحقیقی مزاج رکھنے والے شخص ہیں عصرِ حاضر میں " قادیانیت -ایک مطالعہ " اپنے موضوع پر انتہائی اہم کتاب ہے۔ مجاہدِ سنیت حضرت علامہ شاہ سید محمد اختر میاں قبلہ چشتی زیبِ سجادہ آستانہ عالیہ صمدیہ، دار الخیر پھپھوند شریف نے کتاب اور مصنف کے لیے "دعائیہ کلمات "تحریر فرمائے ہیں اس کے فوراً بعد استاذ العلما حضرت مفتی محمد انفاس الحسن چشتی، شیخ الحدیث جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف کے "تاثراتِ گرامی" شامل ہیں، آپ تحریر فرماتے ہیں:

"انگریزوں کی پشت پناہی میں اپنے بال و پر پھیلانے والا یہ فتنہ آج بھی انگریزوں کی سرپرستی اور ان کے تعاون سے اپنا کام کر رہا ہے جس میں ہندو پاک خصوصی طور پر اس فتنہ کی زد پر ہیں۔ قادیانی مبلغین بہت خفیہ انداز میں اپنے مشن پر کام کرتے ہیں۔ ناخواندہ بستیوں میں جہاں کے لوگ دین سے ناآشنا ہوتے ہیں وہاں مفت تعلیم دینے کے بہانے گھس کر نوجوانوں کی ذہن سازی کر کے اپنا ہم عقیدہ بنانا چاہتے۔"

حضرت علامہ مبارک حسین مصباحی استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور و مدیر اعلیٰ ماہ نامہ اشرفیہ اس وقت تحریر و قلم کی دنیا میں ایک مقبول و معروف شخصیت ہیں۔آپ نے اس کتاب پر مقدمہ تحریر فرمایا ہے جو "تقدیم مبارک" کے عنوان سے صفحہ 14 سے 24 تک پھیلا ہوا ہے۔آپ نے اپنی مختصر تحریر میں فتنۂ انکارِ ختمِ نبوت کی مکمل تاریخ کو سمیٹ کر رکھ دیا، ختمِ نبوت کے اثبات میں آیاتِ قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ سے مزین یہ صفحات دعوتِ مطالعہ پیش کرتے ہیں۔ کتاب کے حوالے سے آپ تحریر فرماتے ہیں:

"پیش نظر کتاب ایک اہم اور سنجیدہ کوشش ہے، ہماری آرزو ہے کہ اس کا ہندی، انگریزی اور علاقائی زبانوں میں ترجمہ ہونا چاہیے، کیوں کہ عام طور پر غیر اردو داں طبقات ہی قادیانیت سے متاثر ہوتے ہیں۔"

صفحہ 25 پر عنوان ہے "آغازِ سخن" مصنف نے اس عنوات کے تحت چند صفحات میں باطل مدعیانِ نبوت کا تذکرہ پیش کیا ہے اور چند مشہور مدعیانِ نبوت کے بارے میں مختصراً تحریر فرمایا ہے۔آپ نے جن مدعیانِ نبوت کا تذکرہ پیش کیا ہے، ان کے اسما اس طرح ہیں:

مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، مختار بن ابو عبیدہ ثقفی، سجاح بنت حارث۔

آخر میں لکھتے ہیں:

"ان کے علاوہ اور بھی نام ایسے ہیں جنھوں نے نبوت کا دعویٰ کر کے لوگوں کو گمراہ کیا اور عقیدۂ ختمِ نبوت کو زک پہنچانے کی کوشش کی اور

ہزاروں متبعین کے ساتھ کیفر کردار کو پہنچے۔"
(ص:30)

اس کے بعد مسئلۂ ختم نبوت کا ہندوستانی پس منظر پیش کیا ہے۔ اس میں "تحذیر الناس اور عقیدۂ ختم نبوت، مرزا غلام احمد قادیانی اور مولانا قاسم نانوتوی، قادیانی قالب میں دیوبندی سوچ" وغیرہ عنوانات پر تحقیقی مواد پیش کیا ہے۔

ص:36 سے 42 تک مرزا صاحب کے سفرِ نبوت کی تفصیل ہے، پھر مرزا کی نبوت کے دوسرے دور کا تذکرہ ص:44 سے 42 تک پیش کیا ہے۔

قادیانیت کے عروج وارتقا کے حوالے سے مولانا عابد چشتی نے ص:45 اور 46 پر خامہ فرسائی کی ہے اس کے فوراً بعد مرزا غلام احمد قادیانی کے انگریزی حکومت سے تعلق اور رشتے کی تفصیل پیش کی ہے۔ جس کے مطالعہ سے ان باتوں کی توثیق ہوتی ہے، کہ مرزائیت ابتدائی ایام میں نصاریٰ کی سازش تھی اور عہدِ حاضر میں اس کی پرورش یہودیوں کی آغوش میں ہو رہی ہے۔

ص:55 سے 63 تک قادیانیوں کے مذموم عقائد کے چند نمونے پیش کیے گئے ہیں۔ آخر میں "فتنۂ قادیانیت اور علمائے حق" کے عنوان سے رقم طراز ہیں:

"اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں جب بھی کوئی فتنہ اپنی تمام تر تخریبی صلاحیتوں کے ساتھ اٹھا ہے، علمائے حق اہلِ سنت و جماعت نے اپنا فرض منصبی ادا کرتے ہوئے ہر فتنے کا بھرپور مقابلہ کیا اور مسلمانوں کے ایمان و عقیدے کی حفاظت فرمائی، انیسویں صدی کے اخیر میں جب فتنۂ قادیانیت بگولے کی طرح نمودار ہوا اور جس نے ہزاروں مسلمانوں کو اپنی زد میں لے کر ان کے ایمان پر حملے کرنا شروع کیے تو علمائے حق اہلِ سنت پوری قوت کے ساتھ اس فتنے کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور تحریر و قلم، مناظرہ و مباحثہ، تقریر و خطابت اور زمینی محنت و مشقت ہر اعتبار سے اس فتنے کا رد بلیغ اور اس کا زبردست تعاقب کیا اور کروڑوں مسلمانوں کو گم راہ ہونے سے بچایا۔ فتنۂ قادیانیت کا مقابلہ کرنے والے علمائے کرام میں چند مشہور علما کے نام درج ذیل ہیں:

فاتحِ قادیان پیر سید مہر علی شاہ چشتی، امام احمد رضا فاضلِ بریلوی، علامہ حامد رضا خان، امیر ملت پیر جماعت علی شاہ علی پوری، علامہ غلام دستگیر قصوری، خواجہ قمر الدین سیالوی، علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری، مولانا عبدالماجد بدایونی، علامہ شاہ احمد نورانی، علامہ عبد المصطفیٰ ازہری، علامہ مفتی محمد حسین نعیمی، علامہ سید محمود احمد رضوی، علامہ الٰہی بخش رضوی، پروفیسر شاہ فرید الحق، مولانا محمد شفیع اوکاڑوی، مولانا غلام علی اوکاڑوی، علامہ شاہ عارف اللہ قادری"۔ (ص:64، 65)

اس کے بعد فاتحِ قادیان حضرت پیر مہر شاہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے دل نشیں تذکار رقم فرمائے ہیں۔ شاہ صاحب کی ہمہ گیر خدمات اور مرزائیت کے خلاف آپ کی قائدانہ سرگرمیوں سے متعلق حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی کی تحریر سے ایک اقتباس نقل فرمایا ہے جسے ہم من و عن نقل کر رہے ہیں:

"مرزا کے خرافات پر ابتداءً علما و مشائخ نے کم توجہ دی، مہدی ہونے اور انکارِ حیاتِ عیسیٰ اور مثیل مسیح ہونے جیسے خطرناک دعووں کے سامنے آنے پر سب سے پہلے جس ذات بابرکات نے توجہ فرما کر ردِ مرزائیت کی مہم کا آغاز کیا اور تحریک تحفظِ ختم نبوت کی کمان سنبھال کر سب سے نمایاں، ممتاز، موثر اور اہم کردار ادا کیا وہ فاتحِ قادیان، سلسلہ چشتیہ قادریہ کے بزرگ عالمِ دین حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی (متوفیٰ 1356ھ/1927ء) سجادہ نشیں خانقاہ چشتیہ گولڑہ شریف راولپنڈی کی ذات گرامی ہے۔ آپ نے تحریر و تقریر اور مناظرہ ہر طرح سے قادیانی کا رد فرمایا۔"

مجموعی اعتبار سے کتاب لائق مطالعہ ہے، مصنف نے اپنے موضوع کا حق ادا کر دیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ وہ آئندہ بھی اسی طرح کی اہم کتابیں منظرِ عام پر لاتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ☆☆

تذکرۂ مشائخِ رشیدیہ معروف بہ سمات الاخیار

تبصرہ نگار: **محمد شہروز مصباحی**

نام کتاب: تذکرۂ مشائخ رشیدیہ معروف بہ سمات الاخیار
تصنیف: مولانا عبدالمجید کاتب رشیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
تحقیق وتدوین، تحشیہ: خوشتر نورانی
صفحات: 302 تعداد: 1100
تیسری اشاعت: 2015ء قیمت: 200
ناشر: شاہ عبدالعلیم آسی فاؤنڈیشن دہلی

جون پور، صوبہ اترپردیش کی خانقاہ رشیدیہ تقریباً چار سو سال پرانی ہے۔ قطب الاقطاب شیخ محمد رشید جون پوری قدس سرہ سے منسوب ہے۔ خانقاہ کے چھٹے سجادہ نشیں، قطب الہند شاہ غلام معین الدین قدس سرہ ہیں۔ سمات الاخیار کے مصنف مولانا عبدالمجید کاتب ان ہی سے شرف بیعت رکھتے تھے اور بہت دنوں تک شرف صحبت بھی۔ ضلع بلیا اترپردیش کے مصطفیٰ آباد میں 1870ء میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ حنفیہ جون پور سے فراغت پائی اور ایک طویل عرصہ تک خانقاہ میں قیام رہا۔ اپنے مرشد شاہ غلام معین الدین سے اپنے استاد حضرت سرکار آسی غازی پوری تک تین سجادگان کو قریب سے دیکھا سنا، تب جاکر "سمات الاخیار" تصنیف فرمائی۔ بانی خانقاہ شیخ محمد رشید عثمانی قدس سرہ ہیں اور آٹھویں صاحب سجادہ حضرت شاہ عبدالعلیم آسی غازی پوری ہیں۔ دونوں شخصیتوں کے درمیان ترتیب وار بدرالحق شیخ محمد ارشد عثمانی، قمرالحق شیخ غلام رشید عثمانی، نورالحق شاہ حیدر بخش، قیام الحق شاہ امیرالدین، قطب الہند شاہ غلام معین الدین، حضرت شاہ سراج الدین قدست اسرارہم سجادگان خانقاہ گزرے ہیں۔ ان اشخاص ثمانیہ کی حیات وخدمات کا تفصیلی احاطہ کرنے کی کتاب میں کامیاب کوشش کی گئی ہے۔ بہ قول ڈاکٹر محمد خوشتر نورانی صاحب:

"اس (کتاب کی تصنیف) کے بعد پچھلے سو برس میں جتنی بھی کتابیں اس موضوع پر لکھی گئیں، ان سبھوں کا ماخذ یہی تذکرہ ہے... اس تذکرے کی استنادی حیثیت ہر دور میں مسلم رہی ہے"۔ (ص:81)

کتاب کی تصنیف 5291ء کو تکمیل تک پہنچی اور 1936ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔ 1999ء میں دوسری اشاعت پاکستان میں ہوئی۔ اس کی تیسری اشاعت میز پر زیر تبصرہ ہے۔

ڈاکٹر محمد خوشتر نورانی سے کون واقف نہیں؟ ماہنامہ جام نور کی نشاۃ ثانیہ نے مولانا کی قلمی وادارتی صلاحیت کا لوہا پورے برصغیر میں منوایا۔ خامہ تلاشی کے کالم نے توبڑے بڑوں کو اپنی جانب متوجہ کرلیا۔ حیدرآباد کا ابوالفیض معینی بہ قول مولانا محمد افروز قادری چریاکوٹی ایک جن تھا جو مولانا خوشتر صاحب پر سوار ہوجاتا۔ مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب قبلہ نے خامہ تلاشی کی تعبیر خام تلاشی سے فرمائی، غرض کہ ڈاکٹر صاحب کے جام نور نے مدارس کی دنیا میں خصوصاً تہلکہ مچادیا۔ اس وقت خوشتر صاحب ایک مولانا تھے، مگر اب ڈاکٹر بن چکے ہیں۔ اِس وقت ان کی قلمی صلاحیت برصغیر ہی نہیں پوری اردو دنیا میں گرم ہے۔

تیسرے اڈیشن کی اشاعت کا سہرا اسی ڈاکٹر خوشتر نورانی کے سربندھتا ہے۔ عمدہ کاغذ، صاف کمپوزنگ، خوب صورت کور اور مضبوط بندش جیسے محاسن کتاب کو ہاتھ میں اٹھانے اور پھر پڑھنے پر مجبور کرتے ہیں۔

کتاب کی شروعات ڈاکٹر صاحب کے "اظہاریہ" سے ہوتی ہے۔ پیش لفظ اور مقدمہ کے بعد پہلا باب جون پور اور خاندان رشیدی سے متعلق عمومی معلومات پر مشتمل ہے۔ سلطان فیروز شاہ نے جون پور کو بسایا اور شاہ محمد تغلق عرف جوناشاہ کی نسبت سے جون پور نام رکھا۔ قاضی شہاب الدین مصنف ارشاد، شیخ محمد افضل جون پوری، ملا محمود جون پوری مصنف شمس بازغہ، مولانا الھدّاد شارح ہدایہ، شیخ محمد رشید جون پوری مصنف مناظرہ رشیدیہ، مولانا محمد جمیل جون پوری یکے از مرتبان فتاویٰ عالمگیری وغیرہ اسی پاک سرزمین سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان ہی قدآور ہستیوں کی بدولت جون پور کو علم وفضل میں ثانی دہلی کہا جاتا رہا۔

صفحہ 53 سے دوسرے باب کا آغاز ہے۔ شیخ محمد رشید قدس سرہ سے قمرالحق شیخ غلام رشید قدس سرہ تک تین شخصیات کا ذکر ہے۔ قطب الاقطاب شیخ محمد رشید عثمانی قدس سرہ (ولادت 1000ھ 1592ء-

وفات 1038ھ/1672ء) کے علم وفضل سے آج پورا درس نظامی فیض پارہا ہے۔یوں کہیے کہ موجودہ ہندوستانی علما و فضلا ان کے احسان تلے دبے ہیں۔مناظرۂ رشیدیہ جیسی شہرۂ آفاق کتاب کے مصنف حضرت ہی ہیں۔گنج رشیدی کے مطابق شاہ جہاں بادشاہ کے پاس کسی نے شیخ محمد رشید عثمانی قدس سرہ کے فضل وکمال کا ذکر کیا۔ شاہ جہاں بادشاہ نے حاکم جون پور کو دوہزار روپیہ زادراہ بھیجا۔حکم دیاکہ شیخ محمد رشید کو جون پور روانہ کردو۔حاکم جون پور نے یہ حکم آپ تک پہنچایا توآپ کاارشاد تھا:

"اگر تم کو میرے بھیجنے کا حکم ہے تو جس طرح مناسب سمجھو بھیجواور اگر مجھے اختیار دیتے ہو تو میں نہ جاؤں گا"۔(ص:40)

بالآخر جانے کی نوبت نہ آئی۔زادراہ واپس فرمادیا۔

صفحہ 78 سے بدرالحق شیخ محمد ارشد عثمانی قدس سرہ کا ذکر ہے۔ شیخ محمد رشید قدس سرہ(بانی خانقاہ) کے فرزند،مرید اور خلیفہ ہونے کے ساتھ سجادہ نشیں بنے۔شیخ محمد رشید انھیں اپنی زندگی کا قیمتی سرمایہ سمجھتے تھے۔کسی نے ان سے پوچھاکہ محشر میں خدانے اگر پوچھ لیاکہ محمد رشید!میرے لیے کیاتحفہ لائے ہو توآپ کا کیاجواب ہوگا؟آپ نے فرمایامیں محمد ارشد کو پیش کردوں گا۔1113ھ مطابق 1071ء کو شیخ محمد ارشد عثمانی قدس سرہ کاوصال ہوا۔مولانا محمد جمیل جون پوری مرتب فتاویٰ عالمگیری نے نماز جنازہ پڑھائی۔جون پور ہی میں تدفین عمل میں آئی۔

تیسرے سجادہ نشیں کاتذکرہ صفحہ 108 سے صفحہ 139 تک 22 صفحات کو محیط ہے۔صاحب تذکرہ قمرالحق غلام رشید عثمانی قدس سرہ (پیدائش 1096ھ -وفات 1167ھ) شیخ محمد ارشد عثمانی قدس سرہ(دوسرے سجادہ نشیں) کے پوتے ہیں۔جمال الحق شیخ محمد مصطفی عثمانی قدس سرہ کے عرس کے موقعے پر چمنی بازار شریف، پورنیہ، بہار تشریف لائے۔واپسی میں ابھی ضلع کٹیہار کے کڑھاگولہ تک پہنچے تھے کہ آپ کاوصال ہو گیا۔وصیت جون پور میں دفن کرنے کی تھی، مگراس وقت جسد پاک کو جون پور لے جاناممکن نہ تھا۔سکھوہ کی لکڑی کاصندوق بنواکر کڑھاگولہ ہی میں دفن کردیا گیا۔زاد راہ کاانتظام ہو گیاتو دوبارہ جون پور لے جاکر دفن کیاگیا۔دونوں تدفین کے درمیان چارماہ کاعرصہ گزرا،مگر جسم نازبدستور تازہ تھا۔

نورالحق شاہ حیدر بخش قدس سرہ(چوتھے سجادہ نشیں)شیخ غلام رشید عثمانی (تیسرے سجادہ نشیں) کے نواسے اور مولانا جمیل جون پوری مرتب فتاویٰ عالم گیری کے حقیقی پوتے ہیں۔تیسرے باب کے شروع میں ان ہی کا ذکر ہے۔حضرت کاوصال 1224ھ کو ہوا، موجودہ ضلع سیوان بہار کے موضع بھمن برہ میں آپ کامزار ہے۔اس وقت وہ جگہ تکیۂ حیدری سے مشہور ہے۔

قیام الحق شاہ امیرالدین(پانچویں صاحب سجادہ) کے بعد قطب الہند شاہ غلام معین الدین کاذکر ہے۔یہ مصنف کتاب کے پیرومرشد بھی ہیں۔صفحہ 151 سے صفحہ 178 تک قطب الہند ہی کا تذکرہ ہے۔ 1307ھ میں حضرت کاوصال ہوجاتاہے۔پیدائش کاسال مصنف کومل نہ سکاتوشاید بایدلگاکر کچھ لکھنے کے بجائے صاف طور پراپنی لاعلمی کااظہار فرمادیا۔یہ مصنف کاکمال احتیاط ہے۔اس طرح کی مثالیں کتاب میں جگہ جگہ ملیں گی۔

ساتویں سجادہ نشیں شاہ سراج الدین علیہ الرحمۃ ہیں۔قاضی باسط علی قصبہ نظام آباد،اعظم گڑھ آپ کے حقیقی دادا تھے۔یہ قاضی باسط علی قیام الحق شاہ امیرالدین(پانچویں سجادہ نشیں) کے نواسے تھے محض سترہ سال کی عمر میں 1307ھ میں سجادگی ملی، اور محض سات سال کے بعد 1314ھ میں حضرت کاوصال ہو گیا۔سب سے کم عمر صاحب سجادہ ہونے میں مشائخ رشیدیہ کے درمیان آپ کاوصف امتیاز ہے۔

اصل کتاب کے آخری ممدوح حضرت محمد عبدالعلیم آسی غازی پوری قدس سرہ(پیدائش 1350ھ-وفات 1335ھ)ہیں۔مدرسہ حنفیہ جون پور میں مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی سے علوم عقلیہ ونقلیہ میں کما ل حاصل کیا۔قطب الہند شاہ غلام معین الدین قدس سرہ سے بیعت و خلافت پائی۔آپ قناعت پسنداور بے نفس انسان تھے،خانقاہ کے خزانے کااستعمال ذاتیات پر بہ وقت مجبوری بہ قدر ضرورت ہی فرماتے۔

صفحہ 322 سے چوتھاباب ہے۔ضمیمہ کاعنوان دے کرڈاکٹر خوشتر نورانی صاحب نے اسے مرتب کیاہے۔شہودالحق سید شاہ شاہد علی سبزپوش(نویں سجادہ نشیں)،منظورالحق مولانا سید شاہ مصطفیٰ علی سبزپوش (دسویں سجادہ نشیں)اور سید شاہ ہاشم علی سبزپوش قدست اسرارہم کااس میں تذکرہ ہے۔

شہودالحق سید شاہد علی سبزپوش قدس سرہ کاخاندان گورکھپور(یوپی) میں ہے۔حضرت علی ابن طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک ان کا سلسلۂ نسب جاتا ہے۔پوراسبزپوش خاندان خانقاہ رشیدیہ کاشیدائی ہے۔حضرت سید

شاہد علی سبز پوش حضرت سرکار آسی غازی پوری سے بیعت ہوئے۔ سرکار آسی نے خلافت اور "شہود الحق" کا لقب عطا فرمایا۔ سرکار آسی کے بعد سجادہ نشین بھی بنے۔ مولانا شاہ سکندر علی کٹیہار، مولانا حکیم شاہ لطیف الرحمن کٹیہار، مولانا شاہ غلام محمد یٰسین پورنیہ ان کے سیمانچلی خلفا ہیں۔ آپ کے تیسرے فرزند منظور الحق مولانا سید مصطفیٰ سبز پوش قدس سرہ (دسویں سجادہ نشین) کے بعد سجادگی کئی دہائیوں تک خالی رہی۔

وجہ یہ رہی کہ شہود الحق سید شاہ شاہد علی سبز پوش قدس سرہ (نویں سجادہ نشین) کے سب سے چھوٹے صاحبزادے سید شاہ ہاشم علی سبز پوش قدس سرہ (ولادت 1927ء- وفات 2011ء) ہر اعتبار سے منصب سجادگی پر کھرے اترتے تھے۔ اپنے والد گرامی سے بیعت و خلافت تھی۔ منظور الحق سید شاہ مصطفیٰ علی سبز پوش قدس سرہ (دسویں سجادہ نشین) کے بعد مریدین، معتقدین اور عمائدین سلسلۂ رشیدیہ نے آپ کو منصب سجادگی کا اہل پاکر اس منصب کو قبول کرنے کی بصد الحاح گزارش کی، مگر آپ نے یک لخت انکار فرمادیا۔ شدید اصرار پر خانقاہ کی املاک کی نگہ بانی کے لئے صرف تولیت کو قبول فرمالیا۔ بیعت و ارشاد و سجادگی سے معذرت فرمالی۔ سجادگی سے معذرت تو فرمالی، مگر خود آپ کو اور جملہ متعلقین خانقاہ کو اس خلا کو پر کرنے کی فکر دامن گیر تھی۔ آخر کار مرکزی خانقاہ جون پور میں انتخاب سجادگی کی ایک اجتماعی میٹنگ بلائی گئی۔ اکابر علما، خلفا کی موجودگی میں باتفاقِ رائے مجمع البحرین حضرت مفتی شاہ محمد عبید الرحمٰن رشیدی دام ظلہ گیارہویں سجادہ نشیں بنے۔ حضرت صاحب سجادہ موضع بینی باڑی، تحصیل کدوا، ضلع کٹیہار کے باشندے ہیں۔ مولانا شاہ لطیف الرحمن علیہ الرحمۃ (حکیم صاحب) کے فرزند ہیں۔ جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ کے قابل فخر فرزندوں میں آتے ہیں۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ اور حضرت علامہ عبد الرؤف بلیاوی علیہ الرحمۃ کے چہیتے شاگرد ہیں۔ اپنے والد گرامی کے علاوہ مولانا شاہ غلام محمد یٰسین رشیدی اور حضرت شاہ زاہد سجاد جعفری پٹنوی کے خلیفہ ہیں۔ منظور الحق سید شاہ مصطفیٰ علی سبز پوش قدس سرہ سے ارادت رکھتے ہیں۔ شہرت و نام وری کے بجائے گم نامی اور گوشہ نشینی کو پسند فرماتے ہیں۔ قرب و جوار کے جلسوں کو بھی بدقت تمام شرفِ شرکت سے نوازتے ہیں۔

صفحہ 257 حواشی کے عنوان سے متن میں مذکور 36 اشخاص کا مختصر تعارف ڈاکٹر خوشتر صاحب کے زریں قلم کا نتیجہ ہے۔ متن، ضمیمہ اور حواشی میں مذکور اشخاص کا اشاریہ ڈاکٹر صاحب نے اضافہ کیا ہے۔ کتابیات کے بعد شاہ عبد العلیم آسی فاؤنڈیشن کا مختصر تعارف ہے اِسی فاؤنڈیشن کے صرفے یہ اڈیشن منظر عام پر آیا۔

کتاب کی عمدگی اور مضامین کی پاکیزگی مسلم ہے۔ اکثر کتابیں اپنی پہلی طباعت میں کچھ خامیاں پال لیتی ہیں۔ دوسری، تیسری طباعت میں جن کی درستگی ممکن ہوپاتی ہیں۔

یہ نسخہ بھی اپنی تمام تر رعنائیوں کے باجود کباب میں ہڈی اور بریانی میں کنکر جیسی کرکری اپنے اندر چھپا رکھا ہے۔ چند فروگزاشتیں جن پر دوران مطالعہ نظر رک گئی، یہ ہیں:

(1) صفحہ 33 میں مصنف کتاب نے موضع سکلائی کا پرگنہ امیٹھی اور ضلع بارہ بنکی لکھا ہے۔ ڈاکٹر خوشتر نورانی صاحب حاشیہ میں لکھتے ہیں: "سکلائی اب موضع لکھنؤ میں آتا ہے" (خوشتر) پھر صفحہ 46 میں خاندان رشیدی کے بزرگوں کے مدفنوں کی لسٹ میں "سکلائی" کے بعد اپنے مخصوص قوسین (چوکور نما) کے تحت "ضلع رائے بریلی" لکھتے ہیں۔ "اظہاریہ" کے صفحہ 23 کے آخر میں ڈاکٹر صاحب نے صراحت کردی ہے کہ چوکور نما بریکٹ والی تحریر خود ان کی ہے جو وضاحت کے طور پر لگائی ہے۔ تو کیا خوشتر نورانی صاحب کا صفحہ 33 سے 64 تک پہنچتے پہنچتے سکلائی ضلع لکھنؤ سے کٹ کر رائے بریلی میں آگیا؟

(2) صفحہ 77 میں شیخ غلام قطب الدین کا سال پیدائش 1067ھ لکھا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے قوسین کے تحت انگریزی تاریخ 26 جنوری 1657ء نکالی ہے۔ مگر صفحہ 78 میں تاریخ وصال کے تحت بھی 26 جنوری 1657ء کو درج کردیا گیا ہے۔

(3) صفحہ 86 میں مصنف کتاب شیخ یٰسین جھونسوی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "آپ کا سال وصال معلوم نہ ہوا"۔

اس پر ڈاکٹر صاحب نے یہ حاشیہ لگایا:

"شیخ یٰسین جھونسوی کی ولادت 1022ھ کو ہوئی اور وصال 26 رجب 1074ھ/22 فروری 1646ء کو ہوا"۔

اولاً: تحقیق کا تقاضا تھا کہ ڈاکٹر صاحب نے یہ تفصیلات کہاں سے حاصل کیں، اس کی صراحت ہو۔

ثانیاً: حاشیہ پر غور کریں تو ہجری سال کے اعتبار سے شیخ جھونسوی کی عمر 05 سال ہوتی ہے اور عیسوی سال کے اعتبار سے محض 33 سال یعنی 71 سال کا فرق۔ فیاللعجب (باقی ص:----پر)

منظومات

مصطفیٰ کی اہانت گوارا نہیں

مصطفیٰ کی اہانت گوارا نہیں
ہم نہیں یا تو دشمن ہمارا نہیں

سب انھیں کا ہے، ان پر لٹا دیں گے ہم
اپنی جانوں پہ بھی حق ہمارا نہیں

بات جاں کی نہیں جانِ ایماں کی ہے
اس میں صبر و تحمل کا یارا نہیں

عزتِ مصطفیٰ پر ہے سب کچھ فدا
جان دے کر بھی اس میں خسارہ نہیں

پڑھ لو تاریخ اے دشمنانِ نبی
ان کا دیوانہ مٹ کر بھی ہارا نہیں

گردشِ وقت ہم سے نظر مت ملا
عاشقانِ نبی بے سہارا نہیں

کوئی خاکہ، کوئی شکل کیسے بنے
سایہ بھی جب خدا کو گوارا نہیں

چپ رہے تو مٹیں گے سبھی ایک دن
گھر نہیں ، خانقاہ و ادارہ نہیں

عقل کے پاس حیلے بہانے بہت
عشق کرتا کبھی استخارہ نہیں

یاد رکھو کہ میداں میں اترے بغیر
اب زمانے میں اپنا گزارا نہیں

لڑ کے دنیا سے لیتے ہیں وہ اپنا حق
زندہ قوموں نے دامن پسارا نہیں

مل کے سارے مسلماں کریں احتجاج
تاکہ ہمت ہو ایسی دوبارہ نہیں

ہے یہی وقت دشمن کو دکھلا دیں ہم
جامۂ بدر ہم نے اتارا نہیں

امتحاں یوں ہی لیتا رہے گا ستم
اس سے ہوگا اگر وارا نیارا نہیں

ان کی توہین پر دل نہ تڑپے اگر
دعویٰ ایمانی سچا ہمارا نہیں

ان کے دیوانوں نے جس کو موڑا نہ ہو
دشمنی کا کوئی ایسا دھارا نہیں

عقل کا فیصلہ جاں بچانے کا تھا
عشق آگے بڑھا اور پکارا نہیں

پھر ہمیں زندہ رہنے کا کیا فائدہ
اپنی جانوں کو گر ان پہ وارا نہیں

اس سے بڑھ کر ہے عشقِ فریدیؔ کا رنگ
بات لفظوں میں سب آشکارا نہیں

از: سلمان رضا فریدی صدیقی مصباحی

حمد

مرے کریم ہے پروردگار نام ترا
ہے کائنات سخن کا مدار نام ترا

سخن کے دشت میں جب دھوپ کی حکومت ہو
عطا کرے شجرِ اعتبار نام ترا

ہوا کی قینچیاں جب طائروں کے پر کتریں
پکارتے ہیں وہ بے اختیار نام ترا

ہے کوہساروں کی چوٹی پہ نصب تیرا علم
رٹے اک ایک نفس آبشار نام ترا

جو بے سکون کرے موسم ہوا و ہوس
تو مجھ کو دیتا ہے شاخِ قرار، نام ترا

مسرتوں کے حسیں تر جہان میں پہنچے
الٰہی! دل سے جو لے ایک بار نام ترا

علی کے ذکر کا تو رنگ ہی نرالا ہے
ہمیشہ رٹتی رہے ذوالفقار نام ترا

دیارِ فکر کی زینت الٰہی یاد تری
جہانِ صوت کا ہے افتخار نام ترا

خزاں کے طائر سفاک کے کتر کر پر
بکھیر دیتا ہے رنگ بہار نام ترا

اسی لیے ہے بہت نور مطمئن یارب
کہ اس کا بیڑا لگائے گا پار نام ترا

☆☆☆☆☆

سید محمد نورالحسن نورؔ نوابی عزیزی

جامِ سخن پلا کے وہ سحر البیاں چلے

بزمِ جہاں کو چھوڑ کے سوئے جناں چلے
دنیا سے آہ، سیدی افضل میاں چلے
ٹوٹا ہے جانِ "گلشنِ برکات" پر الم
ہر گل اداس ہے کہ وہ آرامِ جاں چلے
ہے ان کے خانوادۂ عالی سے تعزیت
ہم سب کو غم ہے وہ شرفِ خانداں چلے
"حیدر حسن" کے حسن و سیادت کی یادگار
"اشرف، امیں، نجیب" کے وہ جانِ جاں چلے
لب ہی نہیں، وجود تبسم شعار تھا
سب رو پڑے جو قوم کے وہ مہرباں چلے
ملت کی خیرخواہی کا جذبہ لیے ہوئے
ابرِ رواں کی مثل وہ راحت رساں چلے
اک سمت حسنِ فکر، تو اک سمت حسنِ خلق
دنیا کو خیر بانٹتے وہ ضو فشاں چلے
اُن سے کئی مناصبِ عظمیٰ ہیں سرفراز
سب کی بڑھا کے قدر، وہ رتبوں کی جاں چلے
اُن کی روش بلندیِ تعلیم کی نقیب
غیروں میں بھی وہ علم سے باعزّ و شاں چلے
علم و عمل ہے پستیِ اقوام کا علاج
دیتے ہوئے دلوں پہ وہ علمی اذاں چلے
عہدہ بھی، خاندانی وجاہت بھی خوب تر
دونوں سے کر کے عدل، وہ شایانِ شاں چلے
چھوڑے نشاں، دیانت و ایمان داری کے
بستی کی راہ پر وہ جدھر اور جہاں چلے
ذکرِ رضا، کلامِ رضا، لب پہ تاحیات
عشقِ رضا کے وہ چمنِ بیکراں چلے
برکاتیت کا باغ سلامت رہے سدا
اس کے گل و ثمر پہ نہ زورِ خزاں چلے
افضل میاں پہ فضلِ الٰہی کا ہو نزول
جب تک فریدی نبضِ زمین و زماں چلے

از: سلمان رضا فریدی صدیقی مصباحی

پاسبانِ اہلِ سنت حضرتِ خادم حسین

دل کی دنیا میں بسا کر عشقِ ختم المرسلیں
کاسۂ طالب میں بھر دی دولتِ حسنِ یقیں
عہدِ حاضر میں رضا کی فکر کے سچے امیں
ہو گئے افسوس صد افسوس پیوندِ زمیں
وہ جو قربانِ شعارِ حق پرستی ہو گئے
قبلۂ دیوانگانِ عشق و مستی ہو گئے
مقصد و مقصود ان کا حفظِ ناموسِ رسول
سیرتِ "مہرِ علی" نے ان کو بخشے تھے اصول
میں فدائے مصطفیٰ حسنین و حیدر اور بتول
موت بھی اِن کے لیے آئے تو ہے مجھ کو قبول
عمر بھر کہتے رہے، کرتے رہے ہر دم جہاد
توڑ ڈالے آپ نے سب فتنہ ہائے ارتداد
میڈیا میں آیا یہ فرمانِ ظالم کیمرونؔ
شہرِ پیرس میں اہانت کے لگیں گے کارٹون
یہ خبر سن کر ہوا سیماب یوں خادم کا خون
ساری دنیا ہل گئی دیکھا جو عاشق کا جنون
آنچ آئے مصطفیٰ پر یہ گوارا ہی نہیں
کوئی ان کی مثل ان کا استعارہ ہی نہیں
اُن کا اندازِ تخاطب تھا زمانے سے جدا
بولتا تھا ان کے لب سے عشقِ محبوبِ خدا
دی جو مَن سَبَّ نَبیًّا فاقتلُوہُ کی صدا
ہو گئی حیران دنیا دیکھ کر ان کی ادا
آج کی اِس پر فتن دنیا میں ایسا کون ہے
ماسوا خادمؔ کے جرأت کا ہمالہ کون ہے
زندگی ان کی ہے بس علم و عمل کی داستاں
مٹ نہیں سکتا کبھی ان کے تفکر کا نشاں
ہوگی میرے ساتھ ان کے نقشِ پا کی کہکشاں
یاد آئیں گی ہمیشہ مجھ کو ان کی خوبیاں
پاسبانِ اہلِ سنت حضرتِ خادم حسین
تھے جہانِ عزم و ہمت حضرتِ خادم حسین

از: مہتاب پیامی

منتخبات بزمِ فروغِ نعت

از: **مہتاب پیامی**

بزمِ فروغِ نعت مبارک پور کی نعتیہ ادبی بزم منعقدہ 20/ دسمبر 2020ء میں مصرعِ طرح: "نبی کی انگلیوں سے نور کے دھارے نکلتے ہیں" پر پیش کیے گئے چیدہ چیدہ نعتیہ کلام کا مختصر انتخاب۔

بشکلِ وحیِ ربانی تجلی نورِ ایماں کی
لیے غارِ حرا سے مصطفیٰ پیارے نکلتے ہیں
کرے وصفِ شہنشاہِ دوعالم کیا رقم رضوی
جب ان کی نعت میں قرآن کے پارے نکلتے ہیں

حضرت مولانا **بدر الدجیٰ رضوی** مصباحی
صدر المدرسی مدرسہ عربیہ ضیاء العلوم، خیر آباد

قمر میں، کہکشاں میں، شبنمی بوندوں کی محفل میں
نبی کے نور سے برکت کے نظّارے نکلتے ہیں
نہاں ہیں آج تک ان کی حقیقت کے گہر احسن
قلم سے جو نکلتے ہیں وہ اظہارے نکلتے ہیں

مفتی **توفیق احسن برکاتی**
استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

مدینہ دیکھ کر زوار جب سارے نکلتے ہیں
نگاہوں میں لیے جنت کے نظارے نکلتے ہیں
تمنا دل میں لے کر اکتسابِ نورِ سرور کی
جو سورج ڈوب جاتا ہے تو سیارے نکلتے ہیں

الحاج حافظ **محمد عمر مبارک پوری**

بڑھا کر دستِ شفقت تھام لیتے ہیں انھیں آقا
لرزتے کانپتے گھر سے جو بے چارے نکلتے ہیں
جگہ دیتے ہیں ان کو بارگاہِ فیض میں اپنی
سنانے حالِ دل جو درد کے مارے نکلتے ہیں

الحاج ماسٹر **مظہر علی مظہر چشتی**

دیارِ مصطفیٰ میں بارشِ انوار ہوتی ہے
مقدس سرزمیں سے نور کے چشمے نکلتے ہیں
فنا ہو جاتا ہے ہر غم، سکوں آجاتا ہے دل کو
اسد جب میرے لب سے نعت کے مصرعے نکلتے ہیں

حافظ **اسد اللہ اسد مبارک پوری**

حقیقت میں وہ آتے ہیں طوافِ مصطفیٰ کرنے
فلک پر شب میں گردش کو جو سیارے نکلتے ہیں
گنہگارانِ امت جب صدا دیتے ہیں محشر میں
شفاعت کے لیے اللہ کے پیارے نکلتے ہیں

الحاج **مقبول احمد مقبول**

جہالت کی ہر اک ظلمت کا سینہ چیرنے والے
نبی کی انگلیوں سے نور کے دھارے نکلتے ہیں
نبی جب چند قطروں میں ڈبو دیتے ہیں انگلی کو
تو ان قطروں کے دامن سے نئے چشمے نکلتے ہیں

مولانا **محمد اسلم مصباحی**

دیارِ مصطفیٰ کے پر ضیا کوچوں کے کیا کہنے
دکھاتے آنکھ سورج کو وہاں ذرے نکلتے ہیں
ہوں رضوی قادری یا اشرفی یا ہوں سہروردی
درِ شاہِ ہدا سے ہی سبھی شجرے نکلتے ہیں

مفتی **ابوزہرہ مصباحی انور**

الم نشرح لک صدرک کے بہتے آبشاروں سے
علومِ ظاہر و باطن کے شہ پارے نکلتے ہیں
اٹھاتا ہوں قلم کاغذ جو مدحت کے لیے شب میں
سیاہی سے سراج اللیل کے جلوے نکلتے ہیں

امیر اشرف

شکست و فتح کے معنیٰ بدل دیتے ہیں میداں میں
خدا کا نام لے کر جب خدا والے نکلتے ہیں
ذبیح اللہ کی ایڑی سے نکلے آب کے چشمے
نبی کی انگلیوں سے نور کے دھارے نکلتے ہیں

قاری نور الہدیٰ راشد

یہ صدقہ گردِ نعلینِ حبیبِ کبریا کا ہے
جو روشن ہو کے تارے شب کی آنکھوں سے نکلتے ہیں
محبت کربلا والوں کی دل میں ہو اگر زندہ
جبینِ شوق سے سجدے عقیدت کے نکلتے ہیں

قاری غلام مصطفیٰ واصف

عقیدت جب کبھی تحقیق کرتی ہے ستاروں پر
تو وہ سرکار کی عظمت کے مینارے نکلتے ہیں
عرب میں اتصالِ جسمِ پیغمبر سے آئی ہے
وہی سیّال دولت جس کے فوارے نکلتے ہیں

مہتاب پیامی

کرم سرکار کا منزل بہ منزل ساتھ چلتا ہے
مسافر زندگی کے جب تھکے ہارے نکلتے ہیں
تفکر، آگہی، تحقیق، منطق، فلسفہ، حکمت
دبستانِ نبی سے یہ ہنر سارے نکلتے ہیں

ارشاد احمد

☆☆☆☆☆

مکتوبات

آہ اخلاق کے پیکر بھی چل بسے

مکرمی.........................سلام مسنون

دینی کتابوں کے ناشر و تاجر اور ماہنامہ کنزالایمان دہلی کے ایڈیٹر حضرت حافظ محمد قمرالدین رضوی نوراللہ مرقدہ کے وصال کی خبر سن کر دلی صدمہ ہوا۔ حسب توفیق تلاوت قرآن پاک و درود شریف پڑھ کر حضرت کی روح سعید کو ایصال ثواب کیا اور دعاے بخشش و مغفرت بھی. مولا تعالی قبول فرمائے۔

موصوف یقینا پوری جماعت اہل سنت کے لیے ایک عظیم سرمایہ تھے۔کتب سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ ساتھ ہی علمائے اہل سنت کی نادر و نایاب کتابوں کو جدید رنگ و آہنگ کے ساتھ طباعت کروا کر انہیں کم سے کم قیمت میں فروخت کرنے کا حافظ صاحب نے جو کارنامہ انجام دیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ماہنامہ کنزالایمان کے ذریعے تقریباً 22 سال سے عالی شان پیمانے پر اسلام وسنیت کی نشرواشاعت کرتے رہے۔ماہنامہ کنزالایمان نے نہ صرف رضویات بلکہ مذہبی صحافت کے تئیں بیداری کی جو نئی لہر پیدا کیا وہ بھی حافظ صاحب کی مخلصانہ جدوجہد کا نتیجہ و ثمرہ ہے۔ میری ملاقات ان سے نہیں ہوئی البتہ فون پر گفتگو کا شرف ضرور حاصل ہوا۔ کتابوں کے عظیم تاجر اور معروف شخصیت ہونے کے باوجود انداز تکلم اتنا نرالا تھا کہ غیر بھی اپنا ہوجائے. سچ یہ ہے کہ جتنے بڑے وہ تاجر تھے اتنے ہی بلکہ اس سے کہیں زیادہ ان کا اخلاق بلند تھا۔ کسی بھی کام کے شروع کرنے کے پیچھے کچھ نہ کچھ وجہ ضرور ہوتی ہے۔ حضرت حافظ قمرالدین رضوی امام اہل سنت کے عاشق و شیدائی تھے اور اسی عشق کی بدولت انہوں نے دینی کتابوں بالخصوص اعلی حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کتب ورسائل کی نشرواشاعت اور فروخت وتجارت کو اپنا محبوب مشغلہ بنایا اور کتابوں کی دنیا میں اپنی الگ شناخت قائم کی۔

"رضا اسلامک ڈائری "رضوی کتاب گھر سے پہلی بار چھپ کر جب میرے پاس آئی تو میں نے مبارکباد پیش کرنے کے لیے حافظ صاحب کو فون کیا۔ سلام کا جواب اور خیریت دریافت کرنے کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا"قاری صاحب اگر ڈائری پسند آئی ہو تو اس کے حوالے سے آپ اپنا تاثر ضرور لکھیں انشاءاللہ ہم اسے ماہنامہ کنز الایمان میں شائع کریں گے۔"

حکم کی تعمیل کرتے ہوئے میں نے تاثرات لکھے اور حضرت نے اسے ماہنامہ کے قریبی شمارہ میں شائع فرمادیے۔ یہ حضرت کی ذرہ نوازی تھی ورنہ میں اس لائق کہاں۔

آج حافظ صاحب مرحوم ہمارے درمیان نہیں رہے لیکن اپنی اعلی وروشن خدمات کی بدولت صدیوں یاد کیے جاتے رہیں گے۔

ناچیز راقم الحروف اور مدرسہ حنفیہ ضیاءالقرآن لکھنؤ کے تمامی اساتذۂ کرام طلبہ واراکین حضرت مرحوم کے اہل خانہ ومتعلقین کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور صمیم قلب سے یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ رب العزت اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ماہ میلاد کے تصدق مرحوم کی تمام دینی وملی خدمات کو قبول فرماکر ان کی مغفرت فرمائے، درجات بلند کرے، اہلیہ، اولاد اور اہل خاندان کو صبر جمیل کی توفیق سے سرفراز فرمائے۔ آمین

از: محمد عرفان قادری
خادم تدریس وصحافت
مدرسہ حنفیہ ضیاءالقرآن شاہی مسجد بڑا چاند گنج لکھنؤ

ہم کسانوں کے پرامن بند کی حمایت کرتے ہیں

مکرمی......السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

8 دسمبر 2020 بروز منگل کالے زرعی قوانین کے خلاف کسانوں کی طرف سے پرامن بند کی اپیل کی گئی ہے۔ یہ ہر کس و ناکس کو معلوم ہے کہ ہمارے ملک کے کسان بھائی مسلسل کئی دنوں سے اپنے حقوق کی لڑائی لڑ رہے ہیں۔ اور ٹھنڈے موسم کے باوجود بچے، بوڑھے اور مرد و عورت احتجاج کر رہے ہیں۔ مگر اب تک کامیابی کے آثار نظر نہیں آرہے ہیں۔ کسان بھائیوں کا مطالبہ ہے کہ اس کالے قانون کو

موجودہ مرکزی حکومت واپس لے۔ اوراس قانون میں ایم ایس پی کو شامل کرے۔ کیونکہ یہ قانون کسانوں کے حقوق کو پامال کرنے والا اوران کو محتاج بنانے والا ہے۔ اسی سلسلے میں کسان بھائیوں کی طرف سے پرامن بھارت بند کی اپیل کی گی ہے۔ اس وقت ہندوستان میں کسانوں کے ساتھ جو ظلم کیا جارہا ہے وہ کسی اہلِ دانش پر مخفی نہیں ہے۔ یہ ایک سچائی ہے کہ یوں تو پورے ملک میں کاشت کار ہیں مگر پنجاب اور ہریانہ سب سے آگے ہے۔ ہم ان کی ان تینوں بلوں سے واپسی کی پر زور حمایت کرتے ہیں اور سینٹرل گورنمنٹ سے کہنا چاہتے ہیں کہ چند سکوں کے لیے اپنے ہی وطن میں کروڑوں کسانوں کو مخالف بنانا کہیں سے مناسب نہیں ہے۔ لہٰذا ہم اس پرامن بند کی حمایت کرتے ہوئے تمام ملک کے باشندوں سے اپیل کرتے ہیں کہ آپ بھی حمایت کے ساتھ اس بند کو پرامن طریقے سے کامیاب بنائیں۔

از: **مفتی محمد منظر حسن خان اشرفی مصباحی**
امیر عالمی سنی تحریک، ہند

ارشادِ نبوی ﷺ

مکرمی......السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضور خواجۂ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

علما میرے سینے سے، سادات میری پیٹھ سے اور فقرا نورِ الٰہی سے پیدا کیے گئے ہیں۔

❊ شفقت والے آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا:

❊ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیا کو تو زمین کی مٹی سے پیدا کیا، لیکن فقرا کو جنت کی مٹی سے پیدا کیا۔

مستحکم دلیل والے آقا ﷺ نے فرمایا:

❊ جو دنیا کا ارادہ کرتا ہے اسے دنیا اور جو عاقبت کا ارادہ کرتا ہے اسے عاقبت مل جاتی ہے، لیکن جو اللہ کا ارادہ کرتا ہے اسے سب کچھ مل جاتا ہے۔

❊ جب تم کسی معاملے میں حیران ہو جاؤ تو قبروں والوں سے نصرت طلب کرو۔

❊ دنیا کمان کی طرح ہے، اس کے حادثات تیر اور انسان ان کا نشانہ، پس اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑو حتیٰ کہ تم ان سے نجات حاصل کرلو۔

حضور نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا:

❊ اے اللہ تو مجھے مظلوم بنانہ کہ ظالم۔ اے اللہ تو مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ، مسکینی کی حالت اور مساکین کے زمرے میں میرا حشر کرنا۔

رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

❊ مرنے سے پہلے مرجاؤ در اصل یہی مقام ہے کیوں کہ موت سے ہی فقیر کامل ہوتا ہے۔

❊ موت ایک پُل ہے جو حبیب کو حبیب سے ملاتا ہے۔

❊ اللہ تعالیٰ تمھاری صورتوں کو دیکھتا ہے اور نہ تمھارے اعمال کو، لیکن تمھارے قلوب اور تمھاری نیتوں کو دیکھتا ہے۔

❊ قدموں کے بغیر سر کے بل چلنا سر قدم ہو گیا تو قدم کو عقل کے مطابق رکھ اللہ کی وحدت میں غرق ہو کر وحدت کی بولی بول۔

❊ اے علی! اپنی آنکھیں بند کر کے اپنے دل میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ سنو۔

❊ آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اول ساتھی تلاش کرو پھر رستہ چلو۔

❊ گنتی کے سانس ہیں جو بغیر یادِ الٰہی نکالتا ہے وہ مردہ ہے۔

❊ قوم کا سردار فقرا کا خادم ہوتا ہے۔

❊ حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

❊ ایک رات اولیا کی قبر کے پاس بیٹھ کر قرآن پڑھنا چالیس چلوں کی ریاضت سے بڑھ کر ہے۔

❊ جو کچھ صاف ہے لے لے اور جو کچھ بد ہے اسے چھوڑ دے۔

❊ جو چیز ذکر اللہ سے تجھے ہٹادے وہی تیرے لیے صنم ہے۔

❊ دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ ہے اور دنیا کو ترک کرنا تمام عبادتوں کی اصل ہے۔

از: رئیس احمد عزیزی مصباحی، ہبلی، کرناٹک

-----------☆☆☆☆☆-----------

خیر و خبر

سہ ماہی پیام برکات علی گڑھ کے مسابقہ مقالہ نویسی 2020ء کے نتیجے کا اعلان

ادارہ سہ ماہی پیام برکات علی گڑھ کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے مسابقہ مقالہ نویسی کے نتیجے کا اعلان نومبر 2020ء کو کیا گیا، اس مقابلے میں ملک کے مختلف علاقوں، صوبوں سے نوجوان قلم کاروں نے حصہ لیا اور اپنی دلچسپی دکھاتے ہوئے 300 سے زیادہ مرد و خواتین قلم کاروں نے رجسٹریشن کرایا اور ان میں سے ایک اچھی تعداد میں مضامین شامل مسابقہ ہوئے، جس میں اول دوم سوم پوزیشن سمیت 8 تشجیعی اور 5 خصوصی انعامات کے ساتھ کل 16 قلم کاروں کے لیے گراں قدر انعامات کا اعلان کیا گیا۔ دس ہزار کا پہلا انعام محمد فاروق خاں مصباحی ممبئی مہاراسٹر، سات ہزار کا دوسرا انعام ابودجانہ آفاقی مجددی قنوج یوپی اور پانچ ہزار کا تیسرا انعام حیدر رضا پورنیہ بہار نے حاصل کیا۔

تشجیعی اور خصوصی انعام یافتگان کے نام یہ ہیں: محمد حسان نظامی سنت کبیر نگر، محمد عرفان برکاتی کان پور، محمد شمیم اختر مصباحی اڈیسہ، عطاء الرحمٰن نوری مالیگاؤں مہاراسٹر، عبدالکریم خاں مصباحی شراوستی یوپی، عفت جہاں ہاشمی امروہہ، احمد صفی فتح پور، کنیز حسین مالکی جمشید پور جھارکھنڈ، محمد مفیض الدین مصباحی بہار، محمد عبداللہ رضوانی سیتا مڑھی بہار، صدام حسین اشرفی راجستھان، عاشق القادری یوپی، احسان الحق جامعی کشن گنج بہار۔

مقابلے کے لیے رجسٹریشن کی آخری تاریخ 31 اگست 2020ء تھی جبکہ مقالہ جمع کرنے کی آخری تاریخ 30 ستمبر تھی اور یکم نومبر کو نتیجے کا اعلان کیا گیا۔ واضح ہو کہ اس مسابقے میں ملک کے تقریباً 12 بڑے صوبوں "مہاراشٹر، گجرات، حیدرآباد، کشمیر، کیرلا، کرناٹک، راجستھان، مدھیہ پردیش، اڈیسہ، یوپی، بہار، جھارکھنڈ، بنگال وغیرہ" سے قلم کاروں نے حصہ لیا۔ اس مقابلے کے بحسن و خوبی اختتام پذیر ہونے پر علمائے کرام اور دانشوران ملت نے اپنے اپنے گراں قدر تاثرات دے کر ادارے کی حوصلہ افزائی فرمائی اور قلم کاروں کو مبارک باد پیش کی۔

المجمع الاسلامی مبارک پور ضلع اعظم گڑھ کے بانی رکن مولانا محمد عبدالمبین نعمانی قادری نے مسابقے کے انعقاد پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ "جماعت کے قلم کاروں میں بڑے اچھے اچھے مقالہ نگار کامیابی کی منزل سے ہمکنار ہوئے اور طے کیا کہ ہمیں اس عالم رستاخیز میں کیا کرنا چاہیے جس سے ہم نکبت و ناکامی کے دلدل سے نکل کر ہم ذروہ فوز و فلاح پر اپنی کامیابی کا علم گاڑ سکیں گے"، مزید کہا کہ "ہمیں ان نوجوان قلم کاروں سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں"

ادارے کے ڈائریکٹر مولانا سید محمد امان قادری نے مسابقے کے انعقاد کا مقصد بتاتے ہوئے کہا کہ نوجوان قلم کاروں میں لکھنے کا مزید شوق اور جذبہ پیدا ہو، اس لیے ہمارے ادارے نے اس طرح کے مقابلہ جاتی مسابقے کا انعقاد کیا، مزید بتایا کہ آئندہ بھی اس طرح کے مقابلہ جاتی پروگرام کا انعقاد کیا جائے گا۔

بی ایچ یو، بنارس میں شعبہ اردو کے اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر محمد افضل مصباحی نے مسابقے کے اختتام پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے تمام شرکاء کو مبارک باد پیش کی اور کہا کہ "اس طرح کے مقابلوں سے لکھنے والوں کو حوصلہ ملتا ہے وہ مطالعہ کرتے ہیں پھر لکھتے ہیں۔ سچائی یہ ہے کہ اس طرح کے مقابلوں سے زبان کو بھی فروغ ملتا ہے۔ اردو زبان و ادب کی ترقی میں اس طرح کے تحریری مقابلے کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔"

ڈاکٹر عبدالسلام جیلانی، شعبہ تاریخ، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے بھی تحریری مسابقے کے انعقاد پر مسرت کا اظہار کیا اور کہا کہ ایسے مسابقے میں شرکت کرنے سے نوجوان قلم کاروں کو اپنی تحریری صلاحیت بیدار کرنے کے مواقع ملیں گے، جو کہ خوش آئند ہیں۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ شعبۂ اردو کے اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر عمران احمد عندلیب نے حوصلہ افزا کلمات کچھ اس طرح بیان فرمائے کہ "کسی بھی ادارے سے رسالہ نکالنا بذات خود ایک بڑا اور اہم کام ہے ساتھ ہی ساتھ مضمون نگاری کے ایسے پروگرامس جن سے نئے لکھنے والوں میں تحریری صلاحیت پیدا ہو یقیناً قابل داد ہے، ایسے مقابلوں کا انعقاد اردو زبان و ادب کی ترقی میں بہترین معاون ہو سکتے ہیں، اس لیے وقتاً فوقتاً ایسے مسابقے منعقد کرتے رہنا چاہیے۔

"سہ ماہی پیام برکات" کے ذمہ داران مبارکباد کے مستحق ہیں جنہوں نے اتنے اچھے پروگرام کا انعقاد کیا۔ اس طرح کے پروگرام سے نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ مضمون نگاری ایک اہم فن ہے جس کے لیے

وسیع مطالعے کے ساتھ ساتھ خیالات و الفاظ کی وادیوں میں بھٹکنا پڑتا ہے۔میں ایک بار پھر "سہ ماہی پیام برکات "کے اراکین کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ مستقبل میں بھی ایسے پروگرامس کے ذریعہ طلبہ وطالبات کی حوصلہ افزائی کرتے رہیں گے۔"

مولانا آزاد نیشنل یونیورسٹی حیدرآباد میں شعبہ عربی کے اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر محمد شاکر رضا مصباحی نے بھی قیمتی تاثر پیش کرتے ہوئے کہاکہ "نوجوان اہل قلم کے لیے مقالہ نویسی کے اس مقابلے کا انعقاد ایک خوشگوار کوشش اور بڑا مبارک قدم ہے جس کے لیے امیر کارواں مولانا سید محمد امان قادری اور سہ ماہی پیام برکات کے سارے ارکان ومعاونین لائق مبارکباد ہیں۔"

مسابقے کے نتیجے کا اعلان ادارے کے ڈائریکٹر سید محمد امان قادری اور دیگر اہم شخصیات کے ذریعے عمل میں آیا۔ادارہ سہ ماہی پیام برکات شرکت کرنے والے سبھی قلم کاروں کو مبارک باد پیش کرتا ہے اور اس کار خیر میں عملی تعاون پیش کرنے والوں کا بے حد مشکور ہے۔

رپورٹ: **محمد عارف رضا نعمانی**

arifnomani2016@gmail.com

عرس رضوی جامع مسجد بی.جی بریلی شریف

ناشرین ادارہ نشان اختر ممبئی سے بلا معاوضہ تصحیح شدہ کنزالایمان کا نسخہ حاصل کریں۔علامہ محمد عبدالمبین نعمانی

25 صفر المظفر 1442ھ ،مطابق 14 اکتوبر بروز چہار شنبہ جامع مسجد بی.جی بریلی شریف میں زیر اہتمام حضرت مولانا انس رضا (صاحبزادہ مولانا خالد رضا خاں علیہ الرحمۃ)عرس اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی وعرس نوری سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کا انعقاد عمل میں آیا، 11 بجے دن سے ہی تقریب عرس کا آغاز ہو گیا تھا تلاوت کلام پاک اور نعت شریف کے بعد علمائے کرام کے بیانات ہوئے جس میں مولانا قاری سخاوت حسین رضوی نے پر جوش بیان کیا، نعت شریف بھی پڑھی، اعلی حضرت کے فضائل و مناقب بیان کیے آخر میں یادگار اسلاف، مصلح قوم و ملت حضرت مولانا محمد عبدالمبین نعمانی قادری (خلیفہ حضور برہان ملت) نے ایک پر مغز اور معلومات افزا بیان سے سامعین کو محظوظ کیا،سب سے پہلے اعلی حضرت قدس سرہ کے ترجمہ قرآن موسوم بہ ”کنز الایمان “ کی خصوصیات پر روشنی ڈالی اور فرمایا کہ جیسے قرآن افضل الکتب ہے ویسے ہی کنزالایمان احسن التراجم ہے، اس کے کئی زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں، مثلاً بنگلہ، گجراتی، ہندی وغیرہ اور ابھی اطلاع ملی ہے کہ اس کا کشمیری زبان میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے جو زیر طبع ہے،

الفی قرآن جس کی ہر سطر الف سے شروع کی گئی ہے اس کے ساتھ ہی کنزالایمان تفسیر صدر الافاضل ”خزائن العرفان “کی جہازی سائز پر نہایت عمدہ اور خوبصورت طباعت و اشاعت بھی ”ادارہ نشان اختر“ ممبئی سے ہو چکی ہے، اس ادارے کے بانی و مہتمم جناب الحاج محمد عمران دادانی رضوی ہیں، آٹھ سال کی انتھک کوششوں کے بعد یہ عظیم الشان نسخہ قرآن منظر عام پر آیا جسے دیکھ آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں اور دل شاد و مسرور، اس عظیم الشان نسخہ قرآن و کنزالایمان کی اشاعت کے بعد دادانی صاحب نے عام سائز پر کنزالایمان کی اشاعت کا اہتمام کیا،اور 1330و1331 کے حوالے سے دو طرح کے نسخوں کی اشاعت بھی کا شرف حاصل کیا، جو مارکیٹ میں دستیاب ہے لیکن دادانی صاحب نے ان دونوں نسخوں کو کامل تصحیح کے بعد شائع کیا، تصحیح کے فرائض حضرت مولانا محمد عبدالمبین نعمانی اور ان کے رفقا نے انجام دیے ہیں، لیکن افسوس کہ اب بھی بہت سے کتب خانے والے اور تجارت پیشہ افراد، دہلی کے اغلاط سے پر نسخوں کو ہی فروغ دے رہے ہیں اور چند سکوں کی فکر میں پڑے ہیں، لہٰذا برادران اہل سنت اور عقیدت مندان اعلیٰ حضرت سے گزارش ہے کہ کنز الایمان لیتے وقت نشان اختر والے نسخے کو ہی ترجیح دیں، جو تاجرین و ناشرین قرآن اس نسخے کو از خود طبع کرانا چاہیں انھیں ادارہ نشان اختر بغیر کسی معاوضے کے اجازت دیتا ہے، لہٰذا ناشرین کو بھی چاہیے کہ اسی صحیح ترین نسخہ کنز الایمان کو فروغ دیں اور اسی کی اشاعت کو ترجیح دیں۔

کنزالایمان سے متعلق ضروری باتیں بیان کرنے کے بعد حضرت نعمانی صاحب نے شہزادہ اعلی حضرت تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند قدست اسرارہم کے مقام و مرتبے پر روشنی ڈالی، ان کی چشم دید کئی کرامتوں کو بیان کیا اور ان کے زہد علو تقویٰ پر روشنی ڈالی جس سے سامعین و حاضرین بہت محظوظ ہوئے کئی ایک نے کہاکہ عرس میں ایسی ہی تقریر ہونی چاہیے، بعض حضرات نے ان واقعات و کرامات کو قلم بند کرنے کی بھی فرمائش کی، نعمانی صاحب بطور خاص اس بات پر بھی زور دیا کہ سرکار اعلی حضرت اور حضور مفتی اعظم ہند نے پوری زندگی نہایت سادگی پارسائی اور تقویٰ شعاری میں گزاری، یہ حضرات دنیا اور اہل دنیا سے بہت دور رہے اور آج ہم میں اکثر ان کے ماننے کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر حرص اور دنیا پرستی ہمارے اوپر غالب آتی جا رہی ہے یہ شریعت کے پیکر تھے اور ہم شریعت پر عمل کرنے سے کتراتے نظر آتے ہیں، اللہ ہمیں ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

آخر میں 2 بج کر 38 منٹ پر قل شریف پڑھا گیا یعنی قرآن پاک کی تلاوت ہوئی اور شجرہ رضویہ پڑھا گیا اور نعمانی صاحب کی دعا پر محفل اختتام پذیر ہوئی، اس محفل عرس میں کثیر علما و مشائخ شریک ہوئے۔

لاک ڈاؤن کی وجہ سے حکومت نے عرس کی کھلی اجازت نہیں دی تھی اس لیے امسال عرس رضا میں زائرین بہت کم آئے، سواریوں کی دشواریاں بھی تھیں اس لیے مختلف مقامات پر عرس کی تقریبات منائی گئی بلکہ شہر کی اکثر مساجد میں فاتحہ کا اہتمام ہوا، خصوصاً اسلامیہ انٹر کالج میں محدود تعداد کو لے کر عرس کا پروگرام عمل میں آیا، جس کی سرپرستی حضرت مولانا سبحان رضا خاں سبحانی میاں اور اہتمام وانصرام کے فرائض سجادہ نشین مولانا احسن رضا خاں نے انجام دیے اس کے علاوہ خانقاہ تاج الشریعہ میں اور نوری گیسٹ ہاؤس میں بھی عرس اعلیٰ حضرت منایا گیا۔ رپورٹ: **محمد ازہر الاسلام نوری ازہری**
استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور،

الجامعۃ الاشرفیہ یقیناً اہل سنت وجماعت کی شان ہے

صاحب زادہ شمس العلما حضرت الحاج سید شاہ ظفر اقبال اشرفی چشتی ،خانقاہ غوثیہ چشتیہ دھاوا شریف، غازی پور یوپی انڈیا، بدر طریقت حضرت سید شاہ محمد اسلم میاں وامقی اشرفی چشتی خانقاہ وامقیہ بریلی شریف، حضرت مولانا سید محمد اجمل میاں اشرفی غوثی دھاوا شریف، کی آج ازہر ہند الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ میں حاضری ہوئی، دار الحدیث، برکاتی ہاسٹل، عزیزی ہاسٹل، دار التحفیظ، احسن العلما ڈائننگ ہال، سیمینار ہال، شارح بخاری دار الافتا، امام احمد لائبریری کا معائنہ کیا۔ استاذ العلما جلالۃ العلم حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز اشرفی محدث مبارک پوری، کے مزار شریف پر حاضری دی۔ اس کے بعد وسیع وعریض خانۂ خدا عزیز المساجد میں بھی حاضری دی۔ صاحب زادہ شمس العلما سید ظفر اقبال اشرفی چشتی بانی وامیر العلم سینٹر یو کے نے کہا کہ اشرفیہ واقعتاً ازہر ہند ہے، اہل سنت کی شان ہے۔ میرے والد محترم شمس العلما مفتی برطانیہ علامہ شمس الضحیٰ مصباحی غوثی چشتی جانشین آستانہ غوثیہ چشتیہ دھاوا شریف مقیم حال بلیک برن انگلینڈ حضور حافظ ملت کے تلمیذ رشید ہیں ،والد محترم نے اسی گلستان علم فضل سے اکتساب علم وفن کیا ہے، بدر طریقت مولانا سید شاہ اسلم میاں وامقی اشرفی نے کہا بچپن سے ہی اس ادارے کا نام سنا تھا آج پہلی بار حاضری ہوئی تو چشم من روشن، دل ماشاد ہو گیا، یقیناً یہ کسی مرد قلندر کی کرامت اور مشائخ عظام کی دعاؤں کا نتیجہ ہے، اللہ رب العزت مزید عروج و ارتقا عطا فرمائے، وسیع وعریض شہر علم وفن کا معائنہ کرانے میں مولانا محمد اعظم مصباحی لائبریرین ساتھ ساتھ رہے۔ اطلاع محمد اشرف وامقی حافظ گنجوی نے دی ہے۔

تحفظ ناموس رسول ﷺ کے ایک بلند قامت قائد تھے علامہ خادم حسین رضوی

رپٹنہ کی دینی ومذہبی درسگاہ الجامعۃ الرضویہ میں منعقد

تعزیتی نشست میں علمائے کرام کا آن لائن خطاب

جان ہے عشق مصطفےٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ ناز دوا اٹھائے کیوں؟

تحریک لبیک یا رسول اللہ ﷺ کے سربراہ حضرت علامہ خادم حسین رضوی دار فانی سے دار بقا کی جانب رحلت فرما گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ یقیناً اس دور میں آپ نے تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے باب میں اپنی بے باک قیادت کی بنیاد پہ ایک روشن تاریخ تحریر فرما دی ہے، آپ کی جرأت ایمانی کی حرارت سے حکومت وقت کے فولادی ارادوں کے شیش محل زمیں بوس ہوتے نظر آتے تھے، اہل سنت وجماعت کے ایک حق گو، حق پسند اور حق نگر قائد و راہنما تھے آپ، جن کے یہاں غیر شرعی، غیر اسلامی مصلحت اندیشی کا کوئی عمل دخل نظر نہیں آتا تھا۔ ان خیالات کا اظہار معروف عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد ملک الظفر سہسرامی نے فرمایا وہ آج یہاں الجامعۃ الرضویہ، پٹنہ میں منعقد ایک تعزیتی نشست میں آن لائن خطاب کر رہے تھے، انہوں نے کہا کہ مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت علامہ خادم حسین رضوی کی حیات و خدمات کا جلی عنوان ہے، آپ کی بارعب شخصیت کے سامنے بڑے بڑے کج کلاہوں کے سر خم ہوتے نظر آتے، آپ کی بے باک خطابت و قیادت نے حکومت پاکستان کے مصلحت اندیش حکمرانوں کی راتوں کی نیند حرام کر دی تھی، انہوں نے کہا کہ یوں تو آپ اپنی تحریکی، تنظیمی اور علمی خدمات کی بنیاد پہ پاکستان کے غیور مسلمانوں کے دلوں میں عزت واحترام کا مقام بنا چکے تھے۔ لاہور کی معروف دینی ومذہبی درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ میں شیخ الحدیث کے باوقار منصب کی عزت افزائی فرمائی ہے، لیکن عالمی منظر نامے پہ آپ کی خدمات کا شہرہ اس وقت ہوا اور آپ دنیا بھر کے مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن بن گئے جب شہید پاکستان عالی وقار ممتاز حسین قادری کا معاملہ کورٹ میں زیر سماعت تھا تو اس وقت آپ نے تحریک لبیک یا رسول اللہ ﷺ کے نام سے تحفظ ناموس رسول ﷺ کے لیے ساری دنیا کے مسلمانوں کو بیدار کرنے کے ارادے سے میدان عمل میں قدم رکھا اور جب 29 فروری 2016 کو پاکستانی سپریم کورٹ نے ممتاز حسین قادری کو تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے لیے ایک سر پھرے کو قتل کرنے کے جرم میں سزا سنا دی تو آپ نے اس تحریک کا دائرہ مزید پھیلاتے ہوئے سیاسی میدان میں اپنی قیادت کا باوزن احساس دلایا تاکہ حکومتی سطح پہ اسلامی اصول وقوانین کا تحفظ کیا جا سکے، جس کے لئے پاکستان کا وجود عمل میں آیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ امر کس قدر قابل افسوس ہے کہ شرعی حکم کے نفاذ اور محمد عربی ﷺ کے فرمودات کے احترام کی روشن تاریخ مرتب کرنے کے لیے جس ملک کا قیام ہوا، علمائے اہلسنت کی بے پناہ قربانیوں کے صدقے جس مملکت خداداد کا وجود عمل میں آیا آج وہیں شاتمان رسول دریدہ

دہنی اور گستاخیاں کر رہے ہیں، ان کے خلاف کوئی ضابطہ بندی نہیں ہے، غیور ، زندہ ضمیر اور حساس و بیدار مسلمان جب ان گستاخیوں کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں تو انہیں سزا سنا کر حق و حقانیت کی بلند ہوتی ہوئی آواز کو دبانے کی کوششیں ہوتی ہیں۔

مصلحت اندیشی کے اس سیاہ دور میں علامہ خادم حسین رضوی نے تحفظ ناموس رسالت کی بہت بے باکانہ انداز میں قیادت فرمائی جس کے سبب وہ دنیا بھر میں آباد حساس مسلمانوں کے قلوب کی دھڑکن بن گئے، الجامعۃ الرضویہ کے اساتذہ، طلباء، اراکین دارالعلوم خیریہ نظامیہ، سہسرام کے جملہ اساتذہ، طلباء و اراکین حضرت کے وصال کو جماعت اہلسنت کا ایک ناقابل تلافی نقصان سمجھتے ہیں اور غم کی اس گھڑی میں تمام سوگواروں کے ساتھ ہیں۔ از: **مولانا ملک الظفر سہسرامی**

مالیگاؤں میں اعلیٰ حضرت ریسرچ سینٹر کا قیام اور ترجمہ قرآن کنزالایمان کی اشاعت

اللہ تعالیٰ تحقیقی و فلاحی اور ہمہ جہت دینی خدمات کے لیے نوری مشن کو استقامت بخشے اور استحکام عطا فرمائے۔ اعلیٰ حضرت ریسرچ سینٹر کے تعمیری کام کے اِس آغاز کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔ ایمان و عقیدے کی حفاظت کے لیے کی جانے والی کوششیں اللہ تعالیٰ مقبول فرماتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس ریسرچ سینٹر سے تعلیماتِ اعلیٰ حضرت کی اشاعت عمدہ طریقے سے ہوگی۔ فلاحی و تربیتی کاموں کو فروغ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو مقبولیت سے نوازے۔ اس طرح کے دعائیہ تاثرات کے ساتھ شیخ طریقت خلیفۂ حضور تاج الشریعہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی میاں (ممبئی) نے "اعلیٰ حضرت ریسرچ سینٹر" کا سنگِ بنیاد رکھا۔ آپ نے اسباب و وسائل کی فراہمی کے لیے اصحابِ خیر کو ترغیب دی تاکہ اس علمی سینٹر کی تعمیر مکمل کی جا سکے۔ 13/ دسمبر اتوار کی شام نور باغ میں سینٹر کے لیے مختص زمین پر منعقدہ سنگِ بنیاد کی اس باوقار تقریب میں مولانا مدثر حسین ازہری نے کہا کہ: بچوں کی دینی تربیت اور قوم کی فکر سازی کے لیے بیدار ہونا ہوگا۔ اس رُخ سے تحقیقاتی فکر کی پرورش قابلِ قدر ہے، "اعلیٰ حضرت ریسرچ سینٹر" سے صحت مند قدروں کا فروغ ہوگا۔ ازیں قبل مولانا عبیداللہ خان مصباحی نے اغراض و مقاصد کے ضمن میں فرمایا کہ: مستقل اور متواتر لٹریچر کی اشاعت، کثیر جلدوں پر مشتمل اہم کتابوں کی فراہمی، ترجمۂ قرآن کنزالایمان کی متعدد بار اشاعت اور غریب پروری کے لیے عملی اقدامات نوری مشن کی اہم خدمات ہیں۔ سینٹر کے قیام کی ترغیب میں حضور اشرف الفقہا مفتی محمد مجیب اشرف علیہ الرحمہ، علامہ قمر الزماں اعظمی اور علامہ محمد ارشد مصباحی (اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن انٹرنیشنل یو کے) کی ترغیب و مشاورت رہی ہے۔

علامہ محمد ارشد مصباحی نے اس موقع پر یہ پیغام بھیجا کہ: "مالیگاؤں میں اعلیٰ حضرت ریسرچ سینٹر کے ذریعے علمی و تحقیقی کاموں کو آگے بڑھائیں۔ فلاحی خدمات کا دائرہ اخلاص کے ساتھ وسیع کریں۔ مشن اعلیٰ حضرت کے فروغ کے لیے میری دُعائیں آپ لوگوں کے ساتھ ہیں۔" اس موقع پر "ترجمۂ قرآن کنزالایمان" شائع کیا گیا جس کے لیے غلام مصطفیٰ رضوی کا یہ تاثر رہا کہ ہم نے سنگِ بنیاد کی ساعتوں کو یادگار بنانے کی غرض سے "کنزالایمان" کی اشاعت کی۔

شہزادۂ غوث اعظم حضرت سید عبدالقادر جیلانی میاں نے سنگِ بنیاد رکھا۔ مفتی نعیم رضا مصباحی، مفتی عرفان مصباحی، حافظ سراج رضوی، حافظ تجمل رضوی، حافظ محمد ابراہیم رضوی، حافظ عبدالرحمٰن اشرفی، حافظ شاہد رضا، ڈاکٹر حامد اقبال، پروفیسر عبدالمجید صدیقی، محمد حسین شیدا میرٹھی، حاجی رفیق خان رضوی، ڈاکٹر رئیس احمد رضوی، ڈاکٹر مشاہد رضوی، حاجی خالد غازیانی، حاجی شبیر پنجابی، سمیت سیکڑوں معززین و اہلِ علم و دانش نے شرکت کی۔ اطراف کے شہروں سے بھی درجنوں نمایاں شخصیات شریک رہیں۔ اختتام پر اشاعت نوری مشن "لباسِ حضور ﷺ" تقسیم کی گئی۔ جب کہ سلام و دُعا پر اس پاکیزہ محفل کا اختتام ہوا۔ **رپورٹ: غلام مصطفیٰ رضوی**

سنی دعوت اسلامی کا دوروزہ انتیسواں آن لائن سالانہ اجتماع

سنی دعوت اسلامی کا سالانہ اجتماع جو آزاد میدان ممبئی میں ہوا کرتا تھا کورونا وبا کی وجہ سے صرف آن لائن منعقد کیا گیا۔ اجتماع تین دن کے بجائے صرف دو دن کا تھا، پورے اجتماع کو حج ہاؤس ممبئی کے پانچویں منزلے سے آپریٹ کیا گیا۔ جسے یوٹیوب اور فیس بک پر لاکھوں مرد و خواتین سماعت کر چکے ہیں۔

اجتماع کا پہلا دن 12 دسمبر سنیچر کا پہلا سیشن خواتین اسلام کے لیے مخصوص تھا، بعد نماز ظہر عالمی سالانہ سنی اجتماع کا آغاز حافظ و قاری محمد ریاض الدین اشرفی کی تلاوت اور معین المشائخ حضرت سید معین الدین اشرف الاشرفی الجیلانی (سجادہ نشین خانقاہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف) کی دعاؤں سے ہوا۔ معروف مبلغ جناب الحاج محمد صادق رضوی کا "عورت اور پردہ" کے عنوان سے خطاب ہوا۔ خواتین کے اس اجتماع سے امیر سنی دعوت اسلامی حضرت مولانا محمد شاکر نوری نے خصوصی خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن کے مطابق نیک عورتیں وہ ہیں جو فرماں بردار اور اپنے شوہروں کی عدم موجودگی میں بھی عزت وآبرو اور مال کی حفاظت کرتی ہیں جیسا اللہ نے انھیں حکم دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پاک دامنی بہت عظیم نعمت ہے، پاک دامن عورت اگر اللہ کی بار گاہ میں دعا کرے تو اللہ اس کی دعا کو ضرور قبول فرماتا ہے۔ آپ نے کہا کہ اہل مغرب ہماری ماؤں اور بہنوں کو عریاں اور بے

غیرت بنانا چاہتے ہیں ایسے میں ضرورت اس بات کی ہے کہ ہماری مائیں اور بہنیں رسول پاک ﷺ کی تعلیمات کو مضبوطی سے تھام لیں۔آپ نے خواتین سے تقویٰ اختیار کرنے اور گناہوں دور رہنے کی خصوصی تلقین کی۔آپ نے سورۂ طلاق کی ایک آیت کی روشنی میں یہ بھی کہا کہ ہر مشکل کا حل تقویٰ اختیار کرنے میں ہی ہے، ہماری جن بچیوں کا رشتہ نہیں مل رہا ہے وہ تقویٰ اختیار کرلیں اللہ بہتر رشتہ عطا فرمادے گا۔اخیر میں آپ نے پانچ باتوں کی بطور خاص تلقین کی،اول: نمازوں کی پابندی کریں کہ اہم الفرائض ہے۔دوم: سورہ کہف کی تلاوت ہر جمعہ کو ضرور کرلیا کریں۔سوم: گناہوں سے بچنے کے لیے روزانہ صبح دس بار سورۂ اخلاص کی تلاوت کی عادت بنالیں۔چہارم: گناہ کی طرف طبیعت مائل ہو تو یہ خیال کریں کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔پانچویں بات یہ کہ اپنی اولاد کی شریعت کی روشنی میں اچھی تربیت کریں۔

اس سے قبل مفتی محمد زبیر مصباحی (خطیب وامام بڑی مسجد مدن پورہ ممبئی) نے خواتین کی طرف سے آئے ہوئے سوالات کے جوابات دئے۔ایک سوال کے جواب میں مفتی صاحب نے بتایا کہ اسلام نے مرد اور عورت دونوں کو یکساں حقوق دیے ہیں۔عورت کے لیے باپ کے حصے سے بظاہر نصف حصہ ملتا ہے لیکن عورت جب بیاہ کر سسرال جاتی ہے تو شوہر کے یہاں بھی اسے حصہ ملتا ہے۔ مفتی صاحب نے سوالات کے جوابات میں فرمایا کہ عقیقہ سنت ہے ، عوام کا یہ تصور کہ نکاح سے قبل عقیقہ ضروری ہے غلط ہے۔مفتی صاحب قبلہ نے فرمایا کہ کسی عورت کے انتقال کے بعد صرف خواتین اور محرم ہی اسے دیکھ سکتے ہیں۔غیر محرموں کو اسے دیکھنا جائز نہیں۔آپ نے مرد و عورت کی نماز میں جو فرق ہے اسے بھی قدرے تفصیل سے بیان کیا۔

بعد مغرب دوسرا سیشن مرد حضرات کا شروع ہوا،مولانا مفتی شفیق الرحمن عزیزی مصباحی (قاضی شرع ایمسٹرڈم ،ہالینڈ) نے اپنے خطاب میں کہا کہ دعوت کی دو قسمیں ہیں ،دعوت عامہ اور دعوت خاصہ۔دعوت عامہ کے مطابق اُمت محمدیہ کا ہر فرد اپنی استعداد وصلاحیت کے مطابق داعی ہے اور دعوت خاصہ کے حامل اہلِ علم ہیں آپ نے کہا کہ داعی کا اپنی دعوت پر عامل ہونا ضروری ہے تبھی دعوت موثر ہوگی۔حکمت سے خالی دعوت غیر موثر بلکہ بسا اوقات نقصان دہ ہوجاتی ہے۔اس موقع پر آپ نے سنی دعوت اسلامی کی دینی و مذہبی خدمات کو سراہتے ہوئے کہا کہ سنی دعوت اسلامی کی مسلکی و مذہبی خدمات محتاج تعارف نہیں ۔اس دوران الحاج قاری محمد رضوان خان اور دیگر مبلغین نے بارگاہ رسالت میں گلہائے نعت بھی پیش کیے۔حضرت علامہ قمرالحسن بستوی (امریکہ) نے بارگاہ رسول میں رجوع کی اہمیت پر خطاب فرمایا اور کہا کہ بارگاہ خدا میں رسائی کے لیے اولاً بارگاہ رسول سے اپنے رشتے کو مستحکم کرنا ضروری ہے۔علامہ موصوف نے امام اعظم ابوحنیفہ ،امام زین العابدین اور امام بوصیری وغیرہم کے اقوال کی روشنی میں بارگاہ رسول سے استغاثہ وتوسل کو ثابت کیا۔اس ضمن میں آپ نے احادیث بھی پیش کیں۔

مولانا الحاج سید امین القادری کا خطاب ہوا، زندگی پر گناہوں کے اثرات پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ نے کہا کہ انسان کی بے چینی کی اصل وجہ اللہ کی بارگاہ سے دوری ہے۔انسان اللہ کی یاد اور اس کے ذکر کے بغیر زندہ اور پرسکون نہیں رہ سکتے۔

دوسرے دن بھی سنی دعوت اسلامی کے سالانہ سنی اجتماع میں علما و مبلغین نے کئی اہم پیغامات دیے۔آج کے مرکزی خطاب میں امیر سنی دعوت اسلامی مولانا محمد شاکر نوری نے ''مادہ پسندی کے اسباب وعلاج'' پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ دنیا کے ہر مذہب کا ماننے والا آج مادیت کی طرف بڑھ رہا ہے،انسان جسم اور روح دونوں سے مرکب ہے لیکن انسان صرف جسم کی طرف متوجہ ہے روح کی طرف نہیں۔قرآن واحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ روحانی ارتقا انسان کے لیے نہایت ضروری ہے۔

جناب عارف پٹیل صاحب (انگلینڈ) نے انگریزی زبان میں ''محمد ﷺ ہماری زندگی اور ہمارے آئیڈیل'' کے عنوان پر خطاب کیا۔ قاری محمد رضوان خان صاحب نے مراٹھی زبان میں خدمت خلق کی اہمیت پر خطاب کیا۔

محقق مسائل جدیدہ مفتی محمد نظام الدین رضوی (مبارک پور) نے سوالات کے جوابات دیے۔آپ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ محض دانتوں کی خوبصورتی کے لیے قدرتی دانت نکال کر دوسرے دانت لگوانا ناجائز ہے کیوں کہ اللہ کی پیدا کردہ چیز کو بگاڑنا ہے۔ہاں شرعی مجبوری ہو تو جائز ہے۔میت کو کولڈ اسٹوریج میں رکھنا جائز ہے یا نہیں ؟ کے جواب میں مفتی صاحب قبلہ نے فرمایا کہ ناجائز ہے،حدیث میں ہے جس چیز سے زندوں کو تکلیف پہنچتی ہے ان سے مُردوں کو بھی تکلیف پہنچتی ہے۔مفتی صاحب قبلہ نے جعلی دستاویزات کی بنیاد پر نوکری دلانا اور حاصل کرنا دونوں کو ناجائز بتایا۔ان کے علاوہ بھی بہت سے سوالات کے جوابات مفتی صاحب قبلہ نے دیے۔اجتماع کا یہ سیشن نہایت دلچسپ ہوتا ہے ،کم وقت میں عوام کو بہت سی قیمتی معلومات حاصل ہوجاتی ہیں۔

مفکر اسلام علامہ قمرالزماں خاں اعظمی (لندن) نے اسلام کا معاشی نظام کے عنوان پر خطاب کرتے ہوئے اُمت مسلمہ کو تجارت اور صنعت وحرفت کی اہمیت سے آگاہ کیا اور باضابطہ مسلمانوں کو اپنا ذریعہ معاش مضبوط ومستحکم کرنے کی درخواست کی۔ علامہ موصوف نے کئی اہم نکتوں کی جانب سامعین کی توجہ مبذول کرائی ۔حالات اور قانونی پابندیوں کے پیش نظر عوام کو اجتماع میں شرکت کی اجازت نہیں تھی، مدارس سنی دعوت اسلامی کے بعض اساتذہ اور

چنندہ مبلغین اور کچھ خواص حضرات نے شرکت کی۔ آج ذکر ودعااور صلوۃ وسلام پر سنی اجتماع کااختتام ہوا۔

از: **مظہر حسین علیمی** ،استاذ جامعہ غوثیہ نجم العلوم، ممبئی

تعزیتی نشست

مدرسہ رضائے مصطفی محمد پور مبارک مظفر پور بہار میں حضورامین ملت کے برادر اصغر حضرت سید افضل میاں کے ایصال ثواب کے لئے ایک تعزیتی نشست رکھی گئی نقابت کے فرائض حضرت مولانا ضیاء المصطفی مدنی مظفر پوری نے کی. حضرت مولانا حافظ و قاری سلیم الزماں نوری کی تلاوت قرآن سے محفل کاآغاز ہوااس کے بعد مولانا سلمان رضا غوثی دہلی نے حمد ونعت کے اشعار پیش کیے، مولانا تحسین ضیاء فیضی مصباحی، حضرت مولانا غلام جیلانی قادری جامعی نے اپنے خطاب کے دوران کہا کہ سید افضل میاں مارہروی اسلامیات و عصریات کے ایک اچھے اسکالر تھے ملک کے مختلف صوبوں میں حکومت ہند کے اعلی عہدے پر فائز ہو کر پوری دیانت داری کے ساتھ ملک وملت کی اہم خدمتیں انجام دیں اور پورے خاندان کانام روشن کیا.

حضرت مفتی آل مصطفی رضوی مرکزی مظفر پوری پرنسپل مدرسہ اسلامیہ انوار العلوم سمستی پور نے اپنے تاثرات پیش کرتے ہوئے کہاکہ لوگ اونچے عہدوں پر سب کچھ بھول جاتے ہیں مگر سید افضل میاں اس قدر بلندیوں پر پہنچنے کے بعد نہ عقیدے کا سودا کیا، نہ خاندان کا سودا کیا اور نہ ہی ضمیر کا، خاندانی وقار، مذہبی تقدس اور ملی درد ان کے دامن حیات سے ہمیشہ وابستہ رہااور جہاں جہاں سے گزرے سرخروئی اور سربلندی قدم چومتی رہی ایسے ہمدرد، باعظمت اور اخلاص پیشہ شخصیت کا دنیا سے رخصت ہوجاناغم والم کا باعث ہے اللہ تعالی اپنی مغفرت کی چادر سے ان کی قبر کو ڈھک دے اور جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے۔

اخیر میں حضرت مولانا محمد قمر الزماں رضوی مصباحی ڈائریکٹر ادارہ لوح قلم مظفر پور، نے کہاکہ مارہرہ مطہرہ کے سجادہ نشین امین ملت حضرت سید امین میاں قبلہ دام ظلہ کے برادر اصغر حضرت سید افضل میاں کا وصال پر ملال پوری جماعت اہل سنت اور ملک وملت کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے آپ ایک اچھے انسان، اخلاق کے پیکر اور اخلاص و محبت کے سچے علمبر دار تھے حکومت ہند کے اعلی مناصب کو جہاں آپ نے شرف وافتخار بخشا۔ آپ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے رجسٹرار بھی ہوئے۔ میں صاحب سجادہ حضور امین ملت، حضور اشرف میاں اور حضور نجیب میاں دام ظلہم کے غموں میں برابر کا شریک ہوں۔ صلوہ وسلام اور دعا پر محفل کا اختتام ہوا۔

از: آلِ مصطفیٰ مرکزی

☆☆☆☆

(ص:135 کا بقیہ)

(4) صفحہ 98 میں شیخ ثناء اللہ کا ذکر ہے۔ مصنف کتاب لکھتے ہیں:

”ماہ رجب 1096ھ کی پہلی تاریخ کو منگل کے دن پیدا ہوئے“۔

آگے صفحہ 99 میں لکھتے ہیں:

” 53 برس تین مہینے کی عمر میں ذی قعدہ 1114ھ کی گیارہویں کو جمعرات کے دن بمقام گل کلہ ملک دکن (جنوبی ہند) رحلت فرمائی“۔

پیدائش 1069ھ میں اور وفات 1114ھ میں، تو عمر 45 سال ہوتی ہے نہ کہ 35 سال۔

(5) ایک دو جگہ کمپوزنگ کی غلطیاں بھی نظر آئیں۔ صفحہ 139 میں میر سید غلام جیلانی کے تحت ”موضع“ کی جگہ ” موضوع“ ہوگیا ہے۔

(6) صفحہ 233 میں ضمیمہ کے تحت ڈاکٹر صاحب نے منظور الحق مولانا سید شاہ مصطفی علی سبز پوش کی تاریخ پیدائش 1312ھ/1922ء رقم فرمائی ہے۔ ایک صفحہ کے بعد لکھتے ہیں کہ تعلیم سے فراغت کے بعد 1924ء میں عقد ہوا۔ پیدائش 1922ء میں مکمل تعلیم سے فراغت کے بعد شادی محض دو سال بعد 1924ء میں۔

مزید برآں منظور الحق سید شاہ مصطفی علی سبز پوش کے والد گرامی سید شاہ شاہد علی سبز پوش کی تاریخ پیدائش صفحہ 225 میں 1307ھ رقم فرمائی ہے۔ تو اس حساب سے والد کی پیدائش کے پانچ سال بعد بیٹے کی پیدائش ہوگئی۔

(7) صفحہ 73 میں ڈاکٹر صاحب حاشیہ خوشتر کے تحت رقم طراز ہیں:

” شائع شدہ یہ بوسیدہ نسخہ میرے پیش نظر ہے۔ تاہم اس میں سنہ اشاعت مذکور نہیں ہے۔ (لیکن یہ طے ہے کہ حضرت سبز پوش کی عہد سجادگی [1917ء تا 1925ء] کے درمیان میں یہ شائع ہوا ہوگا“)

اس اقتباس میں قوسین کے اندر کی عبارت بھی ڈاکٹر صاحب ہی کی ہے۔ قوسین کا اضافہ ناچیز کی جانب سے ہے۔ اسی کی جانب توجہ مبذول کرانا ہے۔ یہاں لفظ ” درمیان “ کے بعد ” میں “ کی موجودگی سے ”لب دریا کے کنارے “ اور ” آب زمزم کا پانی “ کی یاد تازہ ہوگئی۔ مزید قوسین کی عبارت میں اجتماع ضدین بھی محسوس ہوتی ہے۔

” یہ طے ہے “ سے مترشح ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو یقین ہو چلا ہے کہ متعلقہ نسخہ کی اشاعت حضرت سبز پوش کی عہد سجادگی کے درمیان ہوا ہے۔ مگر انھوں نے عبارت کے آخر میں ”ہوا ہوگا“ لکھ کر شک پیدا کر دیا ہے۔ میرے خیال میں آخر لفظ ”ہوگا“ کی جگہ ”ہے“ ہونا چاہیے یا پھر ”یہ طے ہے“ کی جگہ ظن غالب ہے، اندازہ کیا جاتا ہے وغیرہ جیسے غیر یقینی معنی والے الفاظ آنے چاہئیں۔